تحقیقی مقالہ برائے

پاکستانی بچوں میں جرائم کا بڑھتا ہوا رجحان

اور

اس کے سدّباب کے لئے اقدامات وسفارشات

محقق

محمد عبدالمالک

شعبۂ سماجی بہبود

وفاقی جامعۂ اردو برائے فنون، سائنس وٹیکنولوجی۔ کراچی

نگران تحقیق

ڈاکٹر شمع عزیز

پروفیسر

شعبۂ سماجی بہبود

جامعۂ کراچی

۲۰۱۰

تحقیقی مقالہ برائے

پاکستانی بچّوں میں جرائم کا بڑھتا ہوا رجحان

اور

اس کے سدّ باب کے لئے اقدامات وسفارشات

محقق

محمد عبدالمالک

شعبۂ سماجی بہبود

وفاقی جامعۂ اردو برائے فنون، سائنس وٹیکنولوجی۔ کراچی

نگران تحقیق

ڈاکٹر شمع عزیز

پروفیسر

شعبۂ سماجی بہبود

جامعۂ کراچی

۲۰۱۰

تحقیق کا قرآنی ماخذ

اَللّٰهُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِیَ الْفُلْكُ فِیْهِ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ۝

سورةُ الجاثية۔ آیات ١٢ و ١٣

اللہ ہی ہے جس نے اپنے حکم سے کشتیاں چلانے کے لئے دریا کو تمہارے لئے مسخر کر دیا تاکہ تم اُس کا فضل تلاش کرو اور اُس کا شکر ادا کرو O اور ہر اُس چیز کو جو آسمان و زمین میں ہے اُس نے تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے۔ تحقیق غور و فکر کرنے والی قوم کے لئے اُن چیزوں میں نشانیاں ہیں O

سورةُ الجاثية۔ آیات ١٢ و ١٣

صداقت نامہ

تصدیق کی جاتی ہے کہ یہ تحقیقی مقالہ بعنوان 'پاکستانی بچوں میں جرائم کا بڑھتا ہوا رجحان اور اس کے سدّ باب کے لئے اقدامات اور سفارشات' وفاقی اردو یونیورسٹی کے شعبہ سماجی بہبود کے محمد عبدالمالک نے میری نگرانی میں لکھا ہے۔

نیز تصدیق کی جاتی ہے کہ یہ تحقیقی مقالہ انتہائی محنت اور لگن کے ساتھ لکھا گیا ہے اور پی ایچ ڈی کی ڈگری کے لئے لازم معیار پر پورا اترتا ہے۔

ڈاکٹر شمع

پروفیسر

شعبہ سماجی بہبود

جامعہ کراچی

فہرستِ مضامین

اظہارِ تشکّر

حمد و ثنأ کے لائق تو بس واحد و یکتا پروردگار کی ذات ہی ہے جو اپنی ازلی ابدیت میں مستور رہتے ہوئے ہمیشہ سے کائنات کا حکمران اعلی رہا ہے۔ انسان کی پیدائش سے قبل کائنات اور کائنات میں موجود ہر ا نفس یا شخص اور شئے میں اس کی آیات یا نشانیاں موجود رہی ہیں اور مؤقنین کیلئے زمین میں اور تمہارے انفس میں اس کی آیات موجود ہیں۔ انسان کی تخلیق سے قبل زمین اور آسمانوں میں موجود حق تعالی کی تجلیات کو شناخت کرنے والا کوئی نہ تھا لھذا ایک حدیث قدسی کے مطابق اللہ تعالی نے انسان کو بڑی محبت سے پیدا کیا تا کہ انسان اُس کا عرفان حاصل کر سکے لیکن اس کے عرفان تک انسانی فہم و ادراک کی رسائی خود خدا کی مشیت کے بغیر ناممکن تھی اور آج بھی ناممکن ہے کیونکہ وہ ہمیشہ ہمیشہ سے انسانی آنکھوں سے مکنون اور حلول و دخول سے پاک رہا ہے اور رہیگا۔ قطرہ سمندر کا یا تصویر اپنے مصوّر کا ادراک نہیں کر سکتی تو بھلا انسان کی ناقص عقل اپنے خالق کا کس طرح تصوّر کر سکتی ہے؟

سماجی بہبود تحقیق اساس کا حامل مضمون ہے اور ایک لحاظ سے تمام علوم کا احاطہ کرتا ہے۔ کائنات کی تسخیر کامل کب ہو سکے گی یہ خداوند علیم و خبیر ہی بہتر جانتا ہے لیکن انسان جو خدا کا راز ہے۔ ابھی تک خود اپنی حقیقت سے ناواقف ہے اور اپنے آپ کو جاننے کے ساتھ ساتھ اپنی عقل اور ارادے کے ذریعے زمین و آسمان کو مسخّر کرنے میں لگا ہوا ہے۔ لیکن یہ تدریجی تسخیر میں خدا کی ہدایت کے بغیر ناممکن تھی۔ اللہ تعالی تمام جہانوں کا رب ہے۔ وہ سب کا پالنے والا ہے اور نشوونما ایک تدریجی عمل ہے۔ عالم جماد ہو یا عالم نبات' عالم حیوان ہو یا عالم انسانی' سب اپنے مقصد تخلیق کو کامل طور پر پورا کرنے کے لئے ایک مربی کے محتاج ہوتے ہیں خام پتھر جوہری کے مشاق ہاتوں سے جلا پا کر قیمتی ہیرا بن جاتا ہے۔ باغبان کی نگرانی میں درخت میٹھا پھل دینے لگتا ہے۔ جانور اپنے تربیت کرنے والوں کے وفادار بن جاتے ہیں۔ کوئی کام یکدم واقع نہیں ہو جاتا بلکہ کئی مراحل طے کر کے اپنی منزل تکمیل تک پہنچ پاتا ہے۔

بے شک اللہ تعالیٰ جو ازل سے ابد تک کا مالک ہے اپنی لاتبدیل سنّت کے مطابق ہر امّت کی اجل پورا ہونے پر انسانی رشد و ہدایت کے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھولتا رہتا ہے اور اپنے برگزیدہ رسولوں کے ذریعہ بتدریج اپنا تعارف کرواتا رہا ہے۔

بیشک ہم ان مقدّس ہستیوں کے ممنون ہیں جن کی راہنمائی میں ہم عرفان اور ملکوتی تہذیب کی ارتقائی منزلوں کی طرف گامزن ہیں۔ یہ سائنس اور ٹیکنالوجی یا کمپیوٹر کا دور ہے۔ آمدورفت کے برقی ذرائع نے دنیا کو گلوبل ویلیج بنا دیا ہے اور سب کو ایک دوسرے پر انحصار کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ ملکوں اور قوموں کے ایک دوسرے پر انحصار کے دائرے اب وسیع تر ہوتے جا رہے ہیں۔ اب دنیا کے کسی بھی حصّے میں نمودار ہونیوالا مسئلہ سب کا مسئلہ یا عالمی مسئلہ بن جاتا ہے۔ عالمی سماج کے بے شمار مسائل ہیں جو سمندر کی لہروں کی طرح مسلسل نمودار ہوتے رہتے ہیں یہ مسائل کبھی ہلکی لہروں کی شکل میں تو کبھی طوفانی لہروں کی شکل میں تو کبھی بھنور کی شکل میں ابھرتے رہتے ہیں۔ بعض مسائل سمندر کی لا متناہی گہرائی کی طرح عمیق ہوتے ہیں تو بعض مسائل سمندر کی بے کنار وسعت کی طرح گھمبیر ہوتے ہیں۔ خدا مسبّب الاسباب ہے۔ ہر مسئلہ کا حل ضرور نکل آتا ہے۔ مسائل لہروں کی طرح ابھرتے اور مٹتے چلے جاتے ہیں۔

اس توضیح کا مقصد یہ ہے کہ کسی کام کو بحسن وخوبی انجام دینے کے لئے کسی مربی یا مشاور یا تحقیقی مقالہ لکھنے کے لئے ایک ریسرچ ڈائریکٹر کا ہونا لازم ہوتا ہے۔ کیونکہ جس طرح کسی بھی عنوان پر تحقیقی مقالہ سپرد قلم کرنا ایک مشکل کام ہے اسی طرح مقالے کا تنقیدی جائزہ لینے والے کے لئے لازم ہے کہ وہ مقالہ نگار کے موضوع پر کامل دسترس رکھتا ہو۔ موضوع پر تحقیقی جائزہ پیش کرنے والے کی تحریر اسکی اپنی فکر کو منعکس کرنے والا آئینہ ہوتی ہے۔ اگر اسلوب قابلِ فہم ہو تو وہ پڑھنے والوں کے ذہنوں کو متاثر کرتا ہے۔ البتہ ہر نئی تحقیق کی روحِ فکر یہ ہی رہی ہے کہ کوئی بھی تحریر چاہے وہ کتنی ہی کامل اور جاذب نظر کیوں نہ ہو اپنی ارتقائی فطرت میں تشنہ ہی رہتی ہے انسانی تاریخ گواہ ہے کہ ہر دور میں جنم لینے والی نئی فکر یا فلسفہ مستقبل میں پرانا ہو جاتا ہے اور اس میں مزید ترقی ہوتی ہے۔ یعنی ہر کتاب کا کوئی نہ کوئی پہلو ضرور تشنہ رہ جاتا ہے۔

لھذا اپنی علمی جستجو اور اعلیٰ تعلیم کی لگن کے زیر اثر مقالہ لکھتے وقت اپنی علمی استعداد کی کمی کا احساس تھا اور مجھے ایک قابل ریسرچ ڈائرکٹر کی تلاش تھی جو خود کسی مشاق ذہن کا تراشا ہوا نگینہ ہو اور تجربے کی بھٹی سے جلا پا چکا ہو۔ تاکہ جو معلومات کتابوں سے یا میدانِ عمل سے حاصل ہوں وہ ہیرے کی طرح تصوّر کی چمک دمک کو اجاگر کر

نے میں میری مدد کر سکے۔

'جو ڈھونڈتا ہے وہ ہی پاتا ہے' کی مصداق علم وعمل کی روشنی پھیلانے والی پروفیسر ڈاکٹر شمع عزیز، شعبہ سماجی بہبود کی چیئر مین سے ریسرچ ڈائرکٹر بننے کی درخواست کی جو انہوں نے قبول فرمائی جس کے لئے میں انکا صمیم قلب سے ممنون ومشکور ہوں. پروفیسر ڈاکٹر شمع عزیز سماجی بہبود کے شعبے میں کسی تعارف کی محتاج نہیں ہیں۔ آپ بچوں سے بے لوث محبت کرنے والی عالی ظرف استاد بھی ہیں اور اپنے قول کو فعل سے روشن کرنے والی شمع بھی۔ میں آپکی ادبی اور سماجی خدمات کا اپنے اس مختصر عرض تشکر میں احاطہ نہیں کرسکتا۔ میرے اس تحقیقی مقالے کی ترتیب وتنظیم اور تکمیل کا سہرا پروفیسر ڈاکٹر شمع عزیز ہی کے سر ہے۔ آپ کی راہنمائی اور ہر قدم پر میری ہمت افزائی فرمائی اس کے لئے میں انکا اپنے دل کی گہرائی سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

نیز میں سابقہ رئیس جامعہ کراچی، پروفیسر ڈاکٹر پیرزادہ قاسم نیز جامعۂ اردو کے رئیس جامعہ پروفیسر ڈاکٹر محمد قیصر کی حوصلہ افزائی کا تہہ دل سے ممنون ہوں کہ یہ معزز ہستیاں تحقیق کرنے والوں کی قدر دان ہیں اور ان ہی کی تشویق کا یہ ثمر ہے کہ جامعہ اردو کے بہت سے اساتذہ ڈاکٹریٹ کے لئے تحقیقی مقالے لکھ کر ڈگری حاصل کر چکے ہیں اور کچھ اپنے مقالے مکمل کرنے میں مشغول ہیں۔

اِس مقالے کے لئے معطیات (ڈیٹا) کی جمع آوری میں سرکاری اداروں اور غیر سرکاری تنظیموں نے میری بہت مدد فرمائی جن کی فہرست طویل ہے لیکن میں خاص طور پر بچوں کی جیلوں کے حکّام اور غیر سرکاری تنظیموں کا تہہ دل سے ممنون ہوں۔ آخر میں شدید ناسپاسی اور بھول ہوگی اگر میں اپنے برادر محترم جناب ریاض احمد شیرازی، سابقہ ریسرچ آفیسر، ایکسپورٹ پروموشن بیورو کا شکریہ ادا نہ کروں جنہوں نے اِس تحقیقی مقالے کے ہر مرحلے پر میری مدد کی۔ انگریزی اور فارسی کتب سے ماخذ تمام تحقیقی مواد کو اردو مفہوم عطا کرنے' انشأ کو ادبی ڈھانچے میں ڈھالنے اور اِس کی نوک پلک درست کرنے نیز اس تحقیقی جائزے کو کتابی شکل دینے کیلئے اپنا قیمتی وقت عطا کیا۔

محمد عبدالمالک

خلاصہ تحقیق

اِس تحقیقی مقالہ کا موضوع ہے 'پاکستانی بچّوں میں جرائم کا بڑھتا ہوا رجحان اور اُس کے سدِّ باب کے لئے اقدامات اور سفارشات'۔ میرے اس تحقیقی مقالے کا محرک آج کی زبوں حالی کا شکار معاشرتی زندگی ہے جس میں جرائم کے رجحان کا بڑا دخل ہے اور بڑھتے ہوئے جرائم کی وجہ سے لوگوں کا امن وسکون برباد ہو چکا ہے۔ ایسی صورت حال میں اگر بچّوں میں جرائم کے بڑھتے ہوئے رجحان کو نہ روکا گیا تو حالات کیا صورت اختیار کر سکتے ہیں اُس کا ہم آج تصوّر نہیں کر سکتے اور یہ ہی خوف ہے جس نے محقق کو یہ مقالہ لکھنے پر آمادہ کیا۔ اس تحقیق کا مقصد یہ ہے کہ معاشرے کو بچّوں کے جرائم سے پاک کیا جا سکے اور انہیں ایک اچھا شہری بنایا جا سکے۔ سابقہ تحقیقی جائزوں کی روشنی میں جرم کی تعریف اور ملزم اور مجرم میں فرق اور جیلوں میں قید ملزم بچّوں اور مجرم بچّوں کے مسائل اور فیصلوں میں تاخیر کی وجوہات اور جیلوں کے حالات نیز جیلوں میں بچّوں کے ساتھ نازیبا سلوک کا جائزہ بھی لیا گیا۔ اِس سلسلے میں ماہرینِ جرمیات کے مختلف نظریات سے استفادہ کیا گیا۔ بچّوں کے حقوق اور مفادات سے متعلق عالمی ادارے کے اعلامئے اور پاکستان کی جانب سے بچّوں کے حقوق کے بارے میں معاہدات کا مطالعہ بھی کیا گیا۔ معطیاتی تجزیئے کیلئے پورے پاکستان سے اعداد وشمار جمع کرنا ایک انتہائی مشکل کام تھا لیکن ہر ممکن کوشش کی گئی کہ جو معطیات حاصل ہوں انہیں اِس تحقیقی مقالے میں شامل کر لیا جائے۔ لٰہذا معطیاتی تجزیئے کے لئے تحقیق کو صوبہ سندھ اور خاص کر کراچی کی جیلوں تک محدود رکھا ہے۔ زیرِ نظر تحقیق میں منہاجِ تحقیق کو سوالنامے اور انٹرویو کے ذریعے معطیات پر منحصر رکھا گیا ہے اور دیگر کوائف کیلئے سابقہ تحقیقات و معطیات سے استفادہ کیا گیا ہے۔ تحقیقی طریقہ کار سے حاصل شدہ نتائج کے مطابق بچّوں میں جرائم کے بڑھتے ہوئے رجحان کی کئی جہتیں ہیں جن میں معاشی' معاشرتی اور نفسیاتی تمام عوامل شامل ہیں۔ بچّوں میں جرائم کے حوالے سے دیگر اسباب مثلاً گھر اور گھر سے باہر کا ماحول' اساتذہ کا کردار' آبادی میں اضافہ اور غربت ذرائع ابلاغ' ٹی وی اور موبائل فون کے بداثرات کا جائزہ بھی لیا گیا ہے۔ معطیات کا تجزیہ کرتے وقت نتائج اخذ کئے گئے نیز حکومتی اقدامات کا جائزہ بھی لیا گیااور اُن کی روشنی میں سفارشات ترتیب دی گئی ہیں جن پر عمل کر کے ملزم اور مجرم بچّوں کو بہبودی کے لئے خصوصی ادارے کے قیام اور ملزم رمجرم کی تعلیم تربیت مستقبل کے اچھے شہری بنانیکی سفارش کی گئی ہے۔

بابِ اوّل

تعارف:

مقالے کے عنوان کے حوالے سے تحقیق کا مقصد پاکستانی بچّوں میں جرائم کے بڑھتے ہوئے رجحان اور اس کے سدّ باب کے لئے ابتدائی طور پر بچّوں میں جرائم کی وجوہات کا مطالعہ کرنا اوران کے افعال کا جائزہ لینا اور اقدامات کے لئے سفارشات پیش کرنا مقصود ہے۔ قانونی اصطلاح میں ایسے فعل یا ترک فعل کو جرم کہا جاتا ہے جو کسی مروّجہ قانون کے تحت ممنوع اور قابل سزا قرار دیا گیا ہو۔ اِس لحاظ سے کوئی ایسا فعل خواہ وہ فعل کتنا ہی نازیبا یا نقصاندہ کیوں نہ ہو بلکہ قصداً بھی کیا گیا ہو اور جس کے لئے قانون میں سزا مقرّر ہو تب بھی ایسے شخص کو اُس وقت تک مجرم قرار نہیں دیا جاسکتا جب تک کہ ملک کے مروّجہ قانون کے مطابق عدالت کی طرف سے اُسے مجرم قرار نہ دے دیا جائے۔ نومبر ۱۹۹۰ء میں پاکستان نے اقوامِ متّحدہ کے سب سے زیادہ نافذ العمل ہونے والے معاہدے کی پاسداری کی ذمہ داری قبول کرنے کا پہلا بڑا اقدم اٹھایا اور اقوامِ متّحدہ کی بچّوں کے حقوق کی کمیٹی کے کنونشن کی توثیق کی لیکن بچّوں کی صورتِ حال آج بھی جوں کی توں ہے۔

اس تحقیقی مقالے میں نوعمر بچّوں میں جرائم کے بڑھتے ہوئے رجحان کی وجوہات کے حوالے سے اس بات کا جائزہ لیا جائے گا کہ نوعمر بچّوں سے کیا مراد ہے اور بچّے کیوں جرم کرتے ہیں؟ یا اُن کو جرائم میں کس طرح ملوث کیا جارہا ہے؟ کس عمر کے بچّوں کو سزا دی جاسکتی ہے۔؟ نیز مجرم کی تعریف، جرائم کی قسمیں اور نابالغ اور کمسن مجرموں میں کیا فرق ہے؟ اس ضمن میں پہلے سے موجود لٹریچر کا جائزہ لینا اور جرمیات کے ماہرین کی آرا اور جرائم کے مطالعے کے فوائد سے استفادہ کرنا، بچّوں میں جرائم کا جائزہ لینے کیلئے معاشی، معاشرتی اور نفسیاتی وجوہات اور اُن تمام محرّکات اور اسباب کا نیز سندھ کی جیلوں میں ملزم بچّوں کے ساتھ کئے جانے والے ناروا سلوک جن کی وجہ سے بچّے کجروی اور جرائم کی طرف راغب ہوجاتے ہیں۔ واضح رہے کہ اس ضمن میں ماہرین جرمیات بھی ہر دور میں سائنس کی ترقّی کے ساتھ ساتھ اپنے نظریات میں تبدیلی لاتے رہے ہیں۔ بچّوں پر گھر، اسکول، ہمسایہ اور معاشرے کے اثرات نیز جدید ٹیکنولوجی اور ذرائع ابلاغ، فلم، ٹی وی، کمپیوٹر اور موبائل ٹیلیفون نیز مذہب سے دوری اور نفسیاتی اثرات کا جائزہ لینا بھی ناگزیر ہوگا۔ آخر میں جرائم کے رجحانات کے سدّ باب

کے لئے سرکاری اور غیر سرکاری تنظیموں کے اصلاحی اقدامات اور عدالتوں کی طرف سے جرم ثابت ہو جانے پر جو سزائیں دی جاتی ہیں ان کی وجہ سے جرائم میں اضافہ ہوا ہے یا کمی آئی ہے اور اگر اضافہ ہوا ہے تو اس کی کیا وجوہات ہو سکتی ہیں۔ نیز بچوں کے حقوق کے بارے میں اقوام متحدہ کی کوششوں اور ہمارے ملک کی کوتاہیوں نیز تعلیم و تربیت میں والدین، اساتذہ اور معاشرے کی ذمہ داریوں اور بچوں کو جرائم سے محفوظ رکھنے اور بچوں کی جیلوں کی اصلاح اور ملزم یا مجرم بچوں کی اصلاح کے لئے تجاویز پیش کی جائیں گی۔

تخلیقِ انسانی کے مشاہدے سے یہ آگاہی حاصل ہوتی ہے کہ تحقیق انسانی فطرت کا جوہر ہے اور اللہ تعالیٰ نے انسان کو تسخیر کائنات کا اختیار عطا کیا ہوا ہے۔ تحقیق کا ایک قرآنی ماخذ یہ ہے:(۱)

> اللہ ہی ہے جس نے اپنے حکم سے کشتیاں چلانے کے لئے دریا کو تمہارے لئے مسخر کر دیا تا کہ تم اُس کا فضل تلاش کرو اور اُس کا شکر ادا کرو O اور ہر اُس چیز کو جو آسمان و زمین میں ہے اُس نے تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے۔ تحقیق اُن چیزوں میں غور و فکر کرنے والی قوم کے لئے نشانیاں ہیں O
>
> سورۃُ الجاثیۃ۔ آیات ۱۲ و ۱۳

یہ ہی وجہ ہے کہ انسان علوم کے تمام شعبوں میں تحقیقات کر رہا ہے۔ نئی نئی ایجادات کر رہا ہے اور اب تو آسمان پر کمندیں ڈال رہا ہے۔ کون و مکاں میں بے شمار ارض و سماء بکھرے ہوئے ہیں۔ ابھی تو سائنس نے شاید اپنی بلوغت میں قدم رکھا ہے۔ کون و مکاں میں سب سے اوّل و اولیٰ وجود باری تعالیٰ ہے۔ جو ازل سے ہر آنکھ سے اوجھل ہے لیکن ہر شئے میں اسکی جلوہ نمائی ہے۔ جو نـور السمٰوات والارض ہے۔(۲) جو مشرق و مغرب میں بھی ہے، ہماری رگِ جاں سے قریب بھی ہے اور ہمارے ہر عمل کا شاہد بھی۔ جسکی ذات اقدس فانی انسان کے ادراک سے بالاتر ہے۔ عاجز انسان نہ تو اس کے راز کو جان سکتا ہے اور نہ ہی اس کے جمال کو بیان کر سکتا ہے بلکہ اس ذات اقدس کی طرف اشارہ تک کرنے سے عاجز ہے۔ اسکا ذکر کرنے والوں کا ذکر اور عارفوں کا عرفان اسکے وجود کا ادراک کرنے سے قاصر رہا ہے اور رہیگا۔ اسکی تعریف اتنی ہی کی جا سکتی جتنی اس کے فرستادہ برگزیدہ پیغمبروں نے ہمیں تعریف کرنا سکھائی ہے۔

---

(۱) القرآن۔ سورۃ الجاثیۃ۔ آیات ۱۲ و ۱۳

(۲) القرآن۔ (سورہ نور آیت ۳۶)

تحقیق کا دائرہ کائنات کی وسعت کی طرح بہت وسیع ہے۔ خدا کی طرف سے فرستادہ پیغمبر زمین پر اپنے وقت کا افضل ترین انسانی وجود ہوتا ہے جو مشیّت الٰہی سے شمسِ حقیقت بن کر طلوع ہوتا ہے اور اپنے نورانی وجود کی کرنوں سے صفات الٰہیہ کو منعکس کرتا ہے۔ وہ عالم حق سے فیض حاصل کرتا ہے اور اس فیض کو عالم خلق پر مکمل طور پر منعکس فرماتا ہے۔ جس کی آمد سے عرفان الٰہی کے بارے میں ادراک بڑھتا ہے اور تسخیر کائنات اور حقائق اشیا کی تحقیق کی راہیں باز ہوتی ہیں۔ وہ 'اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا بلکہ وحی الٰہی کے ذریعہ اس پر جو کچھ نازل ہوتا ہے وہ اس مُنزلہ کلام کو انسانوں تک پہنچاتا ہے'۔ (۳)

انسانی وجود زمین پر خدا کی اشرف ترین مخلوق ہے' انسان خدا کا راز ہے بلکہ کائنات کی روح ہے۔ انسان اپنے سے نچلے عوالم یعنی عالم جماد' عالم نبات اور عالم حیوان پر حکومت کرتا ہے۔ دراصل ان نچلے عوالم کا مقصدِ تخلیق ہی انسان کی خدمت اور ان کو آرام و آسائش مہیا کرنا ہے۔ تا کہ انسان پیغمبرِ وقت کی تعلیمات کے مطابق زندگی بسر کر کے اپنا مقصد تخلیق یعنی خدا کا عرفان حاصل کرے اور اپنی عقل اور ارادے سے حقائق اشیاء کو آشکار کرے۔ خدا کا عرفان اور کائنات کی تسخیر کے لئے تحقیق لازم ہے یا کہا جاسکتا ہے کہ تحقیق انسانی فطرت کا جوہر ہے۔ کائنات کے اسرار کھولنے اور حقائق اشیاء پر سے پردہ اٹھانے میں انسان کی یہی فطرت کام کر رہی ہے۔

خدا خود انسانی تخلیق کے بارے میں فرماتا ہے <u>لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم</u> (۴) کہ ہم نے انسان کو بہترین شکل میں پیدا کیا۔ عہد نامہ عتیق یا توریت میں فرمایا ہے کہ ہم نے انسان کو اپنی شکل پر پیدا کیا ہے۔ اس لئے ایک حدیث قدسی میں فرمایا ہے کہ جس نے اپنے نفس کو جان لیا اس نے خدا کو پہچان لیا یعنی خدا نے اپنی صفاتی اسرار کو انسان میں ودیعت فرما دیا ہے۔ اور انسان اگر اپنے وجود پر غور کرے تو اپنے وجود میں مخفی جواہر کو اجاگر کر سکتا ہے۔

خدا نے اس کون نامتناہی کو جسے ہم کائنات کہتے ہیں بہترین مقناطیسی انتظام کے ساتھ مربوط کر رکھا ہے۔ ہزاروں بلکہ لاکھوں یا کروڑوں سال گذر جانے کے بعد اب تک انسان صرف یہ سمجھ پایا ہے کہ کائنات میں

---

(۳) القرآن (سورہ نجم آیت ۴'۵)

(۴) القرآن۔ سورۂ تین آیت ۵

دودھیائی راہیں ہیں جن میں سوسوارب سیارے گردش کررہے ہیں اور بعض کے مقابلے میں زمین بہت چھوٹی ہے۔ایک دانشمند محقق کائنات میں موجود بے شمار اشیاء کے مقصد تخلیق کا مشاہدہ کرتا ہے تو اس پر یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ خدا کا ہر کام کامل ہوتا ہے اسی لئے کائنات میں کامل ترتیب و تنظیم موجود ہے اور سب اپنے آپ میں کامل اور دیگر مخلوقات سے مربوط ہیں۔خدا کی ہر مخلوق کامل قانون کے ماتحت ہے اور کوئی اپنی مقررہ حدود سے تجاوز نہیں کر سکتی۔تمام اشیاء اپنی نیچر یا طبیعت میں موجود مقصد کو پورا کر رہی ہیں اور سب ہی انسان کی خدمت میں لگی ہوئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے کہ:

''ہم نے آدم کو عزت بخشی اور ان کو بحر و بر میں سفر کے لئے سواری عطا کی، پاک وصاف رزق عطا کیا اور پھر اس میں اضافہ کیا اور ان کو اپنی دیگر مخلوق پر فضیلت دی۔''(۵) اور

''جن وانس کو اپنی عبادت کے لئے خلق کیا۔''(۶)

نیز اللہ تعالی نے انسان پر ایک اور ذمہ داری بھی ڈالی ہے یعنی آسمانوں اور زمین میں جو کچھ موجود ہے اسکو مسخر کرنے کا کام۔نیز قرآن پاک میں فرمایا: کہدو جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اس پر غور وفکر کرو۔انسان ایک طرف زمین میں پنہاں حقائق اشیأ کی تسخیر میں لگا ہوا ہے تو دوسری طرف آسمانوں پر کمندیں ڈالنے کی کوششوں میں مصروف ہے۔

انسانیت کا خمیر انس ہے کیونکہ سب انسان ایک آدم کی اولاد ہیں۔ایک ہی شجر کی شاخیں، پتے، پھول اور پھل ہیں۔سائنس کی ارتقأ کے ساتھ کائنات میں موجود مخلوق کی وحدت یا اس کے اعضأ کا باہمی ارتباط واضح و آشکار ہوتا جارہا ہے۔تمام علوم کے میادین عمل میں بھی ایک انس یا ربط موجود ہے۔تحقیق کے ایک میدان میں کوئی نیا اکتشاف دوسرے تحقیقی میدانوں پر بھی اثر انداز ہوتا ہے یا روشنی ڈالتا ہے۔مثلاً علم طبقات الارض نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ مادّے کا ایک ذرّہ دوسرے ذرّے کے ساتھ قوّۂ جاذبہ کے ذریعے جڑا ہوا ہوتا ہے۔

---

(۵) القرآن۔الاسرار آیت نمبر ۷۰

(۶) القرآن۔سورۂ ذاریات آیت ۵۷

پرنس کروپوٹکن نے اپنی کتاب تعاون وتعاضد(۷) میں واضح الفاظ میں ثابت کیا ہے کہ
'ادنیٰ حیوانوں میں بھی باہمی تعاون انکی بقاً کیلیئے قطعاً لازم ہے' اسی طرح انسانی
تہذیب وتمدن کا ارتقاً بھی یقیناً باہمی تعاون پر منحصر ہے۔ 'ہر ایک سب کے لئے اور سب
ہر ایک کے لئے' وہ واحد اصول ہے جس پر کسی قوم کی سماجی بہبود کا دارومدار ہے۔"

(۷) پرنس کروپوٹکن: کتاب تعاون وتعاضد

عقل انسانی ایجادات کی کان ہے اور ایجادات تحقیق کا ثمر ہیں۔ سائنسی ایجادات نے دنیا کو قدیم زمانوں کے مقابلے میں بہت مختصر کر دیا ہے۔ بکھرے ہوئے چھوٹے چھوٹے سماجی دائرے ایک دوسرے میں ضم ہو کر ایک بڑے دائرے میں نمودار ہو رہے ہیں۔ غاروں میں رہنے والے خاندان یا سماج کی اکائی ترقی کر کے دیہاتوں اور دیہاتوں سے شہروں اور شہروں سے ممالک اور ممالک سے اب ایک عالمی سماج کی شکل اختیار کر چکے ہیں۔ اب ہر ملک کا مسئلہ عالمی مسئلہ بن جاتا ہے۔ غرض یہ کہ مختلف قومی سماجوں کا ایک دوسرے پر انحصار بڑھتا چلا جا رہا ہے اور آئندہ کائناتی سماجی دائرے میں کائنات کے سیّارے ایک دوسرے سے مربوط ہو جائیں گے۔ کائنات کی ہر شئے میں فطری طور پر ارتقاء یا اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ ادب میں' سائنس اور ٹیکنالوجی میں' اچھائیوں میں برائیوں میں اور آبادی میں۔

مذکورہ بالا تمام نعمتوں کا مقصد زمین وآسمان کی تخلیق پر غور وفکر کر کے حقائق اشیاء کو آشکار کرنا خدا کے عرفان کا ایک مرحلہ ہے۔ جہاں تک انسان کے اپنے انفس میں جھانکنے کا معاملہ ہے تو انسان اپنے تن کے بارے میں خوب تحقیقی اقدام اٹھا چکا ہے اور مزید حقائق آشکار کرنے کے لئے کوشاں ہے۔ ہمارا یہ تحقیقی مقالہ دراصل انسان کے اپنے انفس کی تحقیق کا ایک حصّہ بھی ہے۔

ماہرین جرمیات کی نظر میں جرم ایک ارتقائی عمل ہے جس کی ابتدا بچپن سے ہوتی ہے۔ بچپن کا ہر تجربہ اور ماحول کا اثر کسی بھی بچّے کے ضمیر اور اسکی شخصیت بنانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ چونکہ انسان ماحول اور حالات کا اسیر ہے اس لئے حیاتِ انسانی میں اچھی اور بری صحبت کے اثرات کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

آج معاشرتی زندگی جس زبوں حالی کا شکار ہے اُس میں جرائم کے رجحان کا بڑا دخل ہے اور بڑھتے

---

(۷) تعاون وتعاضد۔ Mutual Aid by Prince K.Potken

ہوئے جرائم کی وجہ سے لوگوں کا امن وسکون برباد ہو چکا ہے۔ ایسی صورت حال میں اگر بچوں میں جرائم کے بڑھتے ہوئے رجحان کو نہ روکا گیا تو حالات کیا صورت اختیار کر سکتے ہیں اُس کا ہم آج تصور نہیں کر سکتے اور یہ ہی خوف میرے اس تحقیقی مقالے کا محرّک ہے۔ میری اس تحقیق کا مقصد یہ ہے کہ پاکستانی بچوں میں جرائم کے بڑھتے ہوئے رجحان کا جائزہ لیکر اس کے سدِ باب کے اقدامات تجویز کروں تا کہ معاشرے کو بچوں کے جرائم سے پاک کیا جاسکے اور انہیں ایک اچھا شہری بنایا جاسکے۔

پاکستانی بچوں میں جرائم کا بڑھتا ہوا رجحان اور اس کے سدّ باب کے لئے اقدامات کے حوالے سے تحقیق میں لائبریری تحقیق، کیس اسٹڈی اور تجرباتی تحقیق سے استفادہ کیا جائیگا۔ جہاں کہیں دیگر ممالک سے تقابلی جائزے کی ضرورت پیش آئیگی وہاں تقابلی جائزہ پیش کیا جائیگا۔ کتب، رسائل، جرائد، اخبارات، مجرم بچوں، جیلر حضرات کے انٹرویوز اور عدالتی فیصلے میری معاونت کرینگے۔

تجزیہ کے لئے پورے پاکستان سے اعداد و شمار جمع کرنا ایک انتہائی مشکل کام تھا لیکن ہر ممکن کوشش کی گئی اور جن صوبوں سے اعداد و شمار مل سکے اُن کو اِس تحقیقی مقالے میں شامل کر دیا گیا ہے لیکن تجزیہ کے لئے کراچی کی جیلوں، پاکستان میں موجود غیر سرکار تنظیموں اور فلاحی اداروں کو محور بنایا گیا ہے اور اِس کام میں وزارتِ داخلہ اور آئی جی (جیل) نے بہت تعاون کیا لیکن جیل کے کچھ حکّام کی طرف سے عدم تعاون کا سامنا بھی کرنا پڑا ہے۔ دستیاب معلومات کی روشنی میں سدّ باب کے لئے تجاویز پیش کی گئی ہیں۔

توضیحِ مطالعہ:

مقالے کے عنوان 'پاکستانی بچوں میں جرائم کا بڑھتا ہوا رجحان اور اس کے سدّ باب کے لئے اقدامات' کے حوالے سے دیگر جن تحقیقاتی طریقوں کا استعمال ممکن ہے ان میں:

۱۔ قرآن اور اسلاف کی نصیحتوں کی روشنی میں سب سے اوّل گھر، مدرسہ اور موجودہ ماحول کا ماضی اور حال کے آئینے میں جائزہ

۲۔ ملکی حالات کے لحاظ سے بچوں میں جرائم کے رجحان کا تجزیہ

۳۔ بچوں میں جرائم سے متعلق دیگر تحقیقی مقالات، کتب اور مضامین سے استفادہ

۴۔ پاکستان جیلوں میں کمسن مجرموں کے اعداد و شمار

۵۔ جیلوں میں موجود بچوں سے ملاقات اوران کے جرم کی تفصیلات (سوالنامہ)

۶۔ جیلر حضرات کے انٹرویوز اور جیلوں کے کوائف

۷۔ غیر سرکاری تنظیموں کے تجربات سے استفادہ

مندرجہ بالا تمام تحقیقی طریقہ کار میں کتب خانوں میں موجود کتب' رسائل میگزین سے بھی استفادہ کیا جائیگا۔

اس تحقیقی مقالے میں عالمی سماج کی سب سے چھوٹی اکائی کنبے میں بچے کی تعلیم وتربیت کا جائزہ لینا ہوگا۔

۔جرم کیا ہوتا ہے؟ اور قانون کی نظر میں اور شریعت کے لحاظ سے جرم کی تعریف کیا ہے؟

۔یقیناً ہر بچہ جرم نہیں کرتا اور اگر کوئی بچہ جرم کرتا ہے تو ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ بچہ جرم کیوں کرتا ہے؟

۔ان افعال کا جائزہ لینا ہوگا جنکی وجہ سے بچہ پہلے ملزم اور پھر مجرم بن جاتا ہے۔

۔جرم کے لئے عمر کا تعین اور سزا کی نوعیت کا جائزہ لینا اوران خامیوں کوڈھونڈنا جنکی وجہ سے بچہ دانستہ یا نادانستہ طور پر کسی جرم کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے؟

۔بچّے کے جرم کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے؟ آیا اس کے ذمہ دار ماں باپ ہیں یا ماحول؟ گھر کا ماحول' مدرسے کا ماحول اور معاشرہ کے اثرات یعنی معاشی اور نفسانی وجوہات کا جائزہ۔

۔اس بات کا جائزہ لینا بھی ضروری ہوگا کہ بچوں میں جرائم کے رجحان کے سدباب کے لئے حکومت نے کیا اقدامات کئے ہیں اور حکومت اس میں کس حد تک کامیاب ہے؟

۔یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ کیا غیر سرکاری تنظیمیں بھی اس ضمن میں کوئی کردار ادا کر رہی ہیں اور کس حد تک کامیاب ہیں؟

۔عدالتوں کے کام کا جائزہ اور جیلوں کی حالت اور ماحول کا تنقیدی جائزہ اور یہ دیکھنا کہ جیل سے نکل کر بچہ جرم سے توبہ کرتا ہے یا عادی مجرم بن کر نکلتا ہے اور کیوں؟

۔آخر میں اسلامی نکتہ نظر سے بچوں کی تعلیم وتربیت اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں بچوں میں

جرائم کے رجحان کے سدباب کے لئے اقدامات تجویز کیئے جائینگے۔

اِس مقالے کے مختلف ابواب کو بچوں میں جرائم کے رجحان کا تاریخی پس منظر اسلامی اور مغربی تعلیمات کی روشنی میں' جرم کا آغاز قرآن و احادیث کے حوالوں سے مزیّن کیا گیا ہے کیونکہ دنیاوی قوانین کا اصل سرچشمہ قوانین الٰہیہ ہی ہوتے ہیں' جرائم کی طرف رجحان کا مفہوم دنیاوی تاریخ کے آئینے میں' ماہرین نفسیات کی نظر میں کمسن' نابالغ اور نوجوان مجرمین کا مفہوم' جرم کی اصطلاح کا آغاز اور جرم کی تعریف از ماہرین جرمیات' علم جرمیات کا سادہ مفہوم اور تحقیقی مقالے کیلئے تجزیاتی عوامل کی نشاندہی' اور دورِ حاضر کے مجرمین میں فرق اور مطالعہ جرم کے قواعد اور آخر میں مجرمین کی مختصر تعریفیں دی جائیں گی۔ پاکستان میں اس جدید دور میں جبکہ ٹیلیویژن' کمپیوٹر اور موبائل فون نے نہ صرف یہ کہ بچّوں کے اخلاق کو خراب کیا ہے بلکہ ان کی ذہنیت کو مجرمانہ بنانے میں بہت اہم کردار ادا کیا ہے ان تمام باتوں کی روشنی میں مجرم بچوں کے جرائم کی طرف بڑھتے ہوئے رجحان کا تجزیاتی مشاہدہ کیا جائیگا۔

نیز بچوں کے حقوق کے عالمی اور قومی وصوبائی قوانین اور مختلف نوعیت کے جرائم کیلیے سزاؤں کی تفصیل' مجرم بچے کی شخصیت کے لحاظ سے سزا کا تعین' مجرم بچوں کی عدالتوں میں پیشی اور ان کے آئینی حقوق کا احوال درج ہوگا۔ جیلوں کے نگران آفیسروں اور مجرم بچوں سے بات چیت (سوالنامہ) سکے ذریعہ حاصل ہونے والے اعداد و شمار کے جدول اور گراف وغیرہ منسلک ہونگے۔ حقائق اور ان کا جائزہ ہوگا اور ان بچوں کو جرائم سے محفوظ رکھنے کے لئے اصلاحی تجاویز ہونگیں۔ شماریاتی اور معیاری ڈیٹا کی تفصیل' سوالنامے اور مصاحبات اور تجزیات وغیرہ منسلک ہونگے۔ پاکستان میں مجرم بچوں کی بے راہ روی کے اسباب' پاکستانی معاشرے میں بچوں کی ابتری کے خدوخال اور بچوں میں اس کجروی کے اسباب شامل ہونگے۔

مطالعہ کے مقاصد

بلاشبہ ہر تحقیقی مطالعہ کا کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہوتا ہے۔ انگریزی زبان میں ریسرچ اسٹڈی سے مراد جس بات پر تحقیق کی جا چکی ہے اُس تحقیق میں اضافہ کرنا ہوتا ہے کیونکہ بدلتے زمانے کے ساتھ انسانی تقاضے بدلتے رہتے ہیں۔ ہر چیز میں تغیر وتبدل ہوتا رہتا ہے۔ ایک زمانے میں گنتی کے لئے Abacus سے کام لیا جاتا تھا۔ اُس کے بعد تکنیکی مشینوں کے نیپیر روڈز Napier Rods سے زیادہ تیزی سے جمع تفریق کی جا سکتی تھی۔

پھر الیکٹرک کی ایجاد کے ساتھ الکٹرو میکینکل مشین Mark-I جمع تفریق کے علاوہ ضرب اور تقسیم بھی تیزی سے کرنے لگی اور آج کمپیوٹر حیرت انگیز طور پر حسابی کاموں کو جو پہلے مہینوں میں ہوا کرتے تھے وہ معطیات یا ڈیٹا کا تجزیہ چند سیکنڈوں میں کر دیتا ہے۔ نئی ایجادات اور ذہنوں میں نئے مسائل کے حل کے لئے نئے افکار طلوع ہوتے ہیں۔ آج ہر مسئلہ عالمی مسئلہ بن جاتا ہے۔ یہ وحدتِ عالمِ انسانی کی فکر تمام اقوام و ملل کو متحد ہونے پر مجبور کر رہی ہے۔ اور اُس کا ثبوت اقوام متحدہ کا ادارہ ہے۔

اِس تحقیقی مقالے کا مقصد شہر کراچی میں بچّوں یا کم عمر جوانوں کے جرائم میں ملوّث ہونے کے اسباب کا جائزہ لینا ہے۔ نئے دور کی ٹیکنولوجی کے ساتھ جرائم کا بڑھتا ہوا رجحان نوعمر جوانوں کو برباد کر رہا ہے اس کے پیچھے کیا اسباب ہو سکتے ہیں۔؟ یہ اسباب نفسیاتی ' سماجی' معاشرتی بھی ہو سکتے ہیں اور یہ کہ وہ معصوم ہیں لیکن جیلوں میں سڑ رہے ہیں۔ بعض بچوں پر ایسے الزامات لگائے گئے ہیں جن کے بارے میں وہ کچھ نہیں جانتے لیکن کسی اور کے جرم کی سزا بھگت رہے ہیں۔ تحقیقی مواد اور معطیات کی روشنی میں تمام اسباب کا جائزہ لے کر اُن کے سدّ باب کے لئے سفارشات پیش کرنی ہیں:۔

۱۔ یہ جائزہ لینا کہ جیل میں بند ملزم یا مجرم بچّوں پر لگائے گئے الزامات کا اُن کی عمر سے کیا تعلّق ہے؟

۲۔ جب وہ پکڑے گئے تو کیا وہ اپنے والدین کے ساتھ رہتے تھے یا گھر سے بھاگے ہوئے تھے اور اسٹریٹ کرائم میں ملوّث تھے؟

۳۔ کیا وہ تعلیم حاصل کر رہے تھے یا غربت کی وجہ سے ماں باپ کا سہارا تھے؟

۴۔ کیا گھر یا اسکول میں مار پٹائی کی وجہ سے وہ گھر سے بھاگے اور مجبوراً اسٹریٹ کرائم میں ملوّث ہو گئے تھے؟

۵۔ اگر وہ مجرم قرار دے دیئے گئے ہیں تو اُس میں معاشرے کے افراد خصوصاً والدین' استاد اور ماحول کا کتنا ہاتھ ہے؟

۶۔ کیا غربت نے مجبور کیا کہ وہ جرم کرے اور اِس کا ذمّہ دار کون ہوگا؟

۷۔ کیا میڈیا: ٹیلیویژن' کمپیوٹر اور موبائل کا بچّوں کو خراب کرنے میں کوئی کردار ہے؟

۸۔ بچّوں کے لئے عالمی اور ملّی سطح پر مقرّر کی گئی سزاؤں کا جائزہ

۹۔ عدالت میں پیش کئے جانے کے قوانین اور کیا اُن پر عمل درآمد کیا جاتا ہے؟

۱۰۔ جیلوں میں اُن کے ساتھ کیسا سلوک کیا جاتا ہے؟

۱۱۔ کیا جیلوں میں اُن کے لئے مناسب سہولتیں موجود ہیں؟

بابِ دوّم

سابقہ تحقیقات پر مبنی مواد

جرائم کا تحقیقاتی پس منظر

انسانی تاریخ کی ابتدا میں چھوٹے چھوٹے خاندان پورے ارض خاکی پر بکھرے ہوئے تھے۔ پتھر کا دور تھا انسان غاروں میں رہتے تھے' پتھروں سے کھیلتے تھے' پتھروں سے آگ جلاتے تھے اور شکار کے لئے ہتھیار بھی پتھروں سے ہی بناتے تھے۔ انسان آپس میں لڑتے جھگڑتے تھے لیکن جرم کی اصطلاح اپنے عدم سے وجود میں نہیں آئی تھی۔ اور انسان اچھے یا برے اعمال کی تعریف سے ناواقف اور معلمین روحانی (پیغمبران عظام) کی تعلیم اور اُن کی روحانی تربیت کا محتاج تھا۔

چونکہ خدا نے انسان کو احسنِ تقویم میں خلق کیا ہے لھذا اس نے انسان کا مقصدِ تخلیق بھی دیگر عوالم کے مقابلے میں بہت احسن اور عظیم رکھا ہے مَن عرفه نفسه فقد عرف ربّه یعنی جس نے خود کو جان لیا اس نے خدا کو جان لیا۔ یقیناً خود انسان کیلئے خدا کو پہچاننا بہت مشکل بلکہ ناممکن تھا اور اب بھی ہے۔ خدا نے اپنی حکمت بالغہ کے ذریعے پیغمبروں کو بھیج کر انسان کی تعلیم و تربیت کا خود آغاز کیا کیونکہ اس کی ہستی ایک بے کنار سمندر کی مانند ہے جب کہ اُس کے مقابلے میں انسان کی حیثیت ایک قطرے سے بھی کم تر ہے۔ انسانی عقل محدود ہے اور ہستی باری تعالیٰ لامحدود ہے قرآن پاک کے بارے میں حضرتِ علی کرم اللہ وجہ کا قول ہے کہ تمام کتبِ مقدسہ قرآن مجید میں موجود ہیں اور تمام علوم کا سرچشمہ علمِ الٰہی ہے اسی لئے اِس تحقیقی مقالے کا ابتدائیہ قرآن مجید کی آیات سے مزیّن کیا گیا ہے۔

اس تحقیقی مقالے میں اُن اسباب کو تلاش کرنا ہے جن کی وجہ سے نوجوانوں میں بے راہ روی پیدا ہوتی ہے یا معاشرے کے کن برے رویّوں کی وجہ سے ان میں جرائم کا رجحان بڑھتا جا رہا ہے تا کہ اُن کے سدِ باب کے لئے تجاویز دی جاسکیں۔ نیز علم جرمیات میں جرم کا تاریخی پس منظر' جرائم کی اصطلاح کا آغاز اور ماضی اور حال کے مجرمین میں فرق اور مطالعہ جرم کے قواعد اور جرم کی قسموں کا احاطہ کیا گیا ہے۔ اس تحقیقی مقالے کیلئے

تجزیاتی عوامل کی فہرست اور مجرمین کی عمومی اقسام اور ان کی مختصر تعریفیں بیان کی گئی ہیں۔

جرم کی روح نافرمانی ہے۔ اگر کوئی خداوند تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اسنے ایسا جرم کیا ہے جو گناہ کے زمرے میں آتا ہے اور ایسے شخص کو اس مادّی حیات میں اور حیات بعد الممات میں بھی سزا ملے گی۔

۔قرآن پاک کی رو سے پہلی نافرمانی شیطان سے سرزد ہوئی اس نے حضرت آدم کو سجدہ کرنے یا ان کی اطاعت کرنے سے انکار کر دیا اور بارگاہ ایزدی سے ابدالآباد تک کے لئے نکال دیا گیا۔

۔دوسری غلطی خود حضرت آدم وحوّا سے سرزد ہوئی دونوں نے شیطان کے بہکانے پر خدا کے حکم کی نافرمانی کی اور ابھی وہ صاحب اولاد بھی نہ تھے کہ سزا کے طور پر جنّت سے نکالے گئے۔

۔تیسری غلطی بلکہ جرم حضرت آدم کے ایک جوان بیٹے سے سرزد ہوا اور اس نے اپنے بھائی کو قتل کر ڈالا۔ یہ پہلا قتل تھا جو ایک جوان سے سرزد ہوا تھا۔

جرائم کی بیشمار قسمیں ہیں اور ہر جرم کے مطابق اس کی سزا مقرّر رہے۔ بابائے جرمیات بکاریہ کے مطابق:

''ہر انسان اپنے اچھے یا برے فعل کا خود ذمّہ دار ہوتا ہے۔ جرم ایک غیر قانونی اقدام ہے اور جرم کے لئے مجرمانہ نیّت کا ہونا لازمی ہے۔ کیونکہ ایسا فعل جب تک کوئی مجرمانہ نیّت سے نہ کیا جائے تو وہ جرم کے دائرے میں نہیں آئیگا۔'' (۸) مارکیس دی بکاریہ

آدمی یا اولاد آدم اپنی تخلیق کے آغاز سے خطا' لغزش یا نافرمانی کا ارتکاب کرتا رہا ہے۔ حضرت آدم کی پیدائش پر شیطان نے تکبّر کیا' خدا کے حکم کی نافرمانی کی اور آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ آدم وحوّا نے تکبّر کے شجر ممنوعہ کا پھل کھا کر خدا کی نافرمانی کی۔ شریعت موسوی سے قبل بابل کے بادشاہ حمورابی کا دیا ہوا کوڈ (۱۷۵۰ قبل مسیح) مصری قانون میں تاریخ انسانی کی اہم دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ وہ پہلا ضابطہ قانون تھا جو ۱۹۰۲ء عیسوی میں دریافت ہوا اور جس کے ذریعے حکومت ومعاشرے کی تنظیم کی گئی اور اس قانون میں باقاعدہ طور پر جرم اور اس کی سزا کا باقاعدہ ذکر ملتا ہے۔ جس کے تحت آنکھ کے بدلے آنکھ' دانت کے بدلے دانت کا حکم

---

(۸) مارکیس دی بکاریہ 'Essay on crime & Punishment

تھا اور زانی اور زانیہ کو سزا کے طور پر پانی میں غرق کر دینا تھا۔ شریعت موسوی میں حمورابی کے قانون کی سختی پائی جاتی ہے۔ توریت کے دس احکام بہت مشہور ہیں۔

حضرت مسیح کے دور میں شریعت موسوی کے کچھ قانون نافذ رہے لیکن آپ نے اخوت و محبت کی تلقین فرمائی اور اپنے مذہب میں جرم کو اخلاقی و مذہبی خلاف ورزی قرار دیا اور سزا کے تصور میں اصلاح کے پہلو کی تاکید فرمائی۔

قرآن مجید فرقان حمید کی سورۂ مائدہ کی آیات ۲۸ تا ۳۱ (۹) میں تاریخ انسانی کے پہلے جرم یا گناہ کبیرہ کا ذکر یوں کیا گیا ہے کہ:

"آدم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں کا صحیح واقعہ انہیں سنادو۔ دونوں بیٹوں (قابیل اور ہابیل) نے ایک قربانی یا نذرانہ پیش کیا۔ ان میں سے ایک کی قربانی یا نذر قبول کر لی گئی اور دوسرے کی مقبول نہ ہوئی تو اس نے یعنی قابیل نے ہابیل سے کہا کہ میں تجھے مار ڈالوں گا. ہابیل نے کہا اللہ تعالی صرف متقی لوگوں کا عمل قبول کرتا ہے۔ تو مجھ پر قتل کے لئے ہاتھ اٹھا سکتا ہے لیکن میں تجھ پر قتل کی نیت سے ہاتھ نہیں اٹھا سکتا۔ میں تو تمام جہانوں کے پروردگار سے ڈرتا ہوں بے شک میں تو یہ چاہتا ہوں کہ تو میرے اور اپنے گناہ کے ساتھ دوزخیوں میں شامل ہو جائے۔ اور ظالموں کے لئے ایسی ہی سزا مقرر ہے۔ پس قابیل نے اپنے نفس کے اکسانے پر اپنے بھائی کو قتل کر دیا اور خسارہ پانے والوں میں شامل ہو گیا۔" (۹) سورۂ مائدہ کی آیات ۲۸ تا ۳۱ کا اردو مفہوم

صحیح بخاری کے مطابق قابیل نے سب سے پہلے ناحق قتل کے جرم کی ابتدا کی تھی۔ قرآنی اصطلاح میں نواہی یعنی جن افعال کے ارتکاب سے خدا نے منع فرمایا ہے اور انہیں گناہ قرار دیا ہے۔ ان میں چار گناہ کبیرہ یہ ہیں:

۱۔ قتل کرنا،
۲۔ خدا کے کاموں میں کسی کو شریک ٹھہرانا،
۳۔ ماں باپ کی نافرمانی کرنا
۴۔ جھوٹ بولنا یا جھوٹی گواہی دینا

---

(۹) سورۂ مائدہ کی آیات ۲۸ تا ۳۱ کا اردو مفہوم

سادہ الفاظ میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ جو کام خدا کو ناپسند ہیں اور جنہیں کلام الٰہی میں ممنوع قرار دیا گیا ہے اور ان کے لئے سزا رکھی گئی ہے۔ ایسے کاموں کو نواہی کہتے ہیں اور جن کاموں کو کرنے کا وحی الٰہی کے ذریعے حکم دیا گیا ہے انہیں اوامر کہتے ہیں۔ چشم باطنی سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ دنیاوی قوانین کا سرچشمہ درحقیقت قوانینِ الٰہیہ ہی ہیں۔ نیکی اور بدی یا اچھے اور برے کاموں میں تمیز کا معیار بھی احکام الٰہی کی بنیاد پر مقرر کیا گیا ہے۔ اس بات میں شک نہیں کہ انسان شریعت اللہ ہی کے ذریعے گناہ یا جرم کی نوعیت کے بارے میں آگاہ ہو سکا ہے۔ قرآن مجید میں صُحف وزُبر کے علاوہ جن مقدّس کتب کے حوالے ملتے ہیں ان میں حضرت موسیٰ پر منزلہ کتاب توریت سب سے مقدّم ہے۔

شریعتی قوانین کا مقصد ہر دور میں خاندان کے افراد، حکومت اور انسانوں میں باہمی تعلقات میں امن و امان کا قیام رہا ہے۔ توریت کے باب خروج میں آیات ۲۰ تا ۲۳ میں:

> ''افراد کے خلاف جرائم، والدین کی عزت اور انکی فرمانبرداری، شادی کے متعلق ہدایات، معاشرتی زندگی کے خلاف جرائم، حیوانات کے ساتھ سلوک، حکومت کے خلاف جرائم اور جرائم کی سزا کے متعلق احکامات ملتے ہیں۔ (۱۰) توریت: باب خروج میں آیات ۲۰ تا ۲۳

جرائم کی طرف رجحان کا مفہوم:

انسانی تاریخ کے آغاز میں بکھرے ہوئے چھوٹے چھوٹے خاندان ہر طرح کے وسائل آمدورفت سے محروم تھے۔ تہذیب کا سورج ابھی طلوع نہیں ہوا تھا دور ظلمت میں انسانی عقل صرف عالم جمادیا پتھروں کے دور میں تھی اور ہر کام پتھروں سے انجام دینے والوں میں پتھر کی طرح سخت قوانین موجود تھے جو آج کے سماجی قوانین کے مقابلے میں زیادہ مؤثر تھے۔ ان میں ماورائی اور ان دیکھی قوتوں کا خوف موجود تھا اور جس کی وجہ سے وہ جرم کرنے سے ڈرتے تھے شادی بیاہ کے رسوم کی خلاف ورزی کرنا جرم تھا۔ بزدل ہونا جرم تھا اسی طرح زنا، جادوٹونا وغیرہ کا شمار جرائم میں ہوتا تھا۔

---

(۱۰) توریت: باب خروج میں آیات ۲۰ تا ۲۳

ایک مشہور ماہر نفسیات کے مطابق:

'بچہ ابتدائی پانچ سالوں میں اپنی شخصیت مکمل کر لیتا ہے لھذا بچے کی زندگی میں یہ پانچ سال بہت اہم ہوتے ہیں'۔

بچوں کے کچھ ماہر نفسیات ۱۲ سال کی عمر تک کے بچوں کے ذہن کو ناپختہ سمجھتے ہیں۔ جبکہ بعض کے نزدیک پختگی یا بلوغت کی عمر ۱۵ سال ہے۔ انسان کے بچپن کے دور کی مدت پر اختلاف کی فہرست کافی طویل ہے۔

معروف شاعر حکیم نظامی کے مطابق سات سال تک کا بچہ باغ میں کھلنے والے پھول کی مانند ہوتا ہے لیکن جب وہ ۱۴ سال کا ہو جاتا ہے تو اسے خبردار کیا جاتا ہے کہ اب کھیل کود کا وقت گذر چکا اور ان ایام کا آغاز ہو گیا ہے جن میں اسے کوئی ہنر سیکھنا چاہیئے۔

بچہ اپنی پیدائش میں معصوم فطرت کا حامل ہوتا ہے۔ لاچار ہوتا ہے اور ہر کام کے لئے ماں، باپ یا بہن بھائی کا محتاج ہوتا ہے۔ وہ اپنی ضرورتوں یا تکالیف کا اظہار بھی نہیں کر سکتا لیکن بچپن کے اس دور میں خدا نے بڑی حکمت رکھی ہے۔ اگر اس عمر میں بچہ ماں باپ کی تعلیم و تربیت سے محروم رہ جائے تو اسکی پوری زندگی اس کے لئے ایک عذاب بن جاتی ہے۔ کیونکہ یہی وہ وقت ہوتا ہے جب بچے کو صحیح راہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اُس کو عقلی اور جسمانی طور پر مضبوط ہونے کے لئے ذہنی اور جسمانی غذا کی ضرورت ہوتی ہے۔ کیونکہ جو بچے اپنی زندگی کے ابتدائی ایام میں اخلاقی تعلیم و تربیت اور اچھی صحت سے محروم رہے ہوں تو اُن سے اخلاقی گراوٹ کے افعال سرزد ہونا لازم ہیں اور ایسے افعال بے راہ روی کے زمرے میں آئینگے اور جو بڑھ کر جرم کی شکل اختیار کر سکتے ہیں اور اُسے عادی مجرم بنا سکتے ہیں۔

جرم کی تعریف اور جرمیات کا مفہوم

''جرم (Crime) عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب تقصیر، گناہ، خطا، نافرمانی یا ریاستی قانون کی نظر میں قابل سزا فعل ہے''۔ (فیروز اللغات فیروز سنز ص ۴۵۶) (۱۱) ویسے عربی زبان میں لفظ جرم، ظلم اور گناہ کے

---

(۱۱) فیروز اللغات فیروز سنز ص ۴۵۶

معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ جو جرم کرتا ہے وہ مجرم کہلاتا ہے۔ مختصر الفاظ میں جرم ایک غیر قانونی اور قابل سزا اقدام یا فعل کو کہتے ہیں۔

لفظ جرم سے ہی علم جرمیات نکلا ہے۔ جرمیات کا علم اس بات کا جائزہ لیتا ہے کہ: مجرم کے جرم کی نوعیت کیا ہے؟ مجرمین کے لئے قانون سازی، جرائم کی اقسام اور ان کے لئے سزا کا تعین، جیلوں میں مجرمین کے ساتھ سماجی درجہ بندی کے لحاظ سے برتاؤ، نیز قید و بند اور مجرمین پر سزاؤں کے اثرات اور نفسیاتی اعتبار سے ان کے کردار کا جائزہ لینا بھی شامل ہے۔

☆ قرآن مجید کی سورۃ البقرہ کی آیات ۳۰ تا ۳۹ (۱۲) میں حضرت آدم کو زمین پر خلیفہ بنائے جانے، شیطان کی نافرمانی اور راندہ درگاہ ہونے نیز حضرت آدم و حوا کی تقصیر یا خدا کے حکم کی نافرمانی اور قرب الٰہی کی جنّت سے محرومی کا ذکر ملتا ہے۔ خدا کی نافرمانی کی شکل میں پہلا جرم ابلیس سے سرزد ہوا جو معلّم الملکوت کہلاتا تھا اس نے خداوندِ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کی جس کی وجہ سے وہ ابدالآباد تک کے لئے کفر یا انکار کرنے والوں کی سزا کا مستحق قرار پایا۔

☆ خدا کی نافرمانی کا دوسرا جرم حضرت آدم و حوا سے سرزد ہوا۔ شیطان کے بہکانے میں آ کر انہوں نے نافرمانی کے درخت کا پھل چکھا اور سزا کے طور پر قرب الٰہی کی جنت سے محروم ہو گیا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم کا ایندھن بن جاتا ہے۔

☆ تیسرا جرم حضرت آدم کے دو بیٹوں ہابیل اور قابیل سے سرزد ہوا جسکا ذکر سورہ مائدہ کی آیات ۲۷ تا ۲۹ (۱۳) میں کیا گیا ہے۔ جس میں ایک بھائی نے اپنے دوسرے بھائی کو اس لئے قتل کر ڈالا تھا کہ اس کی قربانی قبول نہیں ہوئی تھی اور اس ظلم کے سبب وہ زیاں کاروں میں شامل ہو گیا۔

مذکورہ بالا آیات کے مفہوم کی روشنی میں یہ بات وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ تمام قوانین دراصل قوانین الٰہی کے پرتو میں وضع کئے جاتے رہے ہیں۔

---

(۱۲) القرآن۔ سورۃ البقرہ کی آیات ۳۰ تا ۳۹

(۱۳) القرآن: سورہ مائدہ کی آیات ۲۷ تا ۲۹

ا۔ جرم کا اسلامی تصوّر:

شریعت اسلامیہ کے نقطہ نظر سے جرم کی تعریف یہ ہے کہ: "ایسی شرعی ممانعتیں جو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں مقرر فرمائی ہیں اور جنکے کرنے پر 'حد' یا تعزیر کا اطلاق ہوتا ہو وہ جرم کہلائیگا"۔ قرآن پاک کی سورۂ زخرف کی آیت ۷۴(۱۴) میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ: **ان المجرمین فی عذاب جھنم خلدون o** یعنی بیشک مجرمین جھنم کے عذاب میں رہینگے۔ نیز قرآن پاک میں مجرمین کا ذکر بقول امام ابوالحسن الماوردی الاحکام السلطانیہ ص۱۹۲(۱۵) زبان عربی میں لفظ جرم تعدّی (ظلم) اور ذنب (گناہ) کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

قرآن پاک کی کئی دیگر آیات میں جرم اور مجرمین کا ذکر آیا ہے:

ا۔ سورۂ یونس...... آیت ۸۲ ۲۔ سورۂ ہود...... آیت ۳۵ ۳۔ سورۂ انعام...... آیت ۴۷

۴۔ سورۂ زخرف...... آیت ۷۴ ۵۔ سورۂ مریم...... آیت ۴۵ ۶۔ سورۂ رحمٰن...... آیت ۴۱

امام علی الماوردی نے جرم کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے کہ:

"جرم وہ ہے جو شرعاً ممنوع ہو۔ جس کے ارتکاب سے منع کیا گیا ہو اور اس کے ارتکاب پر حد یا تعزیر ہو"۔(۱۶)

مشہور عرب فلسفی خلیل جبران کی فکر کے مطابق:

"جرم حاجت پوری کرنے کا دوسرا نام ہے یا مرض کی کوئی صورت ہے"۔(۱۷)

ب۔ جرم کا مغربی تصوّر:

انگریزی زبان میں جرم کو کرائم یا آفنس کہتے ہیں۔ فارانی کی قانونی لغت کی رو سے جرم قابل سزا ہے۔ واجب التعزیر یا خطا ہے۔ جرمیات کے جدید نظریات کے بانی یا بابائے جرمیات مارکیس دی بکاریہ نے ۱۸ویں صدی کے وسط میں کلاسیکی نظریہ جرم پیش کر کے جرمیات میں ایک نئے دور کا آغاز کیا۔ بکاریہ نے ۱۷۶۴ء میں

---

(۱۴) سورۂ زخرف کی آیت ۷۴

(۱۵) امام ابوالحسن الماوردی الاحکام السلطانیہ ص۱۹۲

(۱۶) امام ابوالحسن الماودی الاحکام السلطانیہ ص۲۹۶

(۱۷) خلیل جبران

میں جرمیاتی عدل میں اصلاحات پر بہت موثر کتاب لکھی اور جسمانی اذیّت اور خفیہ عدالتی کاروائی کی شدید مذمت کی۔ انسانی افعال میں توہم پرستی کے تمام نظریات کو مسترد کرتے ہوئے انسان کی اپنی مرضی کو جرم کی بنیاد قرار دیا۔ بکاریہ کے مطابق:

''ہر انسان اپنے ہر اچھے یا برے عمل کا خود ذمہ دار ہوتا ہے۔ جرم ایک غیر قانونی اقدام ہے۔ جرم کے لئے مجرمانہ ذہنیت کا ہونا لازمی امر ہے۔ کیونکہ جب تک کوئی جرم مجرمانہ نیت سے نہ کیا جائے تو وہ جرم کے دائرے میں نہیں آئیگا۔'' (۱۸)

اپنی کتاب کے صفحہ ۱۰ پر جرم کی تعریف کرتے ہوئے پال ٹپان لکھتا ہے:

'حیات انسانی میں انجام دیا گیا کوئی بھی فعل خواہ وہ کتنا ہی نازیبا کیوں نہ ہو اس وقت تک جرم قرار نہیں دیا جاسکتا جب تک کہ اسے کسی مروجہ قانون کے تحت ممنوع اور قابل جرم قرار نہ دیا گیا ہو اور اس پر سزا کا تعین نہ کیا گیا ہو' (۱۹)

۱۔ 'جرم وہ فعل ہوگا جو قانون کی نگاہ میں قابل سزا ہو اور مجرم وہ ہے جو از روئے قانون کسی امتناعی فعل کا مرتکب ہوا ہو اور معاشرے کے لئے نقصاندہ ہو' (۲۰) ایم پی ٹینڈن

۲۔ جرم ایک دانستہ فعل ہے جو معاشرے کیلئے نقصاندہ تصور کیا جاتا ہے اور خاص طور پر فوجداری قانون کے تحت ممنوع یا قابل سزا ہو۔ (۲۱) انسائیکلوپیڈیا آف برٹینیکا

۳۔ "جرائم" معاشرتی معیارات پر پورے نہ اترنے والے وہ ناپسندیدہ افعال ہیں جن سے معاشرے کا امن و اور سلامتی متاثر ہوتے ہیں۔ (۲۲)

Ruth Kevan, Criminology, (1935) Page -74

۴۔ جرم وہ فعل یا ترک فعل ہے جو رائج الوقت قانون کے منافی ہو اور اور اس کی سزا مقرر ہو۔ انسائیکلو پیڈیا آف امریکا (۲۳)

---

(۱۸) بکاریہ (۱۹) پال ٹپان

(۲۰) جیورس پروڈنس از ایم پی ٹینڈن ص ۳۲۵ (۲۱) انسائیکلو پیڈیا آف برٹینیکا جلد سوم ص ۳۶۷

Ruth Kevan, Criminology,(1935) Page -74(۲۲)

(۲۳) انسائیکلو پیڈیا آف امریکا جلد ہشتم ص ۹

۵۔ جرمیات کے مفکر سوئی ٹائٹس ریڈ نے جرم کی تعریف کو مشکل قرار دیا ہے ان کے کہنے کے مطابق 'جرم کی تعریف کیلئے ہر فرد کو اپنے ذہن میں جرم کی نوعیت کا مطالعہ کرنا ہوگا کہ ایسا فعل جرم کی دائرے میں آتا ہے کہ نہیں' (۲۴)

جدید سائنسی جرمیات کی داغ بیل ڈالنے کا سہرا تین اطالوی ماہر جرمیات کیسیئر لومبروسو' این ریکو فیری اور گرافائیل گاروفیلو کے سر ہے۔ گرافائیل اور ایزیکو نے بھی لمبراسو کے خیال کی تائید کی ہے۔ اٹلی کے مشہور ڈاکٹر لمبراسو کے خیال میں:

''جرم' جرائم پیشہ افراد کی ذہنی' ماڈی اور حیاتیاتی مادہ کی ضرورت کی وجہ سے سرزد ہوتے ہیں۔'' (۲۵)

اسٹیفن شیفر کے مطابق:

'جرم' معاشرتی ارتقاٗ کے ساتھ جنم لیتا ہے۔ معاشرے کے اچھے اور برے پہلوؤں میں سے مجرم اپنی پسند سے غلط راستہ اپنا لیتا ہے۔ مجرم کی مجرمانہ سوچ اور حیاتیاتی مادہ ہی مجرم کو جرم کرنے پر اکساتا ہے۔'' (۲۶)

نیو جرسی کے ہنری گوڈریڈ اور فیوڈ نے جرم کے ارتکاب کی بنیاد ضعف دماغ' وہم اور نفسیاتی دباؤ کو قرار دیا ہے۔ کارل فارکس' ور انجلز کے مطابق جرم' اقتصادی نظام کی خرابی اور دولت کی غیر منصفانہ تقسیم کی وجہ سے وقوع پذیر ہوتے ہیں۔

جرمیات کا مفہوم۔

جرمیات ایک سائنسی مطالعہ ہے جسکا تعلق انسداد جرائم کی ترویج و ترقی ہے جو تجربات و مشاہدات پر مبنی ہوتا ہے۔

''علم جرائم یا جرمیات وہ علم ہے جو جرم اور مجرم کا قانونی، معاشرتی، اقتصادی اور نفسیاتی لحاظ سے جائزہ لیتا ہے جبکہ اس علم میں قانون ساز اداروں کی قانون سازی، قانون شکنی، عدالتی نظام، سزاؤں کا نظریہ' سزا کے بعد

---

(۲۴) سوئے ٹائی ٹس ریڈ، کرائم اینڈ کرمنالوجی ص ۶

(۲۵) ڈاکٹر لمبراسو۔ کولیر انسائیکلوپیڈیا...... جرمیات...... ص ۵۶۴

(۲۶) اسٹیفن شیفر۔ تھیوریز ان کرمنالوجی ص ۱۸۳

مجرموں سے برتاؤاور مجرموں پر سزاؤں کے نفسیاتی اعتبار سے مرتبہ اثرات وکردار کا عمل ورد عمل اور وہ تمام مجموعی عوامل شامل ہوتے ہیں جو مجرم کی زندگی پر براہ راست اثر انداز ہوتے ہیں نیز جرائم اور مجرمین , جرائم کے واقعات ,مجرموں کی شخصیت وحالات زندگی اور حادثے میں زخمی یا مرنے والے افراد کا مطالعہ بھی کیا جاتا ہے اور اس کے دو حصے ہوتے ہیں۔ (الف) پینالوجی (ب) کرمنالوجی یا ایٹالوجی۔ "(۲۷)

(الف) پینالوجی: علم تعزیرات یا پینالوجی کے تحت مختلف جرائم کے اسباب وعلل کو جاننے اور مجرمین کے لئے سزاؤں' ان کیلئے مخصوص قید خانوں کے انتظام نیز مضروب کو ہرجانہ یا حق دلانے کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔اس کے علاوہ اس علم کے ذریعہ عدل واحتساب کے نظاموں اور ضابطہ کی کاروائیوں کے طریقہ کار کا مطالعہ بھی کیا جاتا ہے۔

(ب) کرمنالوجی: جرمیات یا کرمنالوجی کے ذریعہ ایسے جسمانی' سماجی' نفسیاتی' اور حیاتیاتی عوامل کا تحقیقی اور تجزیاتی مطالعہ کیا جاتا ہے جن کی وجہ سے جملہ جرائم جنم لیتے ہیں یا جو کسی شخص کو مجرم بنانے کا باعث بنتے ہیں۔اس تجزیہ میں جرمیات کے ماہرین کی تجرباتی آرا کو پیش نظر رکھتے ہوئے نتائج مرتب کئے جاتے ہیں اور پھر نتائج کے معاشرے پر اثرونفوذ کے حصول کے لئے مددگار عوامل کا جائزہ بھی لیا جاتا ہے۔

سادہ الفاظ میں جرمیات کے علم سے مراد:

۱۔ جرائم کی حقیقت سے آگاہی اور ان کی روک تھام کرنا

۲۔ سزا کے قوائد وضوابط اور اس میں موجود خامیوں پر تعمیری بحث کرنا

۳۔ جرم کے اسباب کی روشنی میں مجرموں کی اصلاح یا ذہنی بیمار مجرموں کے علاج جیسے معاملات پر غور کرنا ہے۔

مخصوص معنوں میں جرمیات کے علم کا مقصود ومنشأ جرائم کی تشریح کرنا اور مطالعہ جرم کے قواعد پر بحث کرنا ہے اس لحاظ سے کرمنالوجی یا جرمیات کا ایک تعلق تعزیرات سے بھی ہے۔جرمیات کے تحقیقی مطالعہ کے

---

(۲۷)(انسانی معاشرہ وجرائم ,سید اظہار حیدر رضوی ,ص ۳۴۰)

لئے درج ذیل تجزیاتی عوامل سے مدد لی جاتی ہے:

۱۔ ملک بھر میں مختلف اقسام کے جرائم کے اعداد و شمار حاصل کرنا

۲۔ مجرموں کی انفرادی اور شخصیاتی کردار کا تجزیہ اور اس کے ساتھ ساتھ ان کی نسلی اور خاندانی حیاتیات کا مطالعہ کرنا

۳۔ جرائم کے اسباب اور عوامل کا عمیق مطالعہ کرنا

۴۔ مجرموں کی مختلف اقسام کا باہمی موازنہ کرنا

۵۔ مجرموں کے کردار کے احتساب کے لئے قانونی نکات پر تعمیری نکتہ نظر سے جائزہ لینا اور مؤثر عادلانہ اصولوں کی بنیاد پر اصلاحی تجاویز مرتب کرنا۔

ماضی اور دور حاضر کے مجرمین میں فرق:

بچپن میں جرائم کی جو کہانیاں سنیں یا کہانی کی کتابوں میں چور ڈاکوؤں کی جو تصاویر دیکھیں تو ہمارے ذہن میں یہ بات رچ بس گئی تھی کہ مجرم لمبا تڑنگا اور بڑی بڑی موچھوں والا ہوتا ہے جس کی آنکھوں سے خون ٹپکتا ہے اور جس کا نام لیکر بچوں کو ڈرایا جاتا تھا۔ لیکن دور حاضر کے مجرموں کی شکل وصورت وضع قطع رہن سہن اور عادات واطوار سے معاشرے کے معزز شہری لگتے ہیں۔ بڑے بڑے سیاستدان وڈیرے اور جاگیردار ہر ملک میں سب سے بڑے لیکن سفید پوش مجرم ہوتے ہیں اور سارے جرائم پیشہ افراد اُن کے زرخرید غلام ہوتے ہیں۔ پیشہ ور افراد جرم کرتے وقت پکڑے جاتے ہیں اور چھڑا لئے جاتے ہیں اور اصل مجرم معزز ہی رہتے ہیں۔ انسانی تاریخ گواہ ہے کہ آج تک دنیا کے کسی بھی ملک میں معاشرے کو جرائم پیشہ افراد سے پاک نہیں کیا جاسکا۔ نئی ایجادات اور نئے نئے ہتھیاروں کی وجہ سے جرائم کی جدت میں بھی اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ اور مجرموں میں روائتی قسم کے غریب ہی ملتے ہیں جنکا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا جوانا ڑی نا تجربہ کار یا لاوارث ہوتے ہیں اور جنہیں عمر قید سے زیادہ لمبی سزا کاٹنے کے باوجود جیلوں میں رہنا پڑتا ہے۔ (۲۸)

مفہوم: معاشرہ اور جرائم اس سید اظہار حیدر رضوی ایڈووکیٹ

(۲۸) مفہوم: معاشرہ اور جرائم از سید اظہار حیدر رضوی ایڈووکیٹ

کہتے ہیں قانون اندھا ہوتا ہے۔ مذکورہ بالا بڑے مجرمین اپنی ناجائز دولت کے بل بوتے پر اچھا وکیل کر کے مجرموں کو چھڑوا لیتے ہیں بلکہ عدالت عالیہ اور صدر مملکت جس کو چاہیں معاف کر دیں ان سے کوئی باز پرس نہیں کی جا سکتی بلکہ قاتل، چور اور ملک کی دولت لوٹنے والوں کو اعلیٰ عہدوں کی پیش کش کی جاتی ہے۔ مجرم کا کیس لڑنے والا وکیل روزی کی خاطر (آجکل لوٹ کھسوٹ کی حد تک) غریب اور مظلوم شخص کو مجرم ثابت کرنے میں فخر محسوس کرتا ہے اور وکیل اور جج دونوں اس گناہ کیلئے بہت بڑی رقم بھی کما لیتے ہیں۔ بس چاہتے ہیں کہ دنیا سنور جائے آخرت میں تو اللہ بہت غفور الرّحیم ہے۔

سادہ لوح عوام کو یہ غلط فہمی ہے کہ پولیس صرف مجرموں کو پکڑتی ہے۔ جبکہ اخبارات کی خبریں گواہ ہیں کہ سیاستدانوں، وڈیروں اور جاگیرداروں کے بعد جرائم کو پالنے میں خود پولیس بہت اہم کردار ادا کرتی ہے۔ ان کا برتاؤ غریب طبقے کے بے گناہ مظلوم مجرم کے ساتھ بہ نسبت اعلیٰ طبقے سے تعلق رکھنے والے مجرمین کے بہت مختلف ہوتا ہے۔ ان کے لئے اے کلاس اور بی کلاس جیلیں ہوتی ہیں۔ ہر طرح کی آسائش مہیا ہوتی ہے اور جیلوں میں ایسے مجرم بڑے مجرموں کے خادم کہلاتے ہیں۔ اصولاً قانون کی نظر میں سب کے ساتھ ایک جیسا سلوک کیا جانا چاہئے۔

مطالعہ جرم کے قواعد:

کرمنالوجی یا جرمیات کے ماہرین نے جرائم کے مطالعہ کے لئے جو عام فہم اصول مقرر کئے ہیں ان کی روشنی میں:

(الف) مجرموں کے نسلی و خاندانی پس منظر کا مطالعہ کرنا اور ان کی پیشہ ورانہ زندگی نیز ان کے سیاسی و مذہبی عقائد کے تجزیاتی مطالعہ کی روشنی میں اعداد و شمار مرتب کرنا

(ب) سزا یافتہ اور گرفتار شدہ مجرمین کے گرفتار ہونے کی وجوہات جاننا۔

یوں تو مجرمین کی کئی اقسام بیان کی گئی ہیں لیکن معروف قسمیں درجِ ذیل ہیں:۔

ا۔اتفاقی مجرم

ایسے مجرموں کو موقتی مجرم یا شاذ و نادر جرم کرنے والا مجرم بھی کہا گیا ہے۔ایسے ملزم عام طور پر معاشرہ کے اصول ضوابط کے پابند ہوتے ہیں لیکن کسی معمولی بات کی وجہ سے یا لاشعوری طور پر کوئی جرم کر بیٹھتے ہیں جو معمولی نوعیت کا ہوتا ہے۔مثلاً ٹریفک قانون کی خلاف ورزی یا زندگی کے کسی پہلو سے تنگ آ کر کوئی جرم کر بیٹھتے ہیں۔غرض یہ کہ یہ لوگ جرم کسی ضرورت' خواہش یا احساس برتری کے لئے کرتے ہیں۔ایسے مجرم اخلاقی تربیت یا ایک تنبیہ سے راہ راست پر آ جاتے ہیں۔البتہ اگر سختی سے کام لیا جائے تو ضِد ان کو بڑا مجرم بھی بنا سکتی ہے۔

۲۔عادی مجرم

عادی مجرمین جیل کو اپنا گھر سمجھتے ہیں۔مجرمانہ ذہنیت ان کے ذہن میں اتنی رچ بس جاتی ہے کہ اس میں سے اخلاقی قدریں ختم ہو جاتی ہیں۔بعض اوقات ان کے جرم کی وجہ کوئی بری عادت ہوتی ہے جو قانون کی نظر میں جرم کہلاتی ہے۔مثلاً اپنا نشہ پورا کرنے کے لئے ہیروئنچی چوریاں کرتے ہیں یا کسی اور قسم کے نشے کے لئے وہ کوئی جرم کرتے ہیں تا کہ اتنی رقم مل جائے کہ وہ اپنا نشہ پورا کر سکیں۔چرسی' افیونچی' شرابی قسم کے لوگ جو کام سے کام رکھتے ہیں اور اپنی دنیا میں مست رہنا چاہتے ہیں۔ان میں جواری' طوائفیں' مذہبی اور جنسی جنونی بھی شامل ہیں۔

۳۔پیشہ ور مجرم:

یہ لوگ ایسے مجرم ہوتے ہیں جو تنہا' گروہ کی شکل میں یا سفید پوش مجرم ہوتے ہیں۔یہ لوگ نت نئے طریقوں سے جرم کرتے ہیں اور بلا تخصیص امیر ہو یا غریب سب کو مجبور کر کے مال کماتے ہیں اور عیاشی کی زندگی بسر کرتے ہیں۔قانون نافذ کرنے والے اداروں اور بڑے بڑے سرکاری افسران سے ان کے اچھے تعلقات ہوتے ہیں۔یہ لوگ تنہا یا گروہ کی شکل میں کسی بھی قسم کا ایسا گھٹیا کاروبار بھی کر سکتے ہیں جس سے ان کو اچھی آمدنی کی امید ہو۔گروہ کی شکل میں گھناؤنا کاروبار کرنے کیلئے یہ لوگ غیر ملکی جرائم پیشہ لوگوں کے ساتھ گٹھ جوڑ کر کے ملک کو نقصان پہنچانے تک سے باز نہیں آتے۔۔ہم ان کو کالا دھندہ کرنے والا بھی کہہ سکتے ہیں۔ یہ ملک کے

بڑے لوگ ہوتے ہیں جن کے پاس پہلے ہی سے دولت کی ریل پیل ہوتی ہے لیکن دولت کی ہوس اُن کو جرم کے گڑھے میں لے جاتی ہے۔ یہ لوگ اپنی سماجی یا سیاسی حیثیت کا بھرپور فائدہ اٹھاتے ہیں۔ غنڈوں کو پالتے ہیں۔ بلیک میلنگ کرتے ہیں۔ سرکاری مال ہضم کر جاتے ہیں۔

۴۔ خطرناک مجرم

ایسے مجرم جو قتل و غارت گری کے لئے مشہور ہوں۔ ایسے ڈاکوؤں کے گروہ جو آئے دن لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارتے رہتے ہوں اور جنکا پولیس اور قانون کچھ نہ بگاڑ سکتا ہو۔ جو اندرون ملک گاؤں اور دیہات کے لوگوں سے بھتہ وصول کر کے عیش کی زندگی گزارتے ہوں یا بڑی رقموں کے عوض لوگوں کو قتل کروانے کا کام کرتے ہوں۔

۵۔ نوجوان مجرم:

ماہرین جرمیات کے مطابق ایسے کم عمر مجرم جو جوش و جوانی کی وجہ سے جرم کا ارتکاب کریں وہ نوجوان مجرم کہلاتے ہیں یعنی ۱۲ سے ۲۵ سال تک کی عمر کے جوان جو کہ بعد از بلوغت جملہ شعوری کیفیات کے ساتھ ایسے مجرمانہ افعال انجام دیں جو کہ قانون کی زد میں آتے ہیں۔

۶۔ معصوم مجرم:

جیل سے مجرم بچوں کے کوائف جمع کرنے اور جیل کے دورے کے دوران معصوم مجرموں سے سے ملنے کے بعد یہ انکشاف ہوا کہ اُن کو یہ تک معلوم نہیں کہ انکا جرم کیا ہے۔ وہ کب جیل آئے اور کیوں آئے۔ تین بچیوں کی ماں کو منشیات کی اسمگلنگ کے الزام میں پکڑا گیا اور کئی سال سے وہ جیل میں ہے جبکہ انکا باپ موجود ہے لیکن وہ کسی طرح کی ذمہ داری لینے کے لئے تیار نہیں ہے۔

ہمارے مقالے کے موضوع کا تعلق بنیادی طور پر مذکورہ بالا کم عمر جوان مجرموں سے ہے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ جب جرم کے آغاز میں ننھے مجرموں کو جیل بھیج دیا جاتا ہے یا ان کی اصلاح کی کوشش نہیں کی جاتی تو جیل سے باہر آنے کے بعد وہ اپنی جیل میں جرم کی تربیت کی مشق کرتے کرتے بڑے مجرم بن جاتے ہیں۔

ایک حقیقت جیلوں میں قیدیوں سے ملنے کے بعد یہ بھی سامنے آئی کہ جن مجرموں کے لئے جیلیں بنائی جاتی ہیں یا جن مجرموں کو جیل کے اندر پایا جانا چاہئے وہ جیل میں بہت کم دیکھنے میں آتے ہیں۔ جیل میں پائے جانے والے قیدیوں کی تقسیم بندی کی جائے تو پتہ چلتا ہے کہ قتل کے مجرموں کی ذہنیت قاتلانہ نہیں تھی لیکن مجروح جذبات 'اشتعال' نفرت و رقابت 'انتقام نے انہیں اکسایا اور جیل جا کر وہ پچھتائے۔

۷۔ کمسن مجرم:

زیر نظر مقالے کے عنوان کا تعلق چونکہ پاکستان میں مجرم بچّوں سے ہے اسی لئے اس باب میں بچّوں کے جرائم میں ملوث ہونے یا انکی جرائم کے اسباب پر زیادہ غور و فکر کیا جائیگا۔ البتہ چونکہ موضوع کا تعلق جرائم سے ہے لھذا ماہرین جرمیات کی مختلف قسم کے جرائم کے بارے میں آراسے گل چینی بھی کی گئی ہے اور مختصر تعارفی کلمات کا اضافہ کیا گیا ہے۔

سوئی ٹائیٹس ریڈ کمسن مجرم کی تعریف بیان کرتا ہے جس کا لب لباب یہ ہے کہ کمسن مجرم سے مراد وہ مجرم ہے جس کو احتلام ہونا شروع نہ ہوا ہو اور مجرمہ سے مراد جس کو حیض آنا شروع نہ ہوا ہو۔ نیز ماہرین جرمیات کے مطابق ایسا مجرم جو کمسنی کے باعث جرم کے فعل کی ماہیت سمجھنے سے قاصر ہو کمسن مجرم کہلائے گا۔ مثلاً سات سال سے کم عمر کے بچے کم سنوں کی صف میں شمار ہوں گے۔ مثلاً اگر ایک کمسن عمر کا بچہ جس کی عمر ۴۔۷ سال ہو اور وہ اپنے باپ کو قتل کردے تو اسے جرم کا مرتکب قرار نہیں دیا جائیگا۔ کیونکہ وہ اس عمر میں اپنے اس فعل کی ماہیت کو سمجھنے سے قاصر ہوگا۔ (۲۹) سوئی ٹائیٹس ریڈا۔ کتاب کرائم اور کرمنالوجی

---

(۲۹) سوئی ٹائیٹس ریڈا۔ کتاب کرائم اور کرمنالوجی

۸۔نابالغ مجرم:

ماہرین جرمیات کے مطابق ایسے مجرم جو بظاہر نابالغ ہوں لیکن کسی مروجہ قانون کے تحت بالغ قرار دیئے گئے ہوں اور اپنے مجرمانہ فعل کی ماہیت کو سمجھنے کے قابل ہوں مثلاً سات سال سے لیکر بارہ سال تک یا اس سے زیادہ عمر کے بچے نابالغ مجرم کہلا سکتے ہیں۔

شریعت اسلامیہ کے تحت سات سال تک کے بچے فوجداری مسئولیت کے حق دار ہوں گے۔اس عمر میں وہ جرم کا ادراک کرنے اور اچھے برے شعور وتمیز کرنے سے قاصر ہوتے ہیں۔جرم کے بعد اگر یہ ثابت ہو جائے کہ کمسن مجرم کی عمر سات سال سے کم ہے تو کوئی سزا نہیں دی جائے گی لیکن وہ دیوانی نوعیت کے افعال سے بری الذمہ نہیں ہوسکتا اسے یا اس کے سرپرستوں کی جانی ومالی نقصان کا معاضہ بہر حال دینا ہی ہوگا۔(۳۰)

(۳۰)(مفہوم از تشریح الجنائی الاسلامی اس عبدالقادر عودہ۔جلد اول صفحہ ۱۳ ۷)

۹۔کمسن جوانوں میں جرائم کے رجحان کا تجزیہ

سترھویں صدی عیسوی کے ایک مشہور ماہر طب سر تھامس براؤن نے زندگی کو چار حصّوں میں تقسیم کیا ہے:

۱۔ کمسنی اور لڑکپن نا تجربہ کاری کا دور ہوتا ہے۔

۲۔ نوجوانی جدّ وجہد اور تکمیل کا زمانہ ہوتا ہے۔

۳۔ شعور اور بلوغت کے ساتھ مشکل مسائل سے نبرد آزمائی کی جاتی ہے۔

۴۔ بڑھاپا آرام کا زمانہ ہوتا ہے۔

لیکن ان چاروں کے درمیان حدّ فاصل مقرّر نہیں کیا جاسکتا کیونکہ بلوغت کا شمار تیس تا پچاس سال کا دورانیہ ہوتا ہے اور اکثر سرکاری رپورٹوں یا جرائم کے اعداد وشمار میں اسی زمانے کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔جبکہ اس دورانیئے میں کمی بیشی کے امکانات ہمیشہ موجود رہتے ہیں۔(۳۱) (میڈیکل لیگل جرنل۔دسمبر ۱۹۶۳ء)

---

(۳۰)مفہوم از تشریح الجنائی الاسلامی اس عبدالقادر عودہ۔جلد اول صفحہ ۱۳ ۷

(۳۱) (میڈیکل لیگل جرنل۔دسمبر ۱۹۶۳ء)

لیکن یہ بات ذہن میں رکھنا لازم ہے کہ آج سے دو عشرے قبل کی نسل اور آج کی نئی نسل کے تصورات میں بہت بڑا فرق ہے۔ یہ دور جدید ہے۔ کمپیوٹر ٹیکنولوجی کا دور ہے۔ اصل میں ہر چیز کے دو رخ ہوتے ہیں ایک رخ تعمیری ہوتا اور دوسرا تخریبی۔ آج ہر بچہ اپنی عمر سے بڑا لگتا ہے۔ ٹیلیویژن' کمپیوٹر اور موبائل ایک طرف دنیا کو مختصر کر رہے ہیں تو دوسری طرف نوجوان نسل کو خراب کرنے اور خاص طور پر انکا اخلاق بگاڑنے اور جرائم کے نئے طریقے اپنانے میں بہت اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔

ہر دور میں بڑوں کو یہ شکایت رہی ہے کہ "آج کے بچے بڑے بد اخلاق ہیں"۔ نیز ہر دور میں نئی اور پرانی نسل کی سوچ میں ایک ہی جیسا نسلی خلا پایا جاتا ہے۔" کہتے ہیں کہ اب سے تقریباً چھ ہزار سال قبل ایک مصری پادری نے ایک مقبرے کی دیواروں پر یہ کنداں کروا دیا تھا کہ"

آجکل دنیا زوال کے جانب مائل ہے اور وہ دن قریب ہے کہ قیامت آجائے۔
کیونکہ اب بچے اپنے والدین کا حکم نہیں مانتے۔" (۳۲)

(۳۲)(جنرل آف کرمنل لا اینڈ پولیس سائنس جلد نمبر ۴۶ صفحہ ۸۳۳)

"سقراط نے بھی تقریباً ڈھائی ہزار سال قبل یہ کہا تھا کہ اب بچے بد اخلاق ہوتے جا رہے ہیں۔
انہیں تفریحات سے زیادہ دلچسپی ہے۔ وہ اپنے بزرگوں سے بے احترامی سے پیش آتے ہیں اور انکا اخلاق بھی بگڑتا جا رہا ہے۔ کیونکہ جب بزرگ گھر میں داخل ہوتے ہیں تو وہ ان کی عزّت واحترام کے لئے کھڑے نہیں ہوتے۔ وہ اپنے والدین کی باتوں کو رد کر دیتے ہیں۔ اپنا وقت دوستوں میں گپ شپ میں ضائع کرتے ہیں۔ اپنے استادوں کے ساتھ قابل اعتراض سلوک کرتے ہیں۔ ہمارے سامنے انتہائی بے ادبی سے ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر بیٹھتے ہیں۔" (۳۳)

(احمد صدیق۔ کرمنالوجی' پرابلمز اینڈ پریکٹس)

مذکورہ بالا اقتباسات سے بخوبی یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ نوعمر جوانوں کی بے راہ روی یا بد اخلاقی یا جرائم کی طرف رجحان جدید دور کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ یہ مسئلہ قدیم دور سے چلا آ رہا ہے۔ اور ہر دور میں اس کے سدّ باب

---

(۳۲) جنرل آف کرمنل لا اینڈ پولیس سائنس جلد نمبر ۴۶ صفحہ ۸۳۳

(۳۳) احمد صدیق۔ کرمنالوجی' پرابلمز اینڈ پریکٹس

کے لئے قدم اٹھایا جاتا رہا ہے۔ حیران کن بات یہ کہ نوعمر جوانوں کو ایسے اعمال کی وجہ سے سزا کا مرتکب قرار دیا جاتا ہے جو اگر بڑے کریں تو انہیں اونچے معاشرے کا سماجی حصّہ سمجھا جاتا ہے۔ مثلاً بزرگ یا بالغ افراد سگریٹ نوشی یا شراب نوشی کریں تو اسے برا نہیں سمجھا جاتا لیکن اگر نوعمر جوان یہ کام کریں تو انہیں ڈانٹا ڈپٹا جاتا ہے۔ کیوں؟ مثلاً اگر بالغ افراد عام تفریحی مقامات' بس اسٹاپ پر یا ریلوے اسٹیشن پر آوارہ گردی کریں تو کوئی جرم نہیں لیکن یہ ہی کام اگر بچے یا نوجوان کریں تو پولیس ان سے پوچھ گچھ کرتی ہے اور پکڑ کر لے جاتی ہے۔

پختہ عمر مجرموں کے مقابلے میں نوعمر جوانوں کی بے راہ روی ہر معاشرے میں پریشانی کا سبب رہی ہے۔ مغربی ممالک نے ترقی پذیر ممالک کے مقابلے میں نوعمر جوانوں کی اصلاح کے لئے نمایاں اقدامات کئے ہیں۔ ان اقدامات کا مقصد نئی نسل کو مجرموں کی طرح سزا دینے کے بجائے ان کی اصلاح کرنا ہوتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ پاکستان میں صحیح اعداد و شمار رکھنے کی اہمیت کو نظر انداز کیا جاتا رہا ہے۔ اور اگر اعداد و شمار موجود ہوں تو انکی صحت کے بارے میں بھی شکوک شبہات پائے جاتے ہیں۔

'ہمارے پڑوسی ملک ہندوستان میں آج سے تقریباً تین دہائیوں قبل کے اعداد و شمار کے مطابق ۱۳۰,۰۰۰ سے زیادہ بچے تعزیری جرم کے مرتکب پائے گئے اور انہیں سزا سنائی گئی۔ لیکن ان میں کسی پر تشدّد' قاتلانہ حملے جیسے سنگین جرائم کا الزام نہ تھا۔ ان سزا یافتہ کمسن اور نوجوانوں کی اکثریت منشیات' جیب کاٹنے اور جوا کھیلنے والوں کی تھی۔ اور ان میں بھی اکثریت ان کی تھی جو شہروں میں رہتے تھے۔ ان میں ۶۶ فی صد کا تعلق ہندو گھرانوں سے تھا'

(۳۴) احمد صدیق کتاب 'جرمیات' صفحہ ۱۲۳

تحقیقی تجزیہ سے یہ بات بھی سامنے آئی کہ ناخواندہ بچّوں کی بہ نسبت مذہبی تعلیم سے آراستہ اور بڑے گھرانوں کے تعلیم یافتہ جوانوں کا تناسب دیہاتی بچّوں کی بہ نسبت بہت کم ہے۔ پاکستان میں دیہاتوں کے بچّے جو' چوری وغیرہ کے جرم میں پکڑے جاتے ہیں اور انہیں ڈرا دھمکا کر یا پیسے لیکر چھوڑ دیا جاتا ہے کیونکہ وہاں بچّوں کی جیلوں کا کوئی بندوبست نہیں ہے۔ البتہ جاگیرداروں اور وڈیروں کے بڑے خطرناک جیل خانے ہیں لیکن ان پر زیادہ تر وہ لوگ اور جوانان ہوتے ہیں جو مالک کی ناراضگی مول لیکر جیل میں پڑے رہتے ہیں۔ اور

(۳۴) احمد صدیق کتاب 'جرمیات' صفحہ ۱۲۳

انکا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا۔ کچھ غیر سرکاری تنظیمیں سراغ لگا کر ایسے قیدیوں کو چھڑانے میں کامیاب ہوسکی ہیں۔

ہمیں چاہئے کہ ہم بچوں کے ذہنوں کو تعمیری بنائیں تا کہ وہ معاشرے میں ایک اچھے انسان کا مقام حاصل کرسکیں۔ بچہ ہونے کے ناطے انکی سب سے بڑی ضرورت تعلیم و تربیت ہے جس سے بیشمار بچے محروم ہیں۔ جو اپنے ماں باپ اور بہن بھائیوں کی بھوک پیاس مٹانے کے لئے چھوٹی سی عمر میں گھر سے باہر نکل آتے ہیں اور اُن میں سے بہت سے بچے جرائم پیشہ افراد کے ہتھے چڑھ جاتے ہیں۔

(۳۵) احمد صدیق کتاب 'جرمیات' صفحہ ۱۲۳

مختلف مکاتبِ فکر کی آرا:

(۱) سترھویں صدی کے ایک ماہر طب سر تھامس براؤن کے مطابق حیاتِ انسانی کو چار حصّوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے؛

۱۔ کم سنی یا عالمِ طفولیت

۲۔ نوعمری یا لڑکپن کا دور

۳۔ ناتجربہ کار نوجوان کا شعور اور بلوغت کے بعد جدّ وجہد اور مشکل مسائل سے نبرد آزمائی کا دور۔

۴۔ بڑھاپا یا آرام کرنے کا دور

لیکن زندگی کے ان چاروں ادوار میں کوئی مخصوص حدّ فاصل قائم نہیں کی جاسکتی۔ مثلاً اکثر سرکاری اور جرائم کے اعداد کی شماریاتی رپورٹوں میں تیس سال سے چالیس کی پختہ عمر ہی کو اہمیت دی جاتی ہے۔ اگر چہ ان میں کمی بیشی کے امکانات ہمیشہ موجود رہتے ہیں۔ (۳۶) میڈیکل لیگل جرنل۔ دسمبر ۱۹۳۶ء

کم سنی اور لڑکپن میں بچوں کی بے راہ روی ہر معاشرے میں قابل توجہ رہی ہے۔ پختہ عمر مجرموں کے مقابلے میں نوعمر بچوں کو بے راہ روی سے بچانے کے لئے مغربی ممالک میں بعض نمایاں اقدامات کئے گئے ہیں جن کا مقصد نوعمر بچوں کو سزا دینے کے بجائے ان کی اصلاح کی طرف توجہ دینا ہے۔ زندگی کے آغاز میں بچوں کی

---

(۳۵) میڈیکل لیگل جرنل۔ دسمبر ۱۹۳۶ء

(۳۶) جرنل آف کرمنل لا اینڈ پولیس سائنس۔ ۱۹۵۶ء

اخلاقی اور روحانی تعلیم وتربیت یا سماجی اور روحانی اقدار کا تحفظ ایک بنیادی عنصر ہے جس کے ذریعے بچّے کی شخصیت کی تعمیر کی جاسکتی ہے۔

(۲) اس میں شک نہیں کہ ہر دور میں نئی اور پرانی نسل کے سوچ میں ایک خلا موجود رہتا ہے۔ جس کی وجہ سے نوجوان ہمیشہ اپنے بڑوں کی باتون کو دقیانوسی کہتے رہے ہیں۔ مصر کے ایک یہودی ربّی نے کئی ہزار سال قبل ایک مقبرے پر یہ عبارت کندہ کروادی تھی کہ' آج کی دنیا زوال کی جانب مائل ہے اور قیامت آنے والی ہے کیونکہ اب بچّے اپنے والدین کا کہا نہیں مانتے'۔(۳۷) جرنل آف کرمنل لا اینڈ پولیس سائنس ۔۱۹۵۶ء

(۳) احمد صدیق نے اپنی کتاب کرمنالوجی' پرابلمز اینڈ پرسپیکٹیو میں سقراط کے یہ کلمات درج کئے ہیں کہ'' بچّے اب بد اخلاق ہوگئے ہیں۔ انہیں تفریحات سے دلچسپی ہے اور وہ بزرگوں کی توہین کرتے ہیں اور انکا اخلاق بگڑتا جارہا ہے۔ جب کوئی بزرگ گھر میں داخل ہوتا ہے تو اب وہ احترام کیلئے کھڑے نہیں ہوتے۔ وہ اپنے والدین کی باتوں کی تردید کرتے ہیں۔ دوست احباب میں گپّیں لگاتے ہیں۔ وہ نہ صرف یہ کہ اپنے استادوں کے ساتھ قابل اعتراض سلوک کرتے ہیں بلکہ ہمارے سامنے ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر بیٹھتے ہیں۔'' (۳۸)

(۳۸)احمد صدیق نے اپنی کتاب کرمنالوجی' پرابلمز اینڈ پرسپیکٹیو

مندرجہ بالا حوالوں سے یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ بچّوں کی بے راہ روی عصر حاضر کا کوئی نیا مسئلہ نہیں ہے بلکہ یہ سابقہ تمام ادوار میں موجود رہا ہے۔ یہ بات ذہن میں رکھنا لازم ہے کہ جرم یا کرائم اور تقصیر میں یہ فرق ہے کہ جو بچہ اپنی پختہ عمر تک نہ پہنچا ہو اور اس سے کوئی تقصیر ہوجائے یا وہ قانون کے خلاف کوئی عمل کر بیٹھے تو اس پر اُس قدر سختی نہیں برتی جاتی جتنی کہ پختہ عمر یا بالغ ملزم کے ساتھ کی جاتی ہے۔ جرم کا تعیّن کرنے میں یہ خیال کار فرما ہے کہ بالغ مجرم برے بھلے میں تمیز کرسکتا ہے اور قانون کی پابندی کی اہمیت سے بھی کسی قدر آگاہ ہوتا ہے اور یہ بات بھی اچھی طرح سے جانتا ہے کہ اسکا عمل معاشرے کی نظر میں قانون شکنی سمجھا جاتا ہے۔

مثلاً اگر ایک چھ سال کا بچہ کسی کو زخمی کردے یا کسی کی کوئی قیمتی چیز چرالے تو اس کی یہ تقصیر قابل معافی

---

(۳۷) جرنل آف کرمنل لا اینڈ پولیس سائنس ۔۱۹۵۶ء

(۳۸)احمد صدیق نے اپنی کتاب کرمنالوجی' پرابلمز اینڈ پرسپیکٹیو

ہے اسے کوئی سزا نہیں دی جاسکتی۔ چھ سال سے اٹھارہ سال سے کم عمر مجرم 'کمسن یا نوعمر مجرم کہلاتا ہے' اور اس کا فعل 'کمسنوں کی کجروی' کہلاتا ہے اور اس کے فعل پر اسکو تادیب کرنے کے بجائے اس کی اصلاح کو مدّ نظر رکھا جاتا ہے۔ اسے جیل خانے بھیجنے کے بجائے اصلاحی گھروں میں رکھا جاتا ہے۔

مغربی ممالک میں کمسن مجرموں کے لئے علیحدہ عدالتیں قائم کی گئی ہیں جبکہ پاکستان میں سینئر مجسٹریٹ کمسنوں کے جرائم کی سماعت کرتے ہیں اور ہم سزا کے باب میں اس بات کا حوالوں سے ذکر کرینگے کہ پاکستان میں کمسنوں کو سزائے موت بھی دی جا چکی ہے۔

مجرم بچّوں کی چند خصوصیات:

جرائم کے اعداد وشمار کے مطابق یورپی ممالک میں پچاس سے ساٹھ فیصد جرائم کو درج ذیل طویل حرکات وخصوصیات کے حامل بچّوں سے منسوب کردیا جاتا ہے۔ جبکہ ایشیائی ممالک میں بوجہ کثرتِ آبادی اور عدم روزگار اور تعلیمی اخراجات تحمل نہ کرسکنے کے باعث کمسن لڑکوں میں بے راہ روی کے رجحانات میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔

'امریکی ریاست illinois کے مقامی قوانین میں جرائم کی طرف راغب بچّوں میں درج ذیل خصوصیات پائی جاتی ہیں:

۱۔ اگر ۱۷ سال کا لڑکا یا لڑکی کسی بھی کسی نافذ شدہ قانون کی خلاف ورزی کرے۔
۲۔ ایسا کمسن جو بار بار ہدایات اور تنبیہات کے باوجود راہِ راست پر نہ آئے۔
۳۔ ایسا کم سن جو جان بوجھ کر چوروں اور مجرموں اور بدکردار اشخاص کے میل جول رکھتا ہو۔
۴۔ ایسا کمسن جو کسی معقول وجہ کے بغیر اپنے والدین یا سرپرست کی اجازت کے بغیر اپنی جائے رہائش سے غائب رہے۔
۵۔ وہ اتنا سست اور کاہل ہوجائے کہ اسکے جرائم کی طرف راغب ہونے کا اندیشہ ہو۔
۶۔ وہ جان بوجھ کر ان جگہوں پر آنا جانا بند نہ کرے جہاں بدقماش افراد رہائش پذیر ہوں۔

۷۔ جان بوجھ کرایسی جگہ آمدورفت رکھتا ہو جہاں، جوا کھیلا جاتا ہو، لاٹری کا غیر قانونی کاروبار کیا جاتا ہو۔

۸۔ بلامقصد گلیوں، بازاروں، پلیٹ فارم یا ریل کی پٹڑی پر آوارہ گردی کرتا ہو۔ لاری اڈوں پر ڈرائیوروں یا کلینروں سے میل جول رکھتا ہو۔

۹۔ گاڑی کے انجن میں بلامقصد جا بیٹھے یا چلتی گاڑی سے کود پڑے یا ارادہ رکھتا ہو۔

۱۰۔ جو بلا جھجک شرمناک، نازیبا، بازاری یا غیر مہذب زبان استعمال کرتا ہو

۱۱۔ جو نفس پرستی یا شہوانی ہیجان کا اظہار کرتے ہوئے یا نازیبا حرکات کرتا ہوا پایا جائے۔

۱۲۔ مدرسے یا تعلیمی ادارے سے فرار ہوتا ہو اور برسرِ عام سگریٹ نوشی یا شور و غل کرتا ہو۔

۱۳۔ فضول خرچی کرتا ہو اور اس کے لئے لوگوں کے سامنے دستِ سوال دراز کرتے ہوں

۱۴۔ مندرجہ بالا بے راہ روی کی خصوصیات کے ارتقائی مراحل میں مدد کرتا ہو۔" (۳۹)

علم جرائم از محمد اشرف ملک باب۔۴

نوعمر مجرموں کی قابل اعتراض حرکات کی درج بالا طویل فہرست کو مدِنظر رکھتے ہوئے ۔ ۱۹۶۰ء میں لندن میں منعقد ہونے والی بین الاقوامی کانگریس کی انسداد جرائم کی کمیٹی نے یہ تجویز منظور کی" کہ کمسن مجرموں کے قابل اعتراض افعال کی فہرست کو خواہ مخواہ مزید طول نہیں دینا چاہئے۔" (۴۰)

(Lecture by Manuel Lepoz Rey in 1961 on Social Defence, UNO)

ایک تحقیق کے مطابق کم آمدنی والے خاندانوں میں بے راہ روی کے حامل بچوں کا تناسب تقریباً اسی فیصد ہے۔ اس تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ جرم اور افلاس کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ مشہور ماہر جرمیات ڈبلیو اے بونگر کے اس قول میں صداقت پائی جاتی ہے کہ "افلاس اور غربت کو جرائم کا سب سے اہم سبب گردانا جاسکتا ہے"۔

۲۰۰۲ء میں Juvenile Justice System Ordinance (JJSO) تیار کیا گیا اور اس میں پہلی بار بچے کی یہ تعریف کی گئی کہ جو ابھی ۱۸ سال کی عمر تک نہ پہنچا ہو۔ اس قانون میں لاوارث بچے کی حسب ذیل

---

(۳۹) علم جرائم از محمد اشرف ملک باب۔۴

(۴۰) (Lecture by Manuel Lepoz Rey in 1961 on Social Defence, UNO)

تعریف کی گئی ہے:

"۱۔ جو کہ بھیک مانگتا ہوا پایا گیا ہو۔

۲۔ جس کا کوئی گھر یا جائے رہائش نہ ہو۔

۳۔ جس کے پاس اپنی زندگی گذارنے کے لئے مصدّقہ وسائل موجود نہ ہوں۔

۴۔ ایسے والدین یا سرپرست کا بچہ جن میں اتنی استطاعت نہ کہ وہ بچّے کی صحیح دیکھ بھال اور اس کی پرورش کے لئے خوراک، لباس اور رہائش کا بندوبست کر سکیں۔

۵۔ ایسا بچہ جو طوائفوں کی کوٹھوں پر رہتا ہو یا کسی پیشہ ور عورت یا بدقماش اور نشہ کرنے والے اشخاص کے ساتھ میل جول رکھتا ہو۔

۶۔ وہ بچہ جو اپنے والدین کے ناروا سلوک کی وجہ سے گھر سے بھاگ گیا ہو یا کسی اجڑے ہوئے گھرانے کا بچہ جس کی تسلّی بخش دیکھ بھال نہ کی جا سکتی ہو"۔

درحقیقت پاکستان میں اس ضمن میں درست اعداد و شمار پر مبنی سرکاری رپورٹوں کا فقدان ہے اور جو ریکارڈ دستیاب ہے اسکی صحت کے بارے میں ہمیشہ شکوک پائے جاتے ہیں۔ اسکے برعکس ہمارے پڑوسی ملک میں آج سے ۳۵ سال قبل کے اعداد و شمار کے مطابق وہاں ایک لاکھ تیس ہزار چار سو ستائیس بچے قابل دست اندازی پولیس یا تعزیری جرم کے مرتکب پائے گئے۔ ان میں سزا یافتہ بچوں کی اکثریت کی عمریں پندرہ اور ۲۱ سال کے درمیان تھیں۔ مذہب کے اعتبار سے ۶۶ فی صد بچوں کا تعلق ہندو گھرانوں سے تھا۔ اقلیتی گھرانوں سے تعلّق رکھنے والے ۹ سے ۷ افیصد بچوں کا تعلق شہری آبادی سے تھا۔(۴۱) احمد صدیق۔ جرمیات صفحہ ۱۲۳

جرائم پر اسلامی اور مغربی مکاتیب فکر کی آرا

اس تجزیاتی مطالعہ کا مقصد ان تمام اسباب اور محرکات کا مطالعہ کرنا ہے جن کی وجہ سے بچے جرائم کی طرف راغب ہوئے یا ان کو جیل دیکھنا نصیب ہوا۔ جرائم کا دقیق مشاہدہ اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ جرم کا بیج

---

(۴۱) احمد صدیق۔ جرمیات صفحہ ۱۲۳

بچپن ہی سے پھلنا پھولنا شروع ہوتا ہے۔اس کو جسطرح کا ماحول یا صحبت میسّر آتی ہے وہ اُس میں ڈھلنا شروع ہوجاتا ہے۔

جرم کا اسلامی نظریہ:

قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: بیشک قوموں میں جو کچھ ہے اسکو خدا نہیں بدلتا جب تک کہ خود قومیں اسکو نہ بدل ڈالیں جو اُن کے انفس میں موجود ہے۔(۴۲)(سورۂ رعد آیہ ۱۱)

نیز فرمایا: اورتم پر جو مصیبت آتی ہے وہ خود تم اپنے ہاتھوں سے لاتے ہو۔(۴۳) (سورۂ شوریٰ آیہ ۳۰)

خداوند تعالیٰ جس نے اس کونِ نا متناہی اور اس میں موجود ہر شئے کو اکمل صورت میں تخلیق و تشکیل فرمایا ہے اور اسے اور جو کچھ اس میں موجود ہے اسے انتہائی انتظام، استحکام اور کمال سے آراستہ فرمایا ہے۔انسان کا جسمانی وجود قوائے شہوانی کے ماتحت ہے جس کا ایک خاص نتیجہ گناہ ہے۔جسمانی لحاظ سے انسان حیوان کی طرح عالمِ طبیعت یا نیچر کا تابع ہے۔نیچر اسے جو حکم دیتی ہے وہ اس پر عمل کرتا ہے۔پس ثابت ہوا کہ انسان کے نیچر میں حیوانی صفات مثلاً غصّہ، حسد، جدال، حرص و طمع، فساد، تکبّر اور ظلم و جہالت سب وحشیانہ صفاتِ حیوانی موجود ہیں۔اسی لئے کہا جاتا ہے کہ عالمِ جسمانی یا عالمِ ناسوت میں انسان اور حیوان میں کچھ فرق نہیں ہے یا یہ کہ انسان سماجی حیوان ہے۔ہر جرم انسانی طبیعت یا نیچر کے تقاضے کا نتیجہ ہے۔یہ حیوان کے لئے گناہ نہیں ہے لیکن دینی نقطہ نظر سے انسان کے لئے گناہ یا جرم ہے۔انسان کو ان گناہوں سے بچانے کے لئے خدا نے اپنی روحانی ہدایت کا ازلی ابدی سلسلہ جاری کر رکھا ہے۔

اسلامی نقطہ نگاہ سے اگر جرم کا مشاہدہ کیا جائے جیسا کہ اس مقالے کے آغاز میں ذکر کیا گیا ہر بچّہ صفاتِ الٰہیہ کی کان کے روپ میں جنم لیتا ہے۔اس میں خداوند تعالیٰ اپنا راز ودیعت فرماتا ہے۔وجودِ انسانی میں عناصر کی ترکیب پوری کائنات کی ترکیب سے مکمّل تر ہے۔انسان اشرف المخلوقات ہے۔انسان میں ایک خارق العادت قوّت موجود ہے جو اسے تمام نچلے عوالم سے افضل و اشرف بناتی ہے۔کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "میں انسان کا راز ہوں اور انسان میرا راز ہے۔اور اگر انسان خدا کا عرفان حاصل کرنا چاہتا

---

(۴۲)(سورۂ رعد آیہ ۱۱)

(۴۳) (سورۂ شوریٰ آیہ ۳۰)

ہے تو اس کو چاہئے کہ وہ اپنے وجود میں خدا کو تلاش کرے۔ اس کلمہ حکمت کا تعلق خدا کے جہانِ روحانی سے ہے جو سراسر نیکی اور اور خالص نیکی ہے۔ اور اس روپ میں انسان پوری کائنات میں وجود کے تمام کمالات پر حاوی ہوتا ہے۔

خداوند تعالیٰ نے انسان کے وجود میں جو علم ودیعت رکھا ہے اس کے ذریعے سے وہ حق اور باطل میں امتیاز کرنے کی اہلیت رکھتا ہے۔ خدا نے انسان کو اپنے فعل میں آزاد رکھا ہے انسان اچھی اور بری راہ میں سے جو چاہے منتخب کر سکتا ہے۔ 'جب انسان مجرمانہ فعل کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کا یہ اپنا فعل مجرمانہ نیت کا مظہر ہوتا ہے وہ اپنے اندر کی مجرمانہ نیت کو جرم کی شکل میں ظاہر کرتا ہے۔ حقیقت میں جرائم برے ارادوں کا مظہر ہوتے ہیں'۔ (۴۴) اسلامک جیورس پروڈنس از میاں رشید احمد خان صفحہ ۳۵۳)

اللہ تعالیٰ نے انسان میں تین قسم کے نفس کا ذکر فرمایا ہے:

۱۔ نفس امّارہ:

انّ النّفسَ لَامّارۃٌ بالسّوٓء۔ بیشک نفس تو برائی پر ابھارنے والا ہی ہے۔ (۴۵) (سورۂ یوسف آیہ ۵۳)

نفسِ امّارہ انسان کو گناہ یا جرم کے لئے اکساتا ہے۔ انسان کو برے کاموں کی ترغیب دیتا ہے اور بد اخلاقی سے پیش آنے پر ابھارتا ہے۔ یہ ہی وہ نفسِ شیطانی ہے جس نے ابلیس کو خدا کی نافرمانی پر ابھارا۔

(۴۶) (سورۂ یوسف آیہ ۵۳)

۲۔ نفسِ لوّامہ:

و لا اقسمُ بالنفسِ اللّوّمۃِ۔ اور قسم کھاتا ہوں اُس نفس کی جو ملامت کرنے والا ہو۔ (۴۷) سورۂ قیٰمہ آیہ ۲

اللہ تعالیٰ نے نفسِ امّارہ کی ملامت کے لئے انسان میں یہ نفس اسی لئے رکھا ہے کہ یہ انسان کے ضمیر کو ملامت کرے اور گناہ، بد اخلاقی اور برے کاموں سے روکے۔ یہ نفس انسان کو متقی اور پرہیزگار بناتا ہے اور جرم سے باز رکھتا ہے۔

---

(۴۴) اسلامک جیورس پروڈنس از میاں رشید احمد خان صفحہ ۳۵۳) (۴۵) (سورۂ یوسف آیہ ۵۳)

(۴۶) القرآن سورۂ فجر آیہ ۲۸۔۲۷ (۴۷) القرآن سورۂ والنازعات آیات ۴۰۔۴۱

۳۔ نفسِ مطمئنہ:

یا ایّتھا النّفس المُطمئنّۃ ارجعی اِلیٰ ربّك راضیۃً مّرضیّۃً۔ (۴۸) (سورۂ فجر آیہ ۲۸-۲۷)

اے نفسِ مطمئنہ تو اپنے رب کی طرف اِسطرح رجوع کر کہ تو اُس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی ہو

جب نفس لوّامہ اوّل مذکور نفسِ امّارہ پر قابو پالیتا ہے تو انسان اس منزل کو چھو لیتا ہے کہ اس کے نفسِ مطمئنہ پر فرشتے رشک کرتے ہیں۔

غرض یہ کہ اسلام میں جرم کے نظریئے کو ہر شخص کی نیّت پر منحصر رکھا گیا ہے۔ ہر عمل جو خدا کی نظر میں نا پسندیدہ ہے وہ نفسِ امّارہ کے تحت ہوگا اور ہر پسندیدہ عمل نفسِ لوّامہ کے تحت ہوگا۔

قیامت میں اللہ تعالی فرمائیگا:

''کہ اے میرے بندو یہ تمہارے اعمال ہی ہیں جو میں تم کو لوٹا رہا ہوں تو جو کوئی جزائے خیر پائے وہ خدا کا شکر ادا کرے اور جس کو برائی ملے وہ خود کو ملامت کرے'' (ترمذی شریف)۔ و امّا من خاف مقامَ ربّہٖ و نھی النّفسَ عنِ الھوی۔ ۔ہاں جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا رہا ہوگا اور اپنے نفس کو خواہش سے روکا ہوگا تو اس کا ٹھکانہ جنّت ہی ہے۔ (۴۹) (سورۂ والنّازعات آیات ۴۰-۴۱)

دنیا میں ہر کام کے اپنے مراحل ہوتے ہیں اور ہر شخص مرحلہ وار اپنی اچھی یا بری نیّت کے حامل ارادے کو پورا کرتا ہے۔ ہر اچھے یا برے فعل کا آغاز انسان کے ذہن میں نیّت سے شروع ہوتا ہے اسی لئے فرمایا گیا ہے کہ اعمال کا انحصار نیّتوں پر ہے۔ پس اسلام میں جرم کا سادہ تصوّر یہ ہے کہ انسان اپنے ہر فعل کا خود ذمہ دار ہے۔

جرم کے مغربی تصوّرات:

جرم کے مغربی تصوّرات کی فہرست طویل ہے۔ تمام علوم کا سورج اب مغرب سے ہی طلوع ہو رہا ہے کیونکہ مغربی ذہن ہر شئے میں موجود حقائق کو سمجھنے اور کائنات میں پوشیدہ اسرار کو آشکار کرنے کے لئے مسلسل کوشش کر رہا ہے۔ وہ ہر جرم کی نیّت کی تہہ میں جھانکنے کی کوشش کرتا ہے اور اس نے جرائم کا پردہ فاش کرنے میں

---

(۴۸) (سورۂ فجر آیہ ۲۸-۲۷)

(۴۹) (سورۂ والنّازعات آیات ۴۰-۴۱)

بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔ مغربی ذہن نے ایسے تفتیشی طریقے اور آلات تیار کر لئے ہیں جن کے ذریعے وہ بہت جلد ملزم اور مجرم میں موجود فرق کو مٹا دیتے ہیں۔ چونکہ ہمارے تحقیقی مقالے کا محور ملزم اور مجرم بچے ہیں لھذا ہم مغربی نظریات کو سمجھنے کے لئے صرف چند نظریات پر طائرانہ نظر ڈالیں گے۔

معاشرتی یا عمرانی نظریہ:(Sociological Theory)

☆ اس نظریہ کا بانی شیلڈن ہے۔اس نظریئے کے مطابق انسان معاشرے میں زندگی بسر کرتے ہوئے دوسرے ساتھی افراد سے جرم کرنا سیکھتا ہے۔

☆ فرانسیسی مفکر جبرائیل ٹریڈ نے جرم کو ایک معاشرتی رجحان قرار دیا ہے۔ کیونکہ معاشرتی عمل ایک باہمی عمل ہے جو جرم کا سبب بنتا ہے۔

☆ ڈچ مفکر ڈبلیو۔اے بینگر کے مطابق معاشرتی اقتصادی وجوہات جرائم کا سبب بنتی ہیں مثلاً چوری امیری اور غریبی کا فرق نمایاں کرتی ہے۔

☆ سدر لینڈ کے مطابق جرم معاشرتی ارتقاً کے ساتھ جنم لیتا ہے اور معاشرتی تبدیلی کے ساتھ جرم کی تعریف بھی بدل جاتی ہے۔

ماڈی یا حیاتی نظریہ:(Physical or Biological Theory)

اس نظریئے کا آغاز ۱۸۷۵ء میں ہوا۔ اٹلی کے مشہور ڈاکٹر لومبراسو نے جرم کی ماڈی وجوہات معلوم کرنے کے لئے جانوروں پر تجربات کئے اور انکے مشاہدے کی روشنی میں یہ تصور پیش کیا کہ جرم کرنے والے کا ذہن اور جسمانی ساخت امن اور قانون پسند افراد کی ذہن اور جسمانی ساخت سے مختلف ہوتی ہے۔ کیونکہ آدمی کے رویئے کا تعلق چند ماڈی عناصر کے تناسب پر مبنی ہوتا ہے اور ان ماڈی عناصر میں کمی بیشی اس شخص کو جرم پر اکساتی ہے۔ (۵۰) رتھ شولی کیوان۔ کرمنولوجی۔

---

(۵۰) رتھ شولی کیوان۔ کرمنولوجی۔ صفحہ ۳۱۹

نفسیاتی نظریہ:(Pheyological Theory)

نیوجرسی کے ماہر نفسیات ہنری گوڈر یڈ نے سطحی ذہنیت کو جرم کا سبب قرار دیا۔اس نے کہا کہ انسان کے نفسیاتی عمل کا اس کی ذات سے تعلق ہوتا ہے یہ ہی نفسیاتی وجہ جرائم کا باعث بنتی ہے۔اس کے ساتھ اس نے یہ بھی کہا کہ ماڈی یا جسمانی کیفیات ورثہ میں ملتی ہیں اور نفسیات دراصل انسانی کی ذہنی کیفیت کو منعکس کرتی ہے۔کسی کی محرومیاں اور دبی ہوئی خواہشات ذہن پر بوجھ ڈالتی ہیں اور وہ نفسیاتی مرض وہم میں مبتلا ہو کر جرم کر بیٹھتا ہے۔

فیوڈ بھی اس مکتبہ فکر کا حامی ہے اور وہ کہتا ہے کہ غربت، گھریلو جھگڑے، تنہائی، مایوسی اور شکست انسان کے اندر ہیجان کا ایک سمندر موجزن کر دیتی ہیں اور اسکی دلی کیفیت ذہن پرواردہوتی ہے اور نفسیاتی دباؤ میں آ کر وہ جرم کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے اور بعض اوقات خودکشی بھی کر لیتا ہے۔

تحلیل نفسی کا نظریہ:(Psychiatrists Theory)

اس نظریئے کا تعلق ذہنی امراض سے ہے اور اس نظریئے کا بانی فرائڈ تھا۔اُس کے خیال کے مطابق ذہنی تناؤ انسان پر اثرانداز ہوتا ہے جس کے تحت انسان جرائم کا ارتکاب کرتا ہے۔جرائم کا سبب دراصل انسان کے اندر کی ٹوٹ پھوٹ ہے جس سے پیدا شدہ ذہنی دباؤ کے تحت ذہن نت نئے انداز سے جرم کا آغاز کرتا ہے جو اسکے بچپن سے اُس کے ذہن میں پروان چڑھنے والے ہیجان کا شکا گو کے ڈاکٹر ولیم ہیلی نے مثال دی کہ جب بچّہ جوان ہوتا ہے تو وہ خودمختاری اور آزادی چاہتا ہے جب اس کی خواہش کو دبایا جاتا ہے تو وہ اندر سے ٹوٹ پھوٹ جاتا ہے اور نتیجتاً راہ فرار اختیار کرتا ہے اور جرم کر کے تسکین حاصل کرتا ہے۔(۵۱)

رتھ شولی کیوان۔کرمنولوجی۔صفحہ ۳۷۷

---

(۵۱) رتھ شولی کیوان۔کرمنولوجی۔صفحہ ۳۷۷

کلاسیکی نظریہ:(Classical Theory)

اس نظریئے کے بانی جرمی بینتھم اور سیزیرئر باکیریا تھے۔اس نظریئے کے تحت انسان محض خوشی یاغم کی وجہ سے جرم کاارتکاب کرتا ہے۔اور جب اسے حاصل کرلیتا ہےتو جرم سے باز آجاتا ہے۔اس نظریئے کے تحت انسان کی آزادمرضی اس کے جرم کا سبب بنتی ہے جوکہ اچھےاور برے راستے کاازخودانتخاب کرتا ہے۔اور ایسے مجرم کوسزا بھی جرم کی نوعیت کے مطابق ملنی چاہئے۔

اشترا کی نظریہ:(Socialistic Theory)

اس نظریئے کی ابتدا ۱۸۵۰ء سے مشرقی یوروپ میں ہوئی۔اس نظریئے کے بانی کارل مارکس' ڈبلیواے بونگراوراینجلز ہیں۔اس نظریئے کے تحت انسان جرم کاارتکاب محض خوشی یا تکلیف کی بنیاد پر کرتا ہےاور جب اُس کا مقصد حاصل ہوجاتا ہےتو وہ جرم سے باز آجاتا ہے۔اِس جرم کی وجہ اقتصادی نظام ہے جس میں دولت کی تقسیم غیرمساویانہ ہے۔جب دولت چندلوگوں کے پاس جمع ہوجاتی ہےتو اس ناجائز تقسیم سے معاشرہ افراتفری کاشکار ہوجاتا ہےاور نچلے طبقے کےلوگ جرائم کرتے ہیں۔

اجسامی نظریہ:(Typological Theory)

اس نظریئے کی ابتدا ۱۸۶۵ء میں ہوئی۔اس نظریئے کابانی ڈارون ہےاوراس نظریئے کی بنیاد یہ ہے کہ انسان جرم کاارتکاب جسمانی ساخت کی بنیاد پر کرتا ہے۔اور وہ عام لوگوں سے مختلف ہوتا ہے اسکی جسمانی اور ذہنی ساخت' کھوپڑی کی ساخت اور سائز' ہاتھوں کی بناوٹ اسکوجرم پراکساتی ہےاسی لئے اسکوباڈی ٹپ اسکول بھی کہاجاتا ہے۔ایمائل کریپلن اس نظریہ کابڑازبردست حامی تھا۔مجرم کی جسمانی ساخت کا حامل شخص خودکو نارزن خیال کرتا ہے۔(۵۲) ورائیٹی آف ہیومن فزک۔نیویارک ۱۹۴۰ء صفحہ ۷۵

---

(۵۲) ورائیٹی آف ہیومن فزک۔نیویارک ۱۹۴۰ء صفحہ ۷۵

تمدّنی نظریہ:(Cultural Theory)

اس نظریئے کا پرچار ایمائیل درخیم نے شروع کیا اور علم الانسان کے ماہرین نے بھی اس نظریئے کی تائید کی ہے۔اس نظریئے کے مطابق مختلف تہذیب وتمدّن مختلف النوع انسانی رویّوں اور کردار کو جنم دیتے ہیں اور جو مجرمانہ ذہنیت میں اضافہ کرتے ہیں۔اس نظریئے کے تحت معاشرے کا تمدّن اور تہذیب ہی انسانی کردار کے بنانے اور بگاڑنے کا سبب بنتے ہیں۔تمدّن انسان کو اور پورے معاشرے کو مختلف قسم کے محرّکات فراہم کرتا ہے اور ان محرّکات کے سبب نئی جہتیں سامنے آتی ہیں۔ہر تمدّن اور تہذیب کا اپنا خاصّہ ہوتا ہے۔مختلف تہذیبوں کا اختلاط نئی تہذیب کو جنم دیتا ہے اور نیا تمدّن نئے جرائم میں اضافہ کرتا ہے۔انسانوں میں یکسانیت نہیں رہتی انسانی کردار میں فرق آجاتا ہے قواعد وضوابط تارتار ہوجاتا ہے اور نئی مجرمانہ ذہنیت جنم لیتی ہے۔

(۵۳)انٹروڈکشن ٹو کرمنالوجی۔ورنان فاکس)

ماحولیاتی نظریہ:(Ecological Theory)

اس نظریئے کے تحت انسان کے جرم میں ملوث ہونے کا سبب اس کا ماحول ہے۔بعض علاقے ایسے ہوتے ہیں جہاں خاص قسم کے جرائم زیادہ کیے جاتے ہیں۔مجرم ماحول دیکھ کر ہی جرم کرتا ہے۔اسی لئے پولیس ایکٹ ۱۸۶۱ء کے تحت اسی علاقے کے مقامی افراد کو اسپیشل پولیس میں بھرتی کیا جاتا ہے۔اس سے ماحولیاتی جرائم کی بیخ کنی کرنے میں مدد ملتی ہے کیونکہ مقامی شخص اس ماحول اور لوگوں سے اچھی طرح واقف ہوتا ہے۔

کثیر الاسبابی نظریہ:(Multiple Causes Theory)

اس نظریئے کے تحت جرم کے کئی اسباب ہوسکتے ہیں لھذا ان اسباب کا علیحدہ علیحدہ تجزیہ کیا جانا چاہیئے۔جس طرح جرم کے اسباب مختلف ہوتے ہیں اسی طرح مجرموں کے علاج اور انسداد کے طریقے بھی

---

(۵۳)انٹروڈکشن ٹو کرمنالوجی۔ورنان فاکس)

الگ الگ ہوتے ہیں۔ گنجان آبادی کے علاقوں میں جرائم کم و بیش مختلف طریقوں اور وجوہات کی بنا پر ہوتے ہیں۔ کسی علاقے میں ڈاکے زیادہ پڑتے ہیں تو دوسرے علاقے میں قتل کی وارداتیں زیادہ ہوتی ہیں۔ اور یوں جرائم کا کثیرالاسبابی نظریہ وجود میں آتا ہے۔ (۵۴) تھیوریز ان کرمنالوجی پاسٹ اینڈ پریزنٹ۔ سٹیفن شیفر

بدنامی کا نظریہ:(Labelling Theory)

اس نظریئے کی بنیاد یہ ہے کہ جب ایک شخص جرم کی سزا پا کر باہر آتا ہے تو اس کے ماتھے پر بدنامی کا داغ لگ جاتا ہے اور وہ جرم کا ارتکاب اس لئے کرتا ہے کہ 'اب بدنام تو ہو ہی چکے ہیں تو جرم کیوں نہ کریں'۔ اس نظریئے کو بریک ٹینس بام اور بیکر نے پیش کیا۔ انکے مطابق جب کوئی شخص مروّجہ روایات کو توڑتا ہے تو اس پر بدنامی کا داغ لگ جاتا ہے جو اسے جرم کے اندھیروں میں دھکیل دیتا ہے اور یہ ہی بدنامی اور بے راہ روی مزید جرائم کے پیدا ہونے کا سبب بنتی ہے۔ (۵۵) کلچر کانفلکٹ اینڈ کرائم۔ تھورسٹن سیلن صفحہ ۴۱

تصادمی نظریہ:(Conflict Theory)

اس نظرئے کے تحت معاشرتی ردّعمل کے طور پر معاشرے کے اجتماعی کردار میں تصادم جرائم کا سبب بنتے ہیں۔ جرائم کا باعث معاشرتی تصادم کی کئی قسمیں ہیں۔ یہ سب تصادم ذہن سے جنم لیتے ہیں ہر شخص اپنے سیاسی، معاشرتی، ثقافتی، ماحولیاتی اور طبقاتی نظریات دفاع کرتا ہے اور یوں جرائم کا آغاز ہو جاتا ہے۔ اور مجرمانہ ذہنیت عملی طور پر سامنے آجاتی ہے۔ (۵۶) انٹروڈکشن ٹو کرمنالوجی۔ ورنان فوکس صفحہ ۱۳۶

---

(۵۴) تھیوریز ان کرمنالوجی پاسٹ اینڈ پریزنٹ۔ سٹیفن شیفر

(۵۵) کلچر کانفلکٹ اینڈ کرائم۔ تھورسٹن سیلن صفحہ ۴۱

(۵۶) انٹروڈکشن ٹو کرمنالوجی۔ ورنان فوکس صفحہ ۱۳۶

مجرمانہ کردار کا نظریہ:(Criminal Behaviour Theory)

جبرائیل ٹارڈے (۱۸۴۳۔۱۹۰۴) وہ پہلا شخص تھا جس نے مجرمانہ کردار کے حامل افراد سے میل جول کو جرم کا نتیجہ قرار دیا اور باہمی آمیزش کو وجہ محرک کہا ہے۔ اے ایچ سدر لینڈ نے ٹارڈے کی حمایت میں کہ مجرم کے ذہن کو معاشرہ تیار کرتا ہے اور وہ حالات سازگار دیکھ کر جرم کرتا ہے۔ اور جب وہ جیل کی ہوا کھا لیتا ہے تو اس کے جرم میں نکھار پیدا ہو جاتا ہے۔ ایسا مجرم بعض اوقات نظریہ ضرورت کے تحت بھی جرم کرتا ہے تاکہ وہ اپنی ضروری خواہشات کو پورا کر سکے۔ مثلاً اغوا برائے تاوان کا مجرم۔

جنسیاتی نظریہ:(Sex Chrosome Theory)

یہ Endocriminology نظریہ بھی کہلاتا ہے کیونکہ وجود میں جنسی ہیجان جرم پر منتج ہوتا ہے یہ نظریہ دوسری جنگ عظیم کے بعد جیلوں میں جنسی جرائم کے اعداد و شمار کی روشنی میں سامنے آیا۔ کل جنسیاتی غدود کی تعداد ۲۳ کی بنیاد پر انہیں عورت اور مرد میں تقسیم کیا گیا۔ اس نظریئے کے بارے میں معلومات فراہم کرنے کا سہرا دو مفکر پی اے جیکب اور جے اے اسٹرانگ کے سر ہے۔ عورت یا مرد میں ان غدودوں کے تناسب میں اضافے کی وجہ سے عورت یا مرد جنسی جرم کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں۔ (۵۷)

اے کیس وف ہیومن انٹر سیکسولیٹی۔ پی اے جیکب اینڈ جے اے اسٹرانگ

مندرجہ بالا تمام نظریات کا بغور مطالعہ ہمیں اس نتیجے پر پہنچنے میں مدد دیتا ہے کہ جرائم بغیر سبب کے نہیں کئے جاتے۔ کبھی یہ مجبوری کے تحت کئے جاتے ہیں تو کبھی انتقامی جذبے کے تحت کئے جاتے ہیں یا پھر ذہنی اور جنسی تسکین اور مالی فائدے کے لئے کئے جاتے ہیں۔ مفلوک الحال شخص سے لیکر سفید پوش صاحب ثروت تک لوگ کسی نہ کسی طرح کا جرم کرتے ہیں۔ صرف فرق یہ ہے کہ غریب بعض اوقات سفید پوشوں کے جرائم کی پردہ پوشی کی سزا بھگت رہا ہوتا ہے اور جیل میں سڑ جاتا ہے۔ کیونکہ قانون اندھا ہوتا ہے۔ اس میں قانون بنانے والے

---

(۵۷) اے کیس وف ہیومن انٹر سیکسولیٹی۔ پی اے جیکب اینڈ جے اے اسٹرانگ

قانون رائج کرنے والے اور قانون کے رکھوالے نیز مجرموں چوروں، ڈاکوؤں اور قاتلوں کو لمبی رقم کے عوض چھڑوانے والے سبھی مجرم ہوتے ہیں۔ المیہ تو یہ ہے کہ قوم کا سرمایہ لوٹنے والے اور قاتل افراد سیاست کے لبادے میں تمام گناہوں سے پاک ہوجاتے ہیں اور ان پر سوائے خدا کے قانون کے کوئی قانون لاگو نہیں ہوسکتا۔

جرائم کے اسباب:

جیسا کہ قبلاً عرض کیا جاچکا ہے کہ انسان فطری طور پر جرم سے پاک پیدا ہوتا ہے لیکن معاشرے میں موجود محرکات کی وجہ سے کوئی فرد جرم کا ارتکاب کرتا ہے۔ دین اور سائنس اِس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ ہر بچہ معصوم پیدا ہوتا ہے اور جس ماحول میں وہ آنکھ کھولتا ہے اُس میں ڈھل جاتا ہے۔ جرائم کے متعدد اسباب ہوسکتے ہیں مثلاً:

ا۔ گھریلو ماحول:

کنبہ وہ بنیادی اکائی ہے جس سے تمام سماجی ادارے جنم لیتے ہیں۔ ہر بچے پر گھریلو ماحول بہت گہرا اثر ڈالتا ہے۔ گھر میں جب بچے کے والدین جھوٹ بولتے ہیں یا بد کلامی کرتے ہیں اس کا اثر تو بچے پر ہوتا ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ بعض دفعہ والدین خود بچے سے جھوٹ بلواتے ہیں۔

۲۔ غربت:

ماہرینِ عمرانیات کے نزدیک نوجوانوں میں بڑھتے ہوئے جرائم کے دیگر اسباب میں سب سے اہم سبب غربت کو قرار دیا گیا ہے اور زیادہ تر کمسن جوانوں کا تعلق بلواسطہ یا بلاواسطہ معاشی بدحالی ہوتا ہے۔ غریب شخص کا بچہ اپنے جیسے بچوں کو دیکھتا ہے جو اعلیٰ خاندان میں پیدا ہوتے ہیں اور انہیں زندگی کی ہر چیز مہیا ہوتی

ہے۔لھذا وہ اپنی بنیادی ضروریات پوری کرنے کے لئے غیر قانونی قدم اٹھانے پر مجبور ہوجاتا ہے۔مشہور کہاوت ہے کہ غربت انسان کوکفر کی جانب لے جاتی ہے۔

۳۔ناخواندگی:

جرائم کی تعداد میں اضافے کاایک بڑاسبب ناخواندگی اور جہالت ہے۔جرائم میں ملوث نوجوانوں کی اکثریت تعلیم سے محروم ہےاور غیر قانونی باتوں سے ناواقفیت کے سبب اور دوّم بے روزگاری کی وجہ سے بھی بچّے اور جوان جرائم کی طرف راغب ہوجاتے ہیں۔

۴۔میڈیا یا ذرائع ابلاغ:

انسان بری باتیں جلد اپنالیتا ہے۔تعمیر کے مقابلے میں تخریب زیادہ آسان ہے۔ٹیلیویژن' موبائل اور کمپیوٹر ذرائع ابلاغ میں بہت اہم کردار ادا کررہے ہیں۔اِس میں کوئی شک نہیں کہ تینوں ذرائع نے دنیا کومختصر کردیا ہےاوراُن کےفوائد اپنی جگہ ہیں لیکن حکومت کی بے توجّہی کی وجہ سے جرائم کے فروغ میں اِن کا بہت بڑا کردار ہے۔انگریزی اور انڈین فلمیں نوجوانوں کوجرائم کے نت نئے طریقے سکھانے میں مدد دے رہے ہیں اور جنسی خواہشات میں اضافہ کررہے ہیں۔

۵۔سماجی ماحول:

جس قسم کے ماحول میں انسان پروان چڑھتا ہےاُس ماحول کا اُس پرضرور اثر ہوتا ہے۔مجرم والدین کے بچّے اور سماج جن بچّوں کی درست تربیت میں اپنا کردار ادانہیں کرتا تو تربیت کی کمی اُن کوجرم کی طرف راغب کردیتی ہے۔شروع میں وہ چھوٹے جرائم کرتا ہےاور وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ اُس کے جرم میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اور وہ عادی یاپیشہ ور مجرم بن جاتا ہے۔

۶۔ جرائم پیشہ قانون کے رکھوالے:

پاکستان میں جرائم میں اضافے کی وجہ پولیس کی ناقص کارکردگی، رشوت ستانی، شہریوں کے ساتھ نازیبا سلوک اور پولیس کا خود جرائم میں ملوث ہونا جرائم میں اضافے کا سبب ہے۔ جب کوئی جرم کر بیٹھتا ہے چاہے اُس کی وجہ کچھ ہی کیوں نہ ہو اُس کو جب جیل بھیج دیا جاتا ہے تو اُس کے ساتھ پولیس جو سلوک کرتی ہے یا بڑے مجرموں کی صحبت اُس کو عادی مجرم بنانے میں مدد دیتی ہے۔

کمسن مجرموں کے لئے سزاؤں کے قوانین

قرآنِ پاک میں اوامر ونواہی کے ساتھ شریعت میں جزا اور سزا کے واضح احکام بھی عطا کئے گئے ہیں۔ اسلام سے قبل موسوی شریعت میں آنکھ کے بدلے آنکھ کا سخت قانون رائج تھا۔ رسول اکرمؐ کی حینِ حیات میں غزوات میں مجرموں کے ساتھ آپ کے سلوک میں سزا اور جزا کی بہترین مثالیں موجود ہیں۔

اسلامی نظریہ کے مطابق ہر بچہ پیدائشی طور پر فطرتِ عالیہ کے ساتھ جنم لیتا ہے وہ غیر سماجی عناصر یا برائیوں سے پاک ہوتا ہے البتہ خارجی محرّکات اُس میں جرم کی تحریک پیدا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم نے انسان کی تخلیق کی اور اُسے نفس عطا کیا اور اُسے فلاح کا راستہ بتلا دیا اور یہ بھی بتلا دیا کہ گمراہی کیا ہے۔ جس نے اپنے نفس کو پاک کر لیا یعنی اپنے آپکو شر سے بچا لیا وہ فلاح پا گیا اور جو نفس کے شر کا غلام بن گیا وہ برباد ہو گیا۔

جب ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء میں پاکستان وجود میں آیا تو ہمیں انگریزوں سے اُس کے نظامِ حکوت کے ساتھ ساتھ جیلیں بھی ملیں جن میں مجرموں کو سزاؤں کے ساتھ اُن کی اصلاح کے احکامات بھی ملے۔ مجرموں کی فلاح و بہبود پر خاص توجہ دینے کے قوانین بھی موجود ہیں۔ لیکن جس تیزی کے ساتھ آبادی بڑھ رہی ہے اُس کے مقابلے میں اتنی ہی تیزی کے ساتھ غربت اور جرائم میں بھی اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ سیاست دان اپنا پیٹ بھرنے اور اور عزیز و اقارب کو نوازنے کی سیاست کرتے ہیں اور ملک کی دولت کو بیرونی ممالک میں جمع کرنے کے ماہر ہیں اور اتنے انہماک سے یہ کام کرتے ہیں کہ اُن کو عوام کے لئے روٹی کپڑا اور مکان اور بچوں کی تعلیم و

تربیت کی کوئی فکر نہیں ہے۔ پس جب آزاد لوگوں کی فلاح و بہبود پر خرچ کرنے کے لئے وہ بجٹ میں کچھ نہیں رکھتے تو جو جیلوں میں ہیں اُن کے بارے میں بھلا وہ کیا سوچ سکتے ہیں۔ غریب یا غریب کا بچہ اگر مجبور ہو کر کوئی جرم کر بیٹھتا ہے تو وہ جیلوں میں سڑتا رہتا ہے اور امیروں سیاست دانوں، ججوں اور وکیلوں کی اولاد اور وہ خود جو چاہیں کریں اُن کا بال بیکا نہیں ہوتا۔ وہ اربوں روپیہ کماتے ہیں اور لاکھوں دے کر چھوٹ جاتے ہیں۔ اربوں قرضہ لیتے ہیں اور معاف کروالیتے ہیں۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ بینک بھی اُن کو معاف کردیتے ہیں اور غریبوں کی جمع پونجی پر سود کی رقم گھٹا دیتے ہیں اور اگر کسی غریب کے لئے قرضہ ادا کرنا مشکل ہو تو اُسکو جیل بھجوا دیتے ہیں۔ پاکستان میں یہ کھیل گذشتہ ساٹھ سال سے کھیلا جا رہا ہے جب ایک پارٹی برسرِ اقتدار آ کر لوٹ مار کر کر چلی جاتی ہے تو پھر دوسری پاٹی کا نمبر آتا ہے۔ جو بھی برسرِ اقتدار آتا ہے وہ جانے والے پر ملک کا دیوالیہ نکالنے کا الزام سابقہ پارٹی پر لگاتا ہے لیکن اُس کے خلاف کوئی کاروائی نہیں کی جاتی بلکہ ساز باز کر لی جاتی ہے۔

جیلوں میں غریبوں کو بند کیا جاتا ہے اور بڑوں کو بنگلوں میں نظر بند۔ جیلوں میں غریب مجرموں کے ساتھ انتہائی بدسلوکی کی جاتی ہے اور امیروں کو جیلوں میں بہت بڑا جرم کرنے پر بہت مراعات دی جاتی ہیں۔ اُن کو سرکاری تحفظ حاصل ہوتا ہے اور غریبوں کو جیلوں میں اُن کی گنجائش سے زیادہ بھیڑ بکریوں کی طرح ٹھونس دیا جاتا ہے۔ ٹرانسپورٹ کی سہولت نہ ہونے کی وجہ سے اُن بیچاروں کو مہینوں اور سالوں کورٹ میں پیش نہیں کیا جاتا۔ اگر بیمار ہو جائیں تو ڈاکٹر کی عدم موجودگی کی وجہ سے یا پولیس کی مار کی وجہ سے مر بھی جاتے ہیں۔ اکثر قیدی جیل کی مدّت کاٹنے کے بعد عادی مجرم اور پولیس کے دوست بن کر نکلتے ہیں اور دونوں مل کر کھاتے ہیں۔ عدالتوں میں بڑے وکیل اور بڑے لوگوں کے مقدمات کی شنوائی فوری ہوتی ہے کیونکہ اس میں سب خوب کماتے ہیں۔

سزا کی تعریف:

عربی میں سزا کو عقوبت کہا جاتا ہے۔ قدیم زمانوں میں موت کی سزا سنگسار کر کے، فاقہ کشی پر مجبور کر کے، گردن مار کر، کوڑے مار کر، درندے چھوڑ کر، سولی پر لٹکا کر یا تیروں سے چھلنی کر کے دی جاتی تھی۔ غلام بنا کر سخت مشقت کروانا، ناقابل برداشت جرمانہ عائد کرنا، جلاوطن کرنا، جسم کے اعضاء کاٹ ڈالنا بھی سزاؤں میں شامل تھا۔ ایسی سزائیں دینی کتب میں بکثرت موجود ہیں۔

اسلامی شریعت میں سزا خدا کے بندوں کو مجرمین کی شر سے محفوظ رکھنے کے لئے دی جاتی ہیں اور اسے نفسِ انسانی کے تزکیہ وتصفیہ اور معاشرے کی تطہیر کا سبب قرار دیا گیا ہے۔

مغرب میں اٹھارویں صدی میں سزاؤں کے مختلف نظریات وجود میں آئے جن میں خاص طور پر تاوان، جرمانہ، عمر قید اور سزائے موت کے قانون وجود میں آئے۔ بیسویں صدی میں سزا کے ساتھ اصلاح کا نظریہ شامل کیا گیا۔

بچّوں کے حقوق کے عالمی کنونشن

جہاں تک ملزم اور مجرم بچّوں کا تعلق ہے دفعہ ۸۲ تعزیرتِ پاکستان میں اس کی وضاحت موجود ہے۔ ذیل میں بچّوں کے حقوق کے چھ عالمی کنونشنوں میں کیئے جانے والے معاہدے درج کیئے جا رہے ہیں جن پر تمام ممالک بشمول پاکستان نے دستخط کیئے ہیں:

۱۔ سیاسی وسماجی حقوق کا عالمی کنونشن کے آرٹیکل (۵)۶ کے تحت ۱۸ سال سے کم عمر کے مجرم کو سزائے موت نہیں دی جا سکتی۔

۲۔ بچّوں کے حقوق کے کنونشن کے آرٹیکل (a)۳۷ کے تحت ۱۸ سال سے کم عمر اشخاص کو پھانسی یا تا حیات قید کی سزا نہیں دی جا سکتی۔

۳۔ حقوقِ بشر پر امریکی کنونشن آرٹیکل (۵)۴ کے تحت جرم کے وقت ۱۸ سال سے کم عمر کے اشخاص کو پھانسی نہیں دی جا سکتی۔

۴۔ ۱۲ اگست ۱۹۴۹ کو ہونے والے چوتھے جینیوا کنونشن کے آرٹیکل ۶۸ کے تحت جرم کے وقت ۱۸ سال سے کم عمر کے اشخاص کے خلاف پھانسی کی سزا کا اعلان نہیں کیا جا سکتا۔

۵۔ ۱۲ اگست ۱۹۴۹ کو ہونے والے چوتھے جینوا کنونشن کے اضافی پروٹوکول کے تحت جرم کے وقت ۱۸ سال سے کم عمر کے اشخاص کے خلاف پھانسی کی سزا کا اعلان نہیں کیا جا سکتا۔

۶۔ اقوام متحدہ کی اقتصادی اور سماجی کاؤنسل کی قرارداد ۵۰/۱۹۸۴ مورخہ ۲۵ مئی ۱۹۸۴ء جس کی تائید اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے اپنی قرارداد نمبر ۱۱۸/ ۳۹ مورخہ ۱۴ دسمبر ۱۹۸۴ء

کے ذریعے کی اور جس کے تحت ۱۸ سال سے کم عمر کے مجرم کو سزائے موت نہیں دی جاسکتی۔

پہلی جولائی ۲۰۰۰ء میں Juvenile Justice System Ordinance (JJSO-2002) نافذ ہوا جس کو بنانے کے لئے ۱۳ سال لگے تھے۔ جس کے تحت ۱۸ سال سے کم عمر کے بچّوں کو سزائے موت سے مستثنیٰ قرار دیا گیا لیکن اس وقت تقریباً ۵۰ کے قریب ۱۸ سال کے عمر کے بچّوں کو جن کو سزائے موت سنادی گئی تھی اور ان کے کیسوں پر تجدید نظر نہیں کی جاسکی۔ دوسری طرف دیئت اور قصاص کے کیسوں میں شریعت کورٹ کے موت کی سزاؤں کے فیصلوں کے سامنے ہمارا صدر مملکت بھی عاجز نظر آتا ہے۔ اس سے قبل صرف سندھ اور پنجاب میں کمسن جوانوں کے لئے خصوصی قوانین موجود تھے البتہ صرف سندھ میں عدالت موجود تھی۔ لیکن عدالتوں کے موجود ہونے کے باوجود کئی مشکلات ہیں جن پر توجہ دینا لازم ہے۔ جیلوں میں گنجائش سے زیادہ ملزمین موجود ہیں اور ان میں سے بہت سے ایک طویل مدّت سے جیلوں میں ہیں اور انہیں عدالتوں میں پیش نہیں کیا جاسکا۔ پولیس قانونی مدّت میں کورٹ میں چالان پیش نہیں کرسکتی نیز جج صاحبان ضمانت پر رہائی کی رقم اتنی زیادہ رکھتے ہیں کہ غریب ماں باپ وہ رقم ادا نہیں کرسکتے۔

جج صاحبان کو یہ اختیار حاصل ہے کہ اگر وہ چاہیں تو ۱۶ سال سے کم عمر کے بچّوں کو بغیر ضمانت کے رہا کرسکتے ہیں لیکن وہ ایسا نہیں کرتے کیونکہ اُن کا تعلّق غریب طبقے سے ہوتا ہے اور آمدنی کے ذرائع مفقود ہوتے ہیں۔ اوّل تو وہ بیچارے وکیل کر ہی نہیں سکتے۔ رضا کار وکیلوں کی تعداد کم ہے اور اُن کے بھی پیٹ لگا ہوا ہوتا ہے اور پیشکار پیسے لے کر پیسے والوں کے کیس جلدی لگا دیتا ہے۔

۱۶ سال سے کم عمر کے بچّوں کو تفتیشی آفیسر بھی کورٹ میں پیش کیئے بغیر ضمانت پر رہا کرسکتا ہے۔ لیکن ان کمسن ملزموں کو جیل بھیج دیا جاتا ہے۔ کیونکہ زیادہ تر پولیس آفیسر جیل میں اپنے قوانین چلاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے معمولی سے جرم پر انہیں طویل مدّت تک جیل میں رہنا پڑتا ہے۔ کراچی سے پکڑے گئے بچّوں کا تعلّق زیادہ تر لیاری، منگھوپیر اور کورنگی سے ہے۔ گھر کا خرچہ چلانے کے لئے جب انہیں کام نہیں ملتا تو غیر قانونی کام کرنے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔ بعض اوقات ماں باپ کی سختی کی وجہ سے بچّے گھر سے راہِ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہوجاتے ہیں اور کسی کرمنل گینگ میں شامل ہوجاتے ہیں۔ لیاری میں گینگ وار میں زیادہ تر نوجوان ہی ہیں۔ قانون کے مطابق ۱۶ سال سے کم عمر کے بچوں کو ماؤں کے ساتھ نہیں رکھا جاتا لیکن آپ جیل میں ۱۵ سال تک کی بچّیوں سے

مل سکتے ہیں۔

دنیا کے تمام ممالک بشمول پاکستان کے قوانین میں بچوں کو سزائے موت نہ دینے کا قانون موجود ہے لیکن ۱۹۹۰ء سے لے کر ۲۰۰۷ء کے دوران ایران نے ۲۱ نوعمروں کو، امریکہ نے ۱۹ کو، پاکستان نے ۴ کو، سعودی عرب، یمن اور چین نے دو دو کو نائیجیریا اور کانگو نے ایک ایک نوعمر کو سزائے موت دی۔ ۱۵ نومبر ۱۹۹۲ء سے لے کر ۱۳ جون ۲۰۰۶ء کے دوران پاکستان میں درج ذیل ۱۸ سال سے کم عمر جوانوں کو سزائے موت دی گئی: The State of Pakistan\s Children 2008, SPARC(۵۸)

	نوعمر مجرم کا نام	جرم کے وقت عمر	موت کی سزا کی تاریخ
۱۔	۔	۱۷ سال	۱۵ نومبر ۱۹۹۲
۲۔	شمعون مسیح	۱۴ سال	۳۰ ستمبر ۱۹۹۷
۳۔	علی شیر	۱۳ سال	۳ نومبر ۲۰۰۱
۴۔	معتبر خان	۱۶ سال	۱۳ جون ۲۰۰۶
۵۔	محمد منشا	۱۴ سال	۱۴ نومبر ۲۰۰۷

کمسن ملزموں/ مجرموں کے ساتھ جیلوں میں برتاؤ

سنہ ۲۰۰۳ میں جیل حکام کے مطابق جن بچوں کو سزائیں سنائی گئیں انکی تعداد ۹۳۶ تھی اور سب سے بد نصیبی کی بات یہ تھی کہ جن بچوں کے مقدمات زیر سماعت تھے انکی تعداد ۴۲۳۰ تھی۔ کراچی کی Juvenile جیل کمسن ملزموں کے لئے ایک اچھا نمونہ ہے جہاں کمسن ملزموں کو اچھا شہری بنانے کی کوشش تو کی جاتی ہے لیکن

The State of Pakistan\s Children 2008, SPARC(۵۸)

بے ثمر۔ جیل میں ۵۰۰ سے زیادہ بچے موجود ہیں۔ ان میں سے کئی بچے ہر سال بورڈ آف ایجوکیشن کے SSC کے امتحان میں شریک ہوتے ہیں۔ نوع بشر کی ترقی کے لئے بچوں کی جسمانی اور ذہنی نشوونما لازم ہے۔ جیلوں میں نا کردہ گناہوں کی سزا پانے والے کم سن بچے جیل سے نکلنے کے بعد اپنے ماتھے پر جرم کا نشان لیکر نکلتے ہیں اور معاشرہ حقیقت سے بے خبر ان کو قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے۔ پھر ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ جرائم پیشہ گروہ کے ہتھے چڑھ جاتے ہیں۔ یا اپنا پیٹ پالنے کے لئے کوئی جرم کر بیٹھتے ہیں۔ جیلوں میں بند بچوں میں ۱۸ سال سے کم عمر کے ملزم بچے ہیں یا وہ بچے ہیں جو قیدی عورتوں نے جیل میں جنم دیئے یا کسی الزام میں پکڑے جانے کے بعد اپنی ماؤں کے ساتھ انکی سزاؤں کو بھگت رہے ہیں۔ ۱۸ سال سے کم عمر کے ملزم بچوں کو Youthful offenders Home میں رکھا جاتا ہے جبکہ چھ سال تک کے بچوں کو ماؤں کے ساتھ رکھا جاتا ہے۔

ہماری دنیا اور جیل کی دنیا میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اور ان میں کوئی قدر مشترک نہیں ہے۔ جیلوں کے اندر کیا ہوتا ہے صرف سن کر انسان کے رونگھٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جیلیں کسطرح معصوموں سے بھری جاتی ہیں اس میں سے صرف دو تین داستانوں کو یہاں مختصر طور پر بیان کیا جاتا ہے:۔

۱۔ ڈان اخبار کی رپورٹر منزہ صدیقی نے میگزین Review میں دو بچوں کی داستانیں اسطرح بیان کی ہے: ایک ۱۶ سالہ جوان عبداللہ نے بتایا کہ اسکا تعلق سرحد سے ہے۔ وہ اپنے ساتھ ناانصافی پر غصّے سے کانپ رہا تھا۔ اس نے بتایا کہ میں نے کچھ نہیں کیا لیکن پولیس کو ایک فراری مجرم کی جگہ پُر کرنا تھی۔ اسکے ماموں کا ایک امیر اور بارسوخ شخص کے ساتھ تنازعہ تھا جس کے بارے میں وہ کچھ نہیں جانتا۔ گذشتہ رمضان میں ایک دن وہ مغرب کی نماز پڑھکر آ رہا تھا کہ پولیس نے اسکے ماموں کے گھر پر دھاوا بول دیا اور ماموں کو قتل کے الزام میں گرفتار کر لیا۔ پولیس نے ماموں کے ساتھ عبداللہ اور اسکے ماموں زاد بھائی کو بھی گرفتار کر لیا۔ انکے پاس کوئی گواہ نہیں تھا لہٰذا پولیس نے دونوں کو مجبور کیا کہ انکی رہائی کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ وہ ماموں کے خلاف گواہی دیں۔ انہوں نے ماموں کے خلاف گواہی دینے سے انکار کر دیا تو انکے خلاف بھی ۳۰۲ کے تحت قتل کا کیس بنا دیا گیا ہے۔

۲۔ جیل میں ایک اور لڑکے محمد اسلم سے ملاقات ہوئی جس کی عمر ۱۹ سال ہے۔ اس کی داستان عبداللہ کی داستان کے بالکل برعکس تھی۔ اسے چار سال قبل جب وہ صرف ۱۵ سال کا تھا گرفتار کیا گیا تھا۔ وہ بہت دلچسپی اور

غور سے عبداللہ سے باتیں کرتا ہوا منزہ کو دیکھ رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ جیسے اس نے اپنے آپ کو تقدیر کے حوالے کردیا ہے اور جیل میں رہنا مناسب سمجھتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ وہ منزہ کو ایک ایسے ناتجربہ کار صحافی کی نظر سے دیکھ رہا تھا جو سمجھتے ہیں کہ انٹرویو کے ذریعے وہ کمسن مجرموں کے مسائل حل کرنا چاہتی ہے۔ اسلم نے بتایا کہ اسے قتل کے الزام میں گرفتار کیا گیا ہے۔ اس نے بتایا کہ وہ ایک الیکٹریشین تھا۔ اس نے ادھر اُدھر دیکھ کر کہا' یہ ایک تنظیمی معاملہ تھا جو آپ کے سمجھ میں نہیں آئے گا'۔ اُس نے کوئی قتل نہیں کیا تھا لیکن پولیس والوں نے اسے اس لئے گرفتار کرلیا کیونکہ وہ جرائم پیشہ لڑکوں کے ساتھ گھومتا تھا۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ جنھوں نے قتل کیا وہ ضمانت پر رہا ہوکر مزے سے زندگی گذار رہے ہیں۔ جج نے میری ضمانت منظور کرلی ہے لیکن ضمانت دینے والا کوئی نہیں ہے اور ماں باپ نے بھی اس سے ناطہ توڑلیا ہے۔ اس نے جیل میں موٹر ویلڈنگ اور پلمبنگ کا کام سیکھ لیا ہے اور اس سے جیل میں اسکا گذارا ہوجاتا ہے'۔ (۵۹) منزہ صدیقی ڈان اخبار کی رپورٹر میگزین Review

۳۔ فروری ۱۹۹۹ء میں ایک ۱۳ سالہ بچے محمد سلیم کو سمری ملٹری کورٹ نے سزائے موت سنائی۔ اس پر یہ الزام تھا کہ اس نے کراچی میں تین پولیس والوں کو قتل کیا تھا۔ یہ سزا اقوام متحدہ کے بچوں کے حقوق کے کنونشنوں کی خلاف ورزی تھی اس لئے حقوقِ بشر کی تنظیموں نے آواز بلند کی کہ اس کی سزائے موت کو عمر قید میں تبدیل کردیا جائے۔ یہاں حیرت کی بات یہ ہے کہ سندھ چائلڈ ایکٹ ۱۹۵۵ء جو ۱۹۷۴ء میں نافذ العمل ہوا اس کی دفعہ (ا)۶۸ کے مطابق ۱۶ سال سے کم عمر کے مجرم کو سزائے موت نہیں دی جاسکتی۔ لیکن سلیم کو موت کی سزا سنائی گئی جبکہ ۱۹۹۰ء میں اسی کیس میں ۱۷ سال سے کم عمر کے دو بچوں کو موت کی سزا دی جاچکی تھی۔

The State of Pakistan\s Children 2008, SPARC۶۰)

۴۔ ہیومن رائٹس کمیشن کی رپورٹ کے مطابق ۱۹۹۸ء میں ۱۴ سالہ بشیر احمد اور ۱۶ سالہ ظفر اقبال کو موت کی سزا سنائی گئی۔ ۲۰۰۱ء کی ہیومن رائٹس کمیشن کی رپورٹ کے مطابق ۳۳۸۰ بچے پاکستان کی جیلوں میں تھے اور

---

(۵۹) منزہ صدیقی ڈان اخبار کی رپورٹر میگزین Review

The State of Pakistan\s Children 2008, SPARC(۶۰)

ان میں سے ۳۷ کم عمر لڑکوں کو موت کی سزا سنائی جا چکی تھی ۔ سنہ ۲۰۰۳ میں جیل حکّام کے مطابق جن بچّوں کو سزائیں سنائی گئیں انکی تعداد ۹۳۶ تھی اور سب سے بدنصیبی کی بات یہ تھی کہ جن بچّوں کے مقدمات زیر سماعت تھے انکی تعداد ۳۰۴۴ تھی ۔ حالیہ رپورٹ کے مطابق اب جیلوں میں بچّوں کی تعداد میں مزید اضافہ ہو چکا ہے ۔ انکی نصف تعداد کو ابھی تک عدالتوں میں پیش نہیں کیا جا سکا ہے ۔

۵۔ ۱۹۹۹ء میں پنجاب میں ۳۸ کمسنوں کو سزائے موت سنائی گئی ۔ پورے صوبے میں ۱۸ سال سے کم عمر کے ۱۶۰۰ بچّے جیلوں میں قید بھگت رہے ہیں ۔ ایک اعداد و شمار کے مطابق پنجاب میں کمسن مجرموں کی تعداد سب سے زیادہ ہے جو پورے ملک کے کمسن قیدیوں کی تعداد کا ۶۲ فیصد تناسب بنتا ہے ۔ AGHS's چائلڈ رائٹ سیل کے مطابق سات ایسے بچّوں کو موت کی سزا سنائی گئی تھی جنکی عمریں ۱۴ سال سے کم تھیں ۔ یہ سزائیں بذات خود 1983 پنجاب یوتھفل آفنڈرس آرڈیننس دفعہ (۱)۴۵ کے خلاف تھی جس کے تحت ۱۵ سال سے کم عمر کے بچّوں کو سزائے موت نہیں دی جا سکتی ۔ اعداد و شمار کے مطابق ۱۹۹۹ میں پنجاب میں بشمول سنٹرل اور ڈسٹرکٹ جیلوں میں مجرم بچّوں کی کل تعداد ۲۴۰۸ تھی جن میں ۱۵۰۸ کی عمریں ۱۸ سال سے کم تھیں ۔ ان میں زیادہ تعداد ان بچوں کی تھی جنہیں اُس وقت تک عدالت میں پیش نہیں کیا جا سکا تھا ۔ پنجاب میں مجرم بچّوں کو بڑے مجرموں کے ساتھ رکھا جاتا ہے ان کے ساتھ جو غیر انسانی سلوک کیا جاتا ہے وہ ناقابلِ بیان ہے ۔ جبکہ بچّوں کے لئے عدالتی نظام کے مطابق بچّے کو گرفتار کرنے کے فوراً بعد اس کے والدین کو یہ اطلاع دینا لازم ہے کہ اسکو کب اور کس عدالت میں پیش کیا جائیگا ۔ نیز اسکی ضمانت، پروبیشن آفیسر کی تقرّری اور دیگر ضروری باتوں سے والدین کو آگاہ کرنا بھی پولیس آفیسر کے فرائض میں شامل ہے ۔ اگر جرم ناقابل ضمانت نوعیت کا ہے تو مجرم بچّے کو ۲۴ گھنٹے کے اندر اندر عدالت کے روبرو پیش کیا جانا لازم ہے لیکن یہ سب کہنے کی باتیں ہیں ۔ (۶۱)

The State of Pakistan\s Children 2008, SPARC

۶۔ ہمیں junenlles prison کے علاوہ اُن بچّوں اور جوانوں کو بھی دیکھنا ہوگا جو عجیب و غریب حالات میں جیل پہنچ کر عادی مجرم بن کر نکلے اور انکے ساتھ پولیس کیسا سلوک کرتی ہے ۔ ان عورتوں کے بچّوں

The State of Pakistan\s Children 2008, SPARC(۶۱)

کے بارے میں بھی سوچنا ہوگا جو اپنی ماؤں کے ساتھ جیل کی دیواروں میں بند ہر طرح کی مصیبتیں جھیل رہے ہیں۔ کراچی کی عورتوں کی جیل میں زیادہ تر عورتیں نشہ آور اشیا کی اسمگلنگ، حدود آرڈیننس، زنا اور اغوا اور ڈکیتی کے الزام میں بند ہیں۔ تین سو کے قریب ماؤں کے ساتھ پچاس سے زیادہ بچے جیل کاٹ رہے ہیں۔ تیس سے زیادہ لڑکیاں نو سے اٹھارہ سال تک کی عمر کی ہیں۔ زیادہ تر عورتوں کا تعلق متوسط گھرانوں سے ہے۔ عورتوں کے عزیز و اقارب یہ جانتے ہوئے بھی کہ جیلوں میں کیا کچھ ہوتا ہے وہ اپنے عزیز معصوم بچوں اور کمسن جوانوں کو جیل میں ماں کے پاس چھوڑ جاتے ہیں۔ جیلیں جہاں ایسے درندہ صفت انسان موجود ہوتے ہیں جو اپنی بیٹیوں کی عمر کی پانچ سالہ اور آٹھ سالہ بچیوں تک کو اپنی ہوس کا نشانہ بناتے ہیں۔ جیل میں عورتوں اور لڑکیوں کو قانونی مدّت کے اندر کورٹ میں پیش نہیں کیا جاتا۔ بعض عورتیں اور بچے وکیل نہ کرنے کی وجہ سے اپنے جرم کی سزا سے زیادہ مدّت تک جیلوں میں پڑی ہوئی ہیں۔ (۶۲)The Dawn Review April15-21, 1999

عورت کے ساتھ جنسی تشدّد کی تاریخ طویل ہے اور انکو دین اور قانون کی نظر میں انسان ہی نہیں سمجھا جاتا۔ ایک ذریعے کے مطابق صرف ۲۰۰۳ء میں ایک ہزار دو سو باسٹھ لڑکیوں کو ہوس کا نشانہ بنایا گیا۔ اس تعداد میں دیہاتی علاقوں میں وڈیروں، جاگیرداروں اور درندہ صفت لوگوں کی جنسی ہوس کی تعداد شامل نہیں ہے۔ پاکستان میں ہر روز ۶ سے ۱۰ سالہ بچیوں کو ہوس کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ان میں سے بہت سی لڑکیوں کو جیل بھیج دیا جاتا ہے اور درندہ صفت انسان قانون کی سرپرستی میں اس وقت تک دندناتے پھرتے ہیں جب اللہ تعالیٰ کی بے آواز لاٹھی چلتی ہے اور ان پر خدا کا قہر نازل ہوتا ہے۔

جیل کے حکّام کے خیالات:

انسپکٹر جنرل (Prison) کے مطابق

"ہم بچوں کو ۷ سال کی عمر کے بعد گلیوں میں آوارہ نہیں چھوڑ سکتے۔ ہماری انتہائی کوشش ہوتی ہے کہ انکو اچھی زندگی گذارنے کا موقعہ ملے لیکن جیل کے ماحول میں یہ ناممکن ہے۔ ان بچوں

---

(۶۲)The Dawn Review April15-21, 1999

کے بارے میں ایک طویل مدّتی منصوبہ بنانے اوران بچّوں کے لئے خصوصی انسٹی ٹیوشنز بنانے کی ضرورت ہے۔ہم جیل کے اندر چاہے کتنا ہی اچھا ماحول پیدا کر دیں وہ جیل سے باہر کے آزاد ماحول کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔بچّے سخت نگرانی کی وجہ سے آزادسے محروم ہیں۔ کیونکہ مائیں اپنے بچّوں کو جدا نہیں کرنا چاہتیں۔''

حیران کن بات یہ ہے کہ ملزم ماؤں کے ان بچّوں کے لئے کوئی قانون موجود نہیں ہے۔مثلاً اگر ماں کوعمر قید ہو جائے تو بچّے کے لئے کوئی پناہ نہیں ہوتی۔ ہماری عدالتوں کواس اہم معاملے میں بذات خود کوئی فیصلہ کرنا چاہئے۔

عورتوں کی جیل کی سپرنٹنڈنٹ نے رائے دی کہ:

''جیل سے باہرایسی جگہ ہونی چاہئے جہاں یہ بچیاں صبح سے شام تک لکھنا پڑھناوغیرہ سیکھیں۔ اسطرح ان کاذہن کچھ عرصے کے لئے جیل کے اندر کے خوفناک ماحول سے بچارہیگا''......

نیزاس نے حدود آرڈیننس پرتبصرہ کرتے ہوئے کہا''بعض دفعہ حدود آرڈیننس پر عملدرآمد دیکھ کرخوف آتا ہے۔ماؤں اورانکی بچّیوں (مستقبل کی ماؤں) کی زندگیاں بچانے کے لئے حدود آرڈیننس میں ترامیم کی ضرورت ہے''۔(۶۳)

The Dawn Review April15-21-1999

خواتین قیدیوں کے معصوم بچّے:

۲۰۰۴ء میں جسٹس ناصراسلم زاھد کی سربراہی میں خواتین قیدیوں کی بہبود کمیٹی بنائی گئی اوراسکا حشروہ ہی ہوا جو ہمیشہ کمیٹیوں کا ہوتا ہے کیونکہ کمیٹی تو اصل میں عمل درآمد روکنے کے لئے بنائی جاتی ہیں۔غیرسرکاری تنظیمیں بھی بہت ساری ہیں۔لیکن قانون کی رکھوالی کرنے والے مجرمانہ ذہنیت کے حامل لوگوں سے نمٹنا کوئی آسان کام نہیں ہوتا۔حکومتیں ایک طرف عزّت کے نام پرقتل اورحدود آرڈیننس کی قراردادیں پاس کررہی ہے

The Dawn Review April15-21-1999(۶۳)

لیکن دوسری طرف مظلوم خواتین کی حفاظت یا ضمانت پر انکی رہائی کے لئے کچھ نہیں کر رہی۔ حدود آرڈیننس کی خلاف ورزی پر صرف خواتین کو پکڑا جاتا ہے۔ زانی مرد دندناتے پھرتے ہیں۔ زانی مردوں میں زیادہ تعداد ان لوگوں کی ہوتی ہے جو صاحب حیثیت اور اثر ورسوخ والے ہوتے ہیں۔

انڈیا میں ۲۰۰۳ء آندرا پردیش میں عورتوں کی جیلوں کے حکّام نے عورتوں کے بچّوں پر ایک بہت بڑا احسان یہ کیا گیا ہے کہ قیدی عورتوں کے بچّوں کو جیل سے باہر پرائیویٹ اسکولوں میں تعلیم کے مواقع فراہم کئے۔ پانچ سال سے کم عمر بچّوں کو نیا یونیفارم' جوتے' اور سلیٹ وغیرہ تک فراہم کی گئیں۔ پاکستان کے پارلیمانی نمائندے بھی یہ کام کر سکتے ہیں لیکن ان کو غیر ضروری معاملات اور خاص طور پر اپنے مفادات اور اپنے دوستوں کے مفادات کا زیادہ خیال رہتا ہے۔ پاکستان میں نہ تو کبھی جمہوریت تھی نہ ہے اور نہ ہوگی۔ کیونکہ ملک پر وڈیروں اور جاگیرداروں کا قبضہ ہے۔ جنکا شمار انسانوں میں نہیں کیا جاسکتا۔ اور پاکستان کی ۶۰ سالہ تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ سیاستدانوں کی بڑی تعداد مجرمین' ڈاکوؤں اور ملک کی دولت لوٹنے والوں پر مشتمل ہے۔ جن کو پاکستان یا عوام سے کسی کو کوئی دلچسپی نہیں ہے۔

مدارس اور جہادی بچّے

اِس وقت پورے پاکستان میں تقریباً بیس سے پچّیس ہزار مدارس موجود ہیں۔ ان مدارس میں پڑھنے والے سینکڑوں بچّے جن میں سے زیادہ تر کا تعلّق سرحد اور پنجاب سے ہے انہیں پہلے کشمیر اور افغانستان میں لڑنے کے لئے بھیجا جاتا رہا ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق طلباً کی کل تعداد میں سے تین فیصد بچّوں کو کسی نہ کسی طرح ترغیب دیکر اور برین واش کر کے جنگ کرنے کے لئے بھیج دیا جاتا ہے۔ گذشتہ چند سالوں سے ۱۷ اور ۳۰ سال کے جوانوں کے اذہان میں یہ سمو دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے جہادی استاد کے کہنے پر خودکش بیلٹ پہنکر یا بارود کے دھماکے کر کے اور عبادت گاہوں کو عبادت کرنے والوں سمیت اُڑا دیں تو سیدھے جنّت میں جائیں گے۔ نومبر ۲۰۰۷ سے پاکستان کی وادی سوات میں پاکستانی فوجوں اور دہشت گردوں کے درمیان جنگ چھڑی ہوئی ہے۔ ایک غیر سرکاری تنظیم SPARC کی بچّوں کے حقوق کی کمیٹی کے مطابق ڈسٹرکٹ سوات میں جہادی بچّوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ اخباری اطلاع کے مطابق وہاں پر موجود دینی مدارس میں دہشتگرد جہادی بچّے

تیار کر رہے ہیں۔

پاکستان، کشمیر، برما، فلسطین افغانستان میں ہزاروں کی تعداد میں Child soldier فوجی بچوں کی ایک بڑی تعداد اپنے دینی مدارس کے توسط سے فوجی ٹریننگ حاصل کر کے مذکورہ بالا محاذوں پر لڑ رہے ہیں یا لڑنے کی ٹریننگ لے رہے ہیں ہیں ۔

افغانستان میں اقوامِ متحدہ کے امدادی مشن UNAMA میں پاکستان پر یہ الزام لگایا گیا ہے کہ افغانستان میں کی جانے والی دھشت گردی کی سرگرمیوں میں استعمال کئے جانے والے اور خود کو بارود سے اڑا دینے والے پاکستانی بچّوں کو پاکستان میں تربیت دے کر افغانستان بھیجا جاتا ہے۔

حیدرآباد کے ایک مدرسہ سے ایک بچّے کے والد کو فوراً مدرسہ پہنچنے کو کہا گیا جب وہ وہاں پہنچا تو پرنسپل نے کہا کہ آپ کو مبارک ہو کہ آپکے بچّے کو شہادت نصیب ہوئی ہے۔ بیچارے باپ نے کہا کہ میں نے تو اپنے بچّے کو پڑھنے کے لئے بھیجا تھا نہ کہ جہاد پر جانے کے لئے۔ یہ صرف ایک اخبار کی خبر بن کر رہ گئی اور ماں باپ کو رو رو کر صبر آ گیا۔

ایسی شہادت پانے والے بچّے کے ماں باپ نے سندھ ہائی کورٹ میں ایک لوکل مدرسہ کے خلاف اپنے ۱۳ سالہ بچّے کی گمشدگی کا کیس درج کروایا۔ باپ نے اسلامیہ اسکول کے پرنسپل پر الزام لگایا تھا کہ اس نے انکے ۱۳ سالہ بچّے کو افغانستان میں جنگ کرنے بھیج دیا ہے۔ اسکول کے ناظم نے بعد میں اقرار کیا کہ بچّہ خود اپنی مرضی سے جہاد پر گیا ہے۔ ایک مہینے بعد بچّہ کسی طرح واپس لوٹا تو اس نے بتایا کے اسکول کے ناظم نے اسکو اکسایا تھا۔ پولیس نے مدرسے کے ناظم کے خلاف کرمنل کیس درج کر لیا۔ عجیب اتفاق یہ ہے کہ کیس داخل کرنے والے دن ایمنسٹی انٹرنیشنل نے رپورٹ جاری کی کہ ۶۰۰ juveniles کو بس کے ذریعے افغانستان بھیج دیا گیا ہے۔ Maisoon Hussain,Dec.21-27, 2000, The Review, DAWN (64)

روئے منگوون (Roy Mungoven) "Colition to stop the US of Child Soldiers" کے کوآرڈینیٹر نے حکومت پاکستان کے حکّام لاہور، کراچی اور اسلام آباد کی غیر سرکاری تنظیموں سے ملاقات کے بعد بتایا کہ پاکستان میں ۱۸ سال سے کم ہزاروں کی تعداد میں جو افغانستان اور کشمیر کے محاذ پر لڑ چکے ہیں، لڑ

---

(۶۴) Maisoon Hussain,Dec.21-27, 2000, The Review, DAWN

(۶۵) روئے منگوون "Colition to stop the US of Child Soldiers" کے کوآرڈینیٹر

رہے ہیں یا لڑنے کی ٹریننگ لے رہے ہیں۔ایک جائزے کہ مطابق پوری دنیا میں چائلڈ سولجر کا استعمال بڑھتا جارہا ہے۔البتہ اس سوچ کا دائرہ محدود ہے۔

Roy Mungoven کے مطابق تیس ممالک میں اس وقت تین لاکھ بچے دینی اور قومی جنگوں میں مصروف ہیں۔Child Soldiers کے استعمال میں افریقہ سب سے اوّل ہے جہاں ایک لاکھ بیس ہزار بچے مختلف تنازعات میں ملوّث ہیں۔دوسرا نمبر ایشیا کا ہے۔برما میں ۱۲ سال تک کے بچّوں کی استعمال کیا جارہا ہے۔سری لنکا کے ٹائیگرس میں بچّوں کی بہت بڑی تعداد کو بھرتی کیا جاتا ہے۔اسی طرح افغانستان میں بچّوں کو جہاد کے نام پر استعمال کیا جارہا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک تخریب کار نسل تیزی سے جنم لے رہی ہے۔The International criminal Code میں جس پر ۱۲۰ ممالک نے دستخط کئے ہیں بچّوں کو جنگجویانہ جرائم کو ممنوع قرار دیا ہے۔البتہ اس پر ابھی بحث ہونا باقی ہے کہ آیا Child Soldiers کو مجرم گردانا جاسکتا ہے یا نہیں؟

سندھ چلڈرن ایکٹ ۱۹۵۵ء جو ۱۹۷۴ء میں نافذ العمل قرار دیا گیا اس کے آرٹیکل (۱)۶۸ کے مطابق ۱۶ سال سے کم عمر کے مجرم کو سزائے موت سے مستثنیٰ قرار دیا گیا تھا۔فروری ۱۹۹۹ء میں ایک ۱۳ سالہ بچے محمد سلیم کو سمری ملٹری کورٹ نے سزائے موت سنائی جو کہ حقوقِ انسانی کے کنونشنوں کی کھلی خلاف ورزی تھی۔حقوقِ بشر کی تنظیموں نے اس سزائے موت پر آواز اٹھائی۔اس سے قبل اسی کیس میں ۱۵ اور ۱۷ سالہ دو بچّوں کو سزائے موت سنائی جاچکی تھی لیکن سندھ کی عدالت نے ان کی سزائے موت کو برقرار رکھا۔ڈاکٹر جیبیہ حسن نے ......جو سندھ جیل ریفارمز ٹاسک فورس کی عضو ہیں......اس بات پر اصرار کیا کہ کم عمر ملزموں کو پیشہ ور اور عادی مجرموں قاتل اور زانی مجرموں سے علیحدہ رکھنا ضروری ہے۔......جبکہ بڑے مجرم نہیں چاہتے کہ لڑکوں کو ان سے جدا کیا جائے بلکہ جیلر بھی اس فیصلے کے سخت خلاف تھے کیونکہ ان لڑکوں کو جنسی پیاس بجھانے کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔" (۶۶) ڈان ریویو ۱۵۔۲۱ اپریل ۱۹۹۹ء

انگریزی اخبار ڈان کے Review میگزین میں ایک ۲۲ سالہ مجاحد جس کو دیکھ کر یقین نہیں آتا کہ وہ کراچی سے آزاد کشمیر جہاد کر کے واپس لوٹا ہے۔اس نے بتایا کہ جس وقت کارگل کی جنگ جاری تھی تو وہ کشمیر کے محاذ پر موجود تھا۔اور شدید زخمی ہونے کی وجہ سے اسے واپس لوٹنا پڑا۔اس کے گروپ کی نظر میں افغانستان

---

(۶۶) ڈان ریویو ۱۵۔۲۱ اپریل ۱۹۹۹ء

میں جو کچھ ہو رہا ہے اور مسلمان مسلمان کو مار رہا ہے اسے جہاد نہیں کہا جا سکتا۔ اس نے فخر سے بتایا کہ اسکا بڑا بھائی شہید ہو چکا ہے۔ نیز اس کا چھوٹا بھائی جس کی عمر ۱۴ سال ہے وہ ٹریننگ لے رہا ہے۔ جب اس سے پوچھا گیا کہ کیا بچوں کو جنگ میں جھونکنا غلط بات نہیں ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ جب بڑے آگے نہیں بڑھتے تو ان کو غیرت دلانے کے لئے ہم آگے بڑھتے ہیں۔ پھر اس نے قرآن پاک سے جہاد کی آیت کا حوالہ دیا کہ یہ ہر مسلمان کا فریضہ ہے کہ وہ اسلام کی حفاظت کے لئے اپنا سب کچھ قربان کردے۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ بہت سے والدین اس نیک کام میں رکاوٹ بنتے ہیں تو ہم ان کو قرآنی آیات کے ذریعے قائل کرتے ہیں۔ ٹریننگ کے لئے تین ہفتے دورۂ عامہ' تین ہفتے دورۂ صفا اور پھر تین مہینے کی گوریلا ٹریننگ دی جاتی ہے۔ اس نے بتایا کہ صرف گجرانوالا اور لاہور کے ایک ہزار لوگوں نے شہادت کا درجہ حاصل کیا۔ (٦٧)

ڈان ریویو میگزین۔ ۲۱ تا ۲۷ دسمبر ۲۰۰۰ء

بچوں میں جرائم کے بڑھتے ہوئے رجحانات کو دیکھکر اس تحقیقی مطالعے کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔ یہ برقی توانائی یا سائنسی دور ہے۔ یہ قرن نور ہے انسان کائنات کی دودھیائی راہوں میں چھپی بیشمار دنیاؤں میں سے نزدیک ترین سیاروں پر پہنچ چکا ہے۔ ٹیلی ویژن' کمپیوٹر اور موبائل نے دنیا کو سکیڑ کر رکھدیا ہے۔ لیکن بقول ایک بزرگ شاعر:

نہیں جاتی کہاں تک فکر انسانی نہیں جاتی — مگر اپنی حقیقت آپ پہچانی نہیں جاتی

پوری دنیا میں حیرت انگیز طریقوں سے جرائم کرنے کی رفتار میں تیزی آتی جارہی ہے۔ خاص طور پر پاکستانی بچوں میں جرائم پسندی میں اضافہ ہماری تشویش کا باعث ہے۔ ہر روز اخبارات' ٹیلیویژن اور انٹرنیٹ پر قتل' آبروریزی' اغوا برائے تاوان' اسمگلنگ' بجلی کی چوری' ادویات میں ملاوٹ بینک ڈکیتیاں جیسی وارداتوں میں مسلسل اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ پاکستان پر دنیا کی نظروں میں ایک دہشت گرد ملک کے نام سے مشہور ہو چکا ہے۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کے ہاتھوں میں ٹی ٹی اور کلاشنکوف کا استعمال ٹی وی پر دکھایا جاتا ہے۔ ہر روز

---

(٦٧) ڈان ریویو میگزین۔ ۲۱ تا ۲۷ دسمبر ۲۰۰۰ء

ہزاروں کی تعداد میں موبائل فون چھین لئے جاتے ہیں۔ چھوٹے بچّوں کے ذہنوں کو ایسا آلودہ کر دیا جاتا ہے کہ وہ بارود کی جیکٹ پہن کر خدا کے گھر تباہ کرنے اور اس میں موجود نمازیوں کی جان لینے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ بم دھماکوں کی زیادہ تر وارداتوں میں بچّے ہی ملوث پائے جاتے ہیں جن میں سے ہر بچّہ ایک نسل کو اپنے ساتھ لیکر مر جاتا ہے۔ اس مقالے کے آخر میں ان چند اخباری تراشوں کی فوٹو کاپیاں منسلک کی گئیں ہیں جن کے مواد سے استفادہ کیا گیا ہے۔

نوعمروں کے لئے نظامِ انصاف کا آرڈیننس ۲۰۰۰ء

بچّوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے سندھ اور پنجاب میں قوانین موجود تھے۔ سندھ چائلڈ ایکٹ ۱۹۵۵ء اور سندھ بورسٹل اسکول ایکٹ ۱۹۵۵ء سندھ میں اور پنجاب میں یوتھ فُل آفنڈرز آرڈیننس ۱۹۸۳ اور پنجاب بورسٹل اسکول ایکٹ ۱۹۶۲ء موجود تھا لیکن اُن پر حقیقی معنوں میں کبھی عمل نہیں کیا گیا۔ سرحد اور بلوچستان بچّوں کے حقوق کے تحفظ کا کوئی قانون موجود نہ تھا......

یکم جولائی ۲۰۰۰ء کو نوعمروں کے لئے نظامِ انصاف کا آرڈیننس ۲۰۰۰ء صدرِ مملکت کی ہدایت کے تحت جاری کیا گیا جو اطفال دوست قوانین میں ایک اہم اور لازمی اضافہ ہے۔ یہ آرڈیننس شمالی علاقہ جات اور آزاد کشمیر کے علاوہ پورے پاکستان کا احاطہ کرتا ہے۔ اِس آرڈیننس میں صوبائی قوانین کی حد جو ۱۵ یا ۱۶ سال تھی اُسے بڑھا کر ۱۸ سال کر دیا گیا ہے اور ۱۸ سال سے کم عمر افراد کو سزائے موت دینا ممنوع قرار دے دیا گیا ہے۔

عالمی آرڈیننس سے متعلّق چند تشریحات:

سیکشن (بی)(۲): بچّے سے مراد ایسا نوعمر مجرم جو ارتکابِ جرم کے وقت ۱۸ سال سے کم عمر کا ہو۔

سیکشن (جی)(۲): پروبیشن افسر سے مراد وہ آفیسر ہے جسے قانون شکنی کے مرتکب نوعمر افراد کے قانون کے تحت مقرّر کیا گیا ہو۔

سیکشن (اے)(۲): اصلاحی ادارے سے مراد وہ جگہ ہے جہاں نوعمر مجرموں کو اُن کی ذہنی، اخلاق اور

نفسیاتی نشو ونما کے لئے قید کے دوران تعلیم وتربیت سے آراستہ کیا جاتا ہے۔

چند اہم اقتباسات کا مفہوم:

گرفتاری اور ضمانت: سیکشن اے(۱)(۱۰) اور سیکشن بی(۱)(۱۰): گرفتار کئے گئے بچّے کے سرپرست کو اور پروبیشن آفیسر (تاکہ وہ بچّے کے بارے میں ایسی معلومات حاصل کرے جو عدالت کے لئے کارآمد ہو) بچّے کی گرفتاری کے وقت، تاریخ اور نوعمروں کی اُس عدالت کے بارے میں فوراً مطلع کیا جانا چاہئے۔

سیکشن (۲)(۱۰): کسی ناقابلِ ضمانت جرم کے الزام میں گرفتار ہونے والے نوعمر ملزم کو گرفتاری کے ۲۴ گھنٹے گذرنے سے قبل عدالت کے سامنے پیش کردیا جانا چاہئے۔

سیکشن (۳)(۱۰): نوعمروں کی عدالت کو کسی قابلِ ضمانت جرم میں گرفتار بچّے کو ضمانت/ بغیر ضمانت رہا کردینا چاہئے اور کسی صورت میں بچّے کو پولیس اسٹیشن میں نہیں رہنے دیا جائے۔ البتہ اگر رہائی کے بعد بچّے کی سلامتی کو خطرہ ہو تو رہا کرنے کے بجائے پروبیشن آفیسر کے حوالے کردیا جائے۔

سیکشن (۴)(۱۰): اگر بچّے کا جرم ناقابلِ ضمانت ہے تو بچے کے سرپرست کا پتہ لگایا جائے اور عدالت کو بچّے کو فوری طور پر ضمانت پر رہا کردینا چاہئے۔

سیکشن (۵)(۱۰): اگر ۱۵ سال سے کم عمر کے بچّے کو ایسے جرم میں گرفتار کیا جائے جس کی سزا دس سال قید سے کم ہو قابلِ ضمانت جرم کا مرتکب تصوّر کیا جانا چاہئے۔

سیکشن (۶)(۱۰): ۱۵ سال سے کم عمر بچّے کو ممانعتی حراست کے قوانین کے تحت یا فوجداری ضابطۂ قوانین کے تحت گرفتار نہیں کیا جاسکتا۔ سیکشن (۷)(۱۰): ایسی رہائی سے اُسی صورت میں رد کیا جاسکتا ہے جب بچّے نے کوئی ایسا سفّاکانہ یا خطرناک جرم کیا ہو جو وہ پہلے کرچکا ہو جس کی سزا موت یا عمر قید ہو۔

سیکشن (۶)(۴): نوعمروں کی عدالت کو جرم کی نشاندہی ہونے کے چار ماہ کے اندر مقدمے کا فیصلہ کردینا چاہئے۔

سیکشن (۳): ہر بچّہ جو جرم میں ملوّث ہو یا اُسے ملوّث کردیا گیا ہو اُسے سرکاری خرچ پر ایسا وکیل کرنے کا حق حاصل ہے جسے پانچ سال کی وکالت کا تجربہ ہو۔

سیکشن (۶)(۶): اگر بچہ کسی شدید جسمانی یا ذہنی مرض میں مبتلا ہو تو اُسے سرکاری خرچ پر ہسپتال بھیج کر علاج کروانا چاہئے۔

مقدمات کی رازداری: سیکشن (۵)(۴)(۶): آرڈیننس میں نوعمر بچوں کے مقدمات کے بارے میں رازداری برتنے کی تلقین کی گئی ہے اور کئی طرح کے حفاظتی اقدامات درج کئے گئے ہیں۔ مثلاً جس دن کے بچے کے مقدمے کی سماعت ہو اُس دن کسی اور مقدمے کی سماعت نہیں کی جانی چاہئے۔ اور عدالت میں صرف عدالت کے ارکان اور افسران' مقدمے کے فریقین یا براہِ راست تعلّق رکھنے والے افراد' بچے کے سرپرست یا عدالت جسے طلب کرنا چاہے صرف وہ ہی عدالت میں موجود ہوں۔ اور جہاں بچے کی عدالت میں موجودگی لازم نہ ہو وہاں بچے کی غیر موجودگی میں سماعت جاری رکھی جاسکتی ہے۔

سیکشن (۵): کسی بھی بچے کو کسی بالغ مجرم کے ساتھ ملزم نہیں ٹھہرایا جاسکتا...... اگر قانون کے مطابق کسی نالغ کے ساتھ مقدمہ چلایا جاسکتا ہو تو بچے کے مقدمے کی سماعت اُس سے علیحدہ نوعمروں کی عدالت میں کی جانی چاہئے۔

نگرانی' سزائیں اور اپیل: سیکشن اے (۱۱)؛ سیکشن بی (۱۱)' سیکشن (۱۲) اور سیکشن (۱۳): سزا پانے والے نوعمر بچے کو بانڈ کے تحت' ضمانت کے ساتھ یا اُس کے بغیر' نگرانی کے تحت رہائی دی جاسکتی ہے اور اُسے کسی سرپرست یا کسی اور مناسب شخص کی زیرِ نگرانی دیا جاسکتا ہے۔ کسی اصلاحی ادارے کی تحویل میں دیا جاسکتا ہے جہاں وہ ۱۸ برس کی عمر تک یا سزائے قید کی مدّت پوری کرنے تک جو بھی پہلے ہو رہ سکتا ہے۔ نوعمر مجرم کو سزائے موت نہیں دی جاسکتی اور نہ ہی کسی اصلاحی ادارے میں اس سے مشقّت نہیں لی جاسکتی۔ اُسے ہتھکڑیاں اور بیڑیاں نہیں پہنائی جاسکتیں۔ البتہ بچے کی حراست سے فرار ہو جانے کے بارے میں معقول خدشات کی صورت میں ہتھکڑیاں پہنائی جاسکتی ہیں۔ بچے کو مجرم قرار دیئے جانے کے بعد ۳۰ روز کے اندر اندر اپیل کرنے کا حق ہے اسی طرح دوسرے فریق کو بچے کے بری کئے جانے کے خلاف اپیل کا حق ہے۔

---

(۶۸) نوعمروں کے لئے نظامِ انصاف کا آرڈیننس ۲۰۰۰ء sparc

جیل خانے کا مغربی اور اسلامی تصوّر

ا۔جیل خانے کا مغربی تصوّر:

جیل خانے کو انگریزی میں پرزن(Prison) عربی میں سجن اور اور اردو میں قید خانہ کہا جاتا ہے۔جیل ایکٹ میں دی گئی تعریف کے مطابق ہر وہ مقام جہاں ملزموں اور مجرموں کو خاص صوبائی حکومتوں کے عام یا خاص احکامات دفعہ ۴۵۱ کے تحت عارضی یا مستقل طور پر قید رکھا جاتا ہے۔قیدی کی تعریف میں فوجداری اور دیوانی دونوں طرح کے قیدی شامل ہیں۔مغرب میں یہ شعور گیارھویں اور بارھویں صدی میں آیا سے۱۱۴۴ء میں ہنری دوّم نے ایک بڑا قید خانہ 'اسائز آف کلیریڈن' تعمیر کروایا۔جلاوطن کئے جانے والوں کے لئے خفیہ یا خصوصی خطرناک جیلیں تعمیر کی گئیں سے۱۶۱۸ء میں جلاوطن کئے جانے والوں کی تعداد پچاس ہزار کے قریب تھی۔سے۱۷۱۸ء میں ہاورڈ نے جیل کے نظام کو بہتر بنانے کے لے ایک کتاب لکھی۔

پاکستان میں کل ۹۰ جیلیں ہیں جن میں آزادی سے قبل انگریز حکومت نے ۴۰ جیلیں بنائی تھیں اور ۵۰ جیلیں پاکستان بننے کے بعد بنائی گئی ہیں۔ جیلوں کی کئی اقسام ہیں:

۱۔ مرکزی جیل؛
۲۔ ضلعی جیل؛
۳۔ خصوصی جیل برائے خواتین
۴۔ خصوصی جیل برائے نوعمر قیدی
۵۔ سب جیل اور جوڈیشیل لاک اَپ اور
۶۔ کھلی جیلیں۔

چاروں صوبوں میں نوعمر قیدیوں کی حالت ناکافی جگہ ہونے کی وجہ سے بہت خستہ ہے۔کچھ جیلوں میں اصلاحی کوششیں جاری ہیں مثلاً کراچی کی جیلوں میں ۱۰ سے ۱۸ سال تک کے نوعمر قیدیوں کو بال کاٹنے' کھانا پکانے' اور بجلی کا کام سکھایا جاتا ہے۔وہ اپنے کھانے پینے اور بستر وغیرہ کا خود انتظام کرتے ہیں اور یہ جیل حکّام اور غیر سرکاری تنظیموں کی مشترکہ کوششوں کا ثمر ہے۔

۲۔ جیل خانے کا اسلامی تصوّر:

جیل خانہ دراصل ہندی کا لفظ ہے اور اردو میں مستعمل ہے جبکہ جیل کو عربی زبان میں سجن کہا جاتا ہے۔ دینی تاریخ میں قید کرنے کا ذکر حضرتِ یوسفؑ کے اِن کلمات میں ملتا ہے جو قرآنِ پاک کی سورۂ یوسف کی آیت ۳۳ میں مذکور ہے: 'اے میرے پروردگار مجھے قید خانے میں رہنا زیادہ پسند ہے'۔ اسی سورہ میں حضرتِ یوسف کے ساتھ دو اور قیدیوں کا ذکر بھی ملتا ہے اور اُن میں سے ایک رہائی پانے کے بعد حضرتِ یوسف کی رہائی کا سبب بنا۔ لیکن اسلام کی تاریخ جیل خانوں کی حوصلہ افزائی نہیں کرتی بلکہ مجرم کو فوری سزا دے کر رخصت کرنے پر زور دیتی ہے۔ اسلامی تاریخ میں باقائدہ جیل خانے حضرتِ عمر بن عبدالعزیز کے زمانے میں بنے اور تعزیری قوانین کے تحت سزائے قید کا رواج ہوا۔ اسلام سے قبل اور عباسیوں کے عہد میں انسان کو بے عزّت کرنے اور منہ کالا کر کے شہر میں پھرایا جاتا تھا۔ اسلام نے یہ ذلّت آمیز سزائیں ختم کیں اور جیل میں بیت المال کے خرچ پر اُن کی دیکھ بھال کی جاتی تھی۔

پاکستانی جیلوں میں بچّوں کے حالات کا جائزہ:

پاکستان جیلوں میں بچّوں اور کمسن جوانوں کے حالات کا جائزہ لینے سے قبل ضروری ہے کہ علم جرمیات کے ماہرین کے وضع کردہ مطالعہ جرم کے دو عام فہم اصولوں اور قواعد پر نظر ڈالی جائے۔

پہلا اصول: مجرموں کے گروہ کا کس تہذیب وتمدّن سے تعلق ہے۔ ان کا تعلق کن پیشوں یا سیاسی وسماجی افکار سے ہے۔ اور اس مطالعے کی روشنی میں اعداد وشمار جمع کئے جائیں۔

دوسرا اصول: گرفتار شدہ یا سزا یافتہ مجرموں کے اعداد وشمار جمع کرنے کے ساتھ ان کا نفسیاتی لحاظ سے تجزیہ کیا جائے۔

مندرجہ بالا دو اصولوں کی روشنی میں جرائم کے مطالعے کے لئے درج ذیل قواعد کو استعمال میں لیا جاتا ہے:

ا۔ شماریاتِ جرائم

۲۔ مجرمین کا تقابلی جائزہ

۳۔ انفرادی طور پر مجرمین کا جائزہ

۴۔ مجرم کا عام جائزہ

۵۔ مجرم کا قانونی تجزیہ

۶۔ مجرم کا تجربہ کی روشنی میں جائزہ

مندجہ بالا قواعد کا ایک سنجیدہ مطالعہ جرائم میں ملوث بچوں میں جرائم کے اسباب تلاش کرنے اور بچوں کی اصلاح کے خوش آئند پہلو تلاش کئے جاسکتے ہیں۔ان قواعد کے تحت جرائم کے اعداد وشمار کے ضمن میں سماج کے اقتصادی مسائل' مثلاً بے روزگاری' گنجان آبادی کے مسائل' سماجی مشکلات اور بچوں میں گھر سے بھاگنے اور منشیات کے استعمال کی وجوہات کا کھوج لگانے کے ساتھ ساتھ مجرم بچوں کے خاندانی اور معاشرتی معاملات مثلاً نسل' جنس' عمر' جائے مقام' والدین کا کردار' گھریلو ماحول اور دیگر نفسیاتی مطالعہ کرنا ہوتا ہے۔

اسی طرح خود مجرم کے انفرادی کردار کا جائزہ لیتے وقت اسکا طبی اور نفسیاتی معائنہ' اسکے ذہنی انتشار کی کیفیت یا ماحول اور مذہب سے بے اعتنائی اور ذہنی عدم استحکام کا تفصیل سے جائزہ لیا جاسکتا ہے۔اس کے بعد جرم کے اسباب کی تحقیق کے ساتھ مجرم کے عمومی کردار یا روش کے بارے میں ہمسایوں اور دوستوں سے شہادت حاصل کر کے اس کے کردار کو قانون کی کسوٹی پر پرکھا جاسکتا ہے۔اگر مجرم بچے کا چال چلن یا کردار کسی تعزیری دفعہ کی زد میں آتا ہو تو پھر اس کا قانونی محاسبہ کیا جاسکتا ہے۔بہر صورت ماہرینِ جرمیات کے مطابق کسی جرم کی تکمیل کے لئے مجرم میں مجرمانہ ذہنیت کا پایا جانا لازمی ہے۔مجرمانہ ذہنیت نہ ہونے کی صورت میں کسی فعل کو جرم قرار نہیں دیا جاسکتا۔اسی لئے کم سن مجرموں کے لئے خطا یا تقصیر جیسے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔دو امریکی ریاستوں اوہائیو اور کیلیفورنیا کے قوانین اوہائیو ریوائزڈ کوڈ ۱۹۶۳ء اور کیلی فورنیا ویلفیئر اینڈ انسٹی ٹیوشن کوڈ کی بابت کمسنوں کا عدالتی قانون ۱۹۶۳ء میں بچوں کے جرائم میں ملوث ہونے پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

پاکستانی جیلوں میں نوعمر قیدیوں کے اعداد وشمار:

ایک غیر سرکاری تنظیم SPARC کی طرف سے فراہم کردہ اعداد وشمار کے مطابق ۲۰۰۲ء تا ۲۰۰۸ء کے دوران پاکستانی جیلوں میں نوعمر قیدیوں کی تعداد کا ایک مایوسانہ جائزہ سامنے آتا ہے۔ جس کے مطابق نوعمر قیدی جو پاکستان کے صوبوں کی مختلف جیلوں میں قید تھے اُن کی ۸۱ فی صد کے مقدمے زیر سماعت رہے جبکہ ۲۰۰۸ء میں ۹۱ فی صد کے مقدمے زیر سماعت تھے۔

۲۰۰۲ء تا ۲۰۰۸ء کے دوران
پاکستانی جیلوں میں نوعمر قیدیوں کا جائزہ

	سال	زیر سماعت	مجرم قرار دیا گیا	کل تعداد
ا۔	دسمبر ۲۰۰۲	۴،۰۴۳	۹۳۶	۴،۹۷۹
۲۔	دسمبر ۲۰۰۳	۲،۵۲۳	۵۳۷	۲،۰۶۰
۳۔	دسمبر ۲۰۰۴	۲،۱۰۰	۴۳۹	۲،۵۳۹
۴۔	دسمبر ۲۰۰۵	۲،۰۰۵	۳۶۳	۲،۳۶۸
۵۔	دسمبر ۲۰۰۶	۲،۰۳۵	۲۳۱	۲،۲۶۶
۶۔	جون ۲۰۰۷	۱،۸۱۷	۲۰۱	۲،۰۱۸
۷۔	دسمبر ۲۰۰۸	۱،۶۳۵	۱۵۳	۱،۷۸۸

Source: SPARC 2008

اخبار ڈان کی ۲۱ جنوری کی اشاعت میں سندھ کرمنل پروسیکیوشن سروس کے سیکریٹری کے حوالے سے شائع شدہ فی صد تناسب کے مطابق پاکستان میں مقدموں کے تصفیہ کی شرح صرف ۱۱.۶۶ فی صد تھی جو دیگر ممالک کے مقابلے میں بہت کم ہے۔ The Province of Sindh as Case Study on the Prosecution Service میں جسٹس ریٹائرڈ ناصر اسلم زاہد اور پروفیسر اکمل وسیم کے مطابق انڈیا میں

مقدمات کے فیصلوں کی شرح ۴.۲۷ فی صد، جنوبی افریقہ میں ۹۳ فی صد شرح انگلستان کے کراؤن کورٹ میں ۹۰ فیصد اور ذیلی کورٹ میں ۹۸ فی صد، آسٹریلیا میں ۸۵ فی صد امریکہ میں ۸۵ سے ۸۷ فی صد اور جاپان میں یہ شرح ۹۹.۹ فی صد ہے۔

JJSO 2000 کے سیکشن ۱۰ اسی کے مطابق جس نوعمر قیدی نے کوئی ایسا جرم نہ کیا ہو جس کی سزا موت ہو تو ایسے نوعمر قیدی کو ۴ ماہ سے زیادہ قید میں نہیں رکھا جا سکتا اور اُسے ضمانت پر ضرور رہا کر دینا چاہئے لیکن پاکستان میں اِس پر عمل نہیں کیا جاتا۔ اُس کی ایک وجہ یہ ہے جیل کا عملہ اِن اصولوں سے بے خبر ہے اور تربیت یافتہ نہیں ہے۔ نیز سیکشن ۱۲ کے تحت کسی نوعمر قیدی کو حراست کے دوران جسمانی سزا نہیں دی جا سکتی لیکن ہماری جیلوں میں بچّوں کے ساتھ وہی سلوک کیا جاتا ہے جو بڑے مجرموں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ پاکستان کرمنل لا جرنل ۲۰۰۸ء۔۱۴۳۹ میں شائع شدہ فیصلے میں شریعت کورٹ چیف جسٹس نے دو نوعمر قیدیوں کو جنہیں JJSO 2000 کے شق ۶ کے مطابق بورسٹل جیل میں رکھا جانا چاہئے تھا بڑے مجرموں کے ساتھ رکھنے پر بڑے سخت الفاظ میں نوٹس لیا اس عمل کو JJSO 2000 کے سیکشن ۱۲ کی خلاف ورزی قرار دیا۔

ایک غیر سرکاری تنظیم نے چیف جسٹس سپریم کورٹ کی توجہ پنجاب، سندھ اور سرحد کے انسپکٹر جنرل پولیس کے دفاتر سے حاصل کردہ معلومات کے مطابق اِس بات کی طرف مبذول کروائی کہ ۱۵۳ نوعمر قیدیوں میں سے ۸۰ کو سخت جسمانی اذیتیں دی گئیں۔ جبکہ بلوچستان میں قید ۱۷ قیدیوں کی حالتِ زار کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کیا جا سکا۔

صوبائی جیلوں کا جائزہ:

RLALH (وکلا کی تنظیم برائے تحفظِ حقوقِ بشر اور قانونی اعانت) کے صدر کی طرف سے دی گئی معلومات کے مطابق پاکستان کی آبادی میں بچّوں کی تعداد کی شرح ۴۵ فی صد ہے۔ لٰہذا انہیں دوسرے نمبر کا شہری سمجھ کر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ نیز انہوں نے تحریر فرمایا کہ ۲۰۰۸ء میں کراچی میں ۵۶ بچّوں کو بیدردی سے قتل کر دیا گیا، ۵۰ بچّوں کے ساتھ جنسی تشدّد کیا گیا ۱۲۳ بچّوں کو سخت اذیتیں دی گئیں ۹۶ بچّوں کو کاروکاری کا مجرم قرار دیا گیا یا قتل کیا گیا جبکہ پولیس اسٹیشنوں میں ۲۹ بچّوں کو اذیّت ناک سزائیں دی گئیں اور ۱۰ بچّوں نے خودکشی

کرلی۔۵۷ بچوں کی خرید وفروخت کی گئی' ۳۲ کو اغوا کیا گیا اور ۲۸ کو زبردستی شادی کردی گئی' ۵ بچی ونی/سوارا کے شکار بنے جبکہ ۱۷ بچوں کا نام ونشان نہیں مل سکا کہ وہ کہاں گئے۔

صوبائی جیلوں میں نوعمر قیدیوں کے ساتھ غیر قانونی تشدّد کا جائزہ

۱۔	پنجاب	۳۷۷۲
۲۔	سندھ	۲۴۱۲
۳۔	سرحد	۴۹۸
۴۔	بلوچستان	۹۸
	کل تعداد:	۷۱۷۶

Source: SPARC 2008

جیلوں میں غیر قانونی تشدّد:

پاکستان کی جیلوں سے بچوں کے ساتھ کی جانے والی جسمانی اور جنسی تشدّد کے کوائف حاصل نہیں کئے جاسکتے البتہ RLALH (وکلا کی تنظیم برائے تحفظِ حقوقِ بشر اور قانونی اعانت) کے صدر کی طرف سے دی گئی معلومات کے مطابق پاکستان میں کل ۶۷۸۰ بچوں کو تشدّد کا نشانہ بنایا گیا۔جن میں سے ملتان میں ۱۰۴۱' گجرانوالہ میں ۸۲۰' لاہور میں ۷۴۹' سیالکوٹ میں ۷۰۱' راولپنڈی میں ۶۹۹' فیصل آباد میں ۵۹۸' کراچی میں ۵۱۶' پشاور میں ۴۷۵' لاڑکانہ میں ۴۷۸' حیدرآباد میں ۴۱۵ اور سکھر میں ۱۸۹ نوعمر قیدیوں کو تشدّد کا نشانہ بنایا گیا۔

شہری جیلوں میں نوعمر قیدیوں کے ساتھ غیرقانونی تشدّد کا جائزہ

۱۔	ملتان	۱۰۴۱
۲۔	گجرانوالہ	۸۴۰
۳۔	لاہور	۷۴۹
۴۔	سیالکوٹ	۷۰۱
۵۔	راولپنڈی	۶۹۹
۶۔	فیصل آباد	۵۹۸
۷۔	کراچی	۵۱۶
۸۔	پشاور	۵۷۴
۹۔	لاڑکانہ	۴۷۸
۱۰۔	حیدرآباد	۴۱۵
۱۱۔	سکھر	۱۸۹

Source: SPARC 2008

سندھ کی جیلوں کا جائزہ:

صوبہ سندھ میں کل بائیس جیلیں ہیں جن میں ۴ کراچی میں، ۴ حیدرآبا میں، ۳۳ سکھر میں اور ۲ لاڑکانہ میں ہیں جبکہ خیرپور، نوابشاہ، میرپورخاص، سانگھڑ، جیکب آباد، دادو، بدین، شکارپور اور فیروز میں ایک ایک جیل موجود ہے۔ پہلی جیل ۱۸۹۴ء میں سنٹرل جیل حیدرآباد تعمیر کی گئی جس کی سرکاری طور پر ۱۵۲۷ قیدیوں کی گنجائش

ہے لیکن جیل سے حاصل کردہ ۲۳ نومبر ۲۰۰۹ء کے کیفیتِ جیل کے جدول کے مطابق حیدر آباد جیل میں ۴۱۵۸ قیدی موجود ہیں۔

سندھ کی جیلوں میں نوعمر قیدی

۲۳ نومبر ۲۰۰۹ء

جیل کا نام	تعمیر کا سال	گنجائش	تعداد
سکھر سنٹرل جیل	۱۹۴۱	۱۴۹۸	۴۰
لاڑکانہ سنٹرل جیل	۱۹۸۵	۴۱۰	۰۳
خیر پور سنٹرل جیل	۱۹۴۹	۵۲۶	۰۷
سانگھڑ ڈسٹرکٹ جیل	۱۹۹۲	۲۵۰	۱۴
جیکب آباد ڈ۔جیل	۱۹۹۰	۲۵۰	۰۴
دادو ڈسٹرکٹ جیل	۲۰۰۵	۲۵۰	۰۷
بدین ڈسٹرکٹ جیل	۲۰۰۵	۲۶۰	۰۳
شکار پور ڈ۔جیل	۲۰۰۵	۲۶۰	۱۱
کراچی۔نوعمروں کی جیل	۱۹۹۳	۳۵۰	۱۹۸
حیدر آباد۔نوعمروں کی جیل	۲۰۰۸	۱۵۰	۴۸
Source: Krachi Central Prison		کل تعداد:	۳۱۲

صوبۂ سندھ کی سب سے بڑی جیل کراچی کی سنٹرل جیل ہے جو ۱۸۹۹ء میں تعمیر کی گئی۔ اُس میں ۱۶۹۱ قیدیوں کو رکھنے کی گنجائش موجود ہے لیکن ۲۳ نومبر ۲۰۰۹ء کے کیفیتِ جیل کے جدول سے ظاہر ہے کہ اِس جیل کی حالت ناگفتہ بہ ہے کیونکہ اس میں اصل گنجائش سے دوگنا سے بھی زیادہ قیدی موجود ہیں۔ مصاحبہ فارم کی رو سے بچّوں کی جیل میں ۱۶ سے ۱۸ سال کی عمر کے لڑکے قید ہیں جن کی کل تعداد ۲۱۹ ہے جنہیں مختلف جرائم کے

ارتکاب کی بنا پر قید کیا گیا ہے۔

تیسری بڑی جیل جو نوعمر قیدیوں کے لئے ہے اور جو ۱۹۶۲ء میں تعمیر کی گئی اُس میں بھی گنجائش سے زیادہ یعنی اصل گنجائش ۳۹۸ کے مقابلے میں ۲۵۸۰ قیدی بھرے ہوئے ہیں۔ اِسی طرح سنٹرل جیل لاڑکانہ جس میں اصل گنجائش ۴۱۰ کے مقابلے میں ۱۲۶۶ قیدی موجود ہیں۔ جیکب آباد کی نوعمر قیدیوں کی جیل میں بھی گنجائش سے تقریباً دوگنا قیدی موجود ہیں۔ پورے سندھ میں کل ۱۵۵۰۲ قیدیوں میں سے ۱۲،۴۷۶ قیدیوں کے مقدمات زیرِ سماعت ہیں۔

نومبر ۱۹۹۰ء پاکستان نے اقوامِ متحدہ کے سب سے زیادہ نافذ العمل ہونے والے معاہدے کی جانب ذمہ داری قبول کرنے کا پہلا بڑا قدم اٹھایا اور بچّوں کے حقوق سے متعلق کنونشن UN CRC کی توثیق کی لیکن بچّوں کی صورتِ حال جوں کی توں ہے جس کا بنیادی سبب کسی سطح پر عملدر آمد کا فقدان ہے۔ ۶۲ سال میں ہر سیاسی پارٹی جو اقتدار میں رہی یہ الزام لگایا گیا ہے کہ اُن کو عوامی فلاح و بہبودٗ صحت اور تعلیم کی طرف توجہ دینے کے بجائے لوٹ کھسوٹ میں زیادہ دل چسپی رہی ہے۔ پاکستان اپنے جی ڈی پی کا صرف ۲.۲ فی صد تعلیم پر خرچ کرتا ہے اور ۰.۹ فی صد صحت پر خرچ کرتا ہے جبکہ اگر بدعنوانی کو ذہن میں رکھا جائے تو اِس سے بھی کم خرچ کیا جاتا ہے۔ ہمارے سیاست دان عوامی مفاد کے بجائے اپنے مفاد اور عوامی دولت لوٹنے پر بھرپور توجہ دیتے رہے ہیں۔ پاکستان میں میں ہر سال تقریباً ۵ لاکھ بچوں کی زندگی کے چراغ گل ہو جاتے ہیں۔ تقریباً پچاس لاکھ بچّے پرائمری سطح تک پہنچ کر اسکول چھوڑ دینے پر مجبور ہوتے ہیں۔ یہ عمل عالمی اقوامِ متحدہ کے عالمی کنونشن کے آرٹیکل نمبر ۲۸ میں مقرّرہ معیار سے بہت کم ہے۔

ایک غیر سرکاری تنظیم سوسائٹی برائے تحفظِ حقوقِ اطفال (SPARC) جو بلوچستان کو چھوڑ کر JJSO کے بارے میں جیل اور پولیس افسران کے لئے تربیت کا اہتمام کرتی ہے اُس ادارے کی طرف سے فراہم کردہ معلومات کے مطابق پاکستان میں ۱۸ سال سے کم عمر کے سات کروڑ سے زیادہ بچّے اور بچّیاں ہیں جن میں سے کم و بیش اڑھائی کروڑ بچّے اسکول نہیں جاتے۔ ایک غیر سرکاری تخمینے کے مطابق تقریباً نوے لاکھ یا ایک کروڑ بچّے مزدوری کرتے ہیں۔ ۱۹۹۶ء میں کئے جانے والے سرکاری اعداد و شمار کے مطابق ۳۳ لاکھ بچّے جو اسکول نہیں جاتے اور مختلف اقسام کے کام کر کے اپنے گھر والوں کے لئے آمدنی کا ذریعہ بنے ہوئے ہیں۔ تقریباً چار پانچ

ہزار بچے پاکستان کے مختلف صوبوں کی خستہ حال جیلوں میں گنجائش سے زیادہ تعداد میں بھرے ہوئے ہیں ۔ وہ نہ صرف اپنی صحت اور توانائی کھو رہے ہیں بلکہ بڑے مجموں کے ساتھ رہ کر جرائم پیشہ بننے کی تربیت لے رہے ہیں یا ان کے ساتھ نازیبا سلوک کیا جاتا ہے۔

بچوں کے خلاف اسکولوں اور جیلوں میں تشدد سے لیکر انتہائی بھیانک جرائم مثلاً زنا بالجبر اور قتل بے خوف وخطر ہوتا ہے۔ جن کے ذمہ بچوں کو تحفظ پہنچانا ہے وہ ہی ایسے گھناؤنے جرائم میں ملوث پائے جاتے ہیں اور اگر پکڑے جائیں تو بیل پر رہا ہو جاتے ہیں اور یہ عمل غریب بچوں کے ساتھ ہوتا جن کے والدین لٹیرے وکیلوں کی فیس نہیں دے سکتے' عدالتوں سے رجوع کرنے کے اخراجات برداشت نہیں کر سکتے اور پھر جرم کرنے والوں کی دھمکیوں سے ڈر کر خاموش ہو جاتے ہیں اور عدالت مجرموں کو بے گناہ کہکر چھوڑ دیتی ہے اور وہ پھر اپنے جرائم کا نئے سرے سے آغاز کر دیتے ہیں۔

پاکستان میں کمسن مجرموں کے اعداد وشمار:

پاکستان کی کل آبادی ۱۶۰ ملین ہے جس میں تیزی سے اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ تقریباً ۳۰ فی صد بچے جن کی عمریں ۵ سال سے کم ہیں اُن کو ناقص پرورش کا سامنا ہے نیز ہمارے ملک میں کمسن جوانوں اور بچوں کے حقوق کی پاسداری کا ہمیشہ فقدان رہا ہے جبکہ ۲۰۰۷ء تا ۲۰۰۹ء کے دوران بچوں اور نوجوانوں کو دہشت گردی کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے۔ TheNews (Human Rights and Legal Aid) اخبار کے ویب سائٹ پر حقوقِ بشر اور قانونی اعانت کے حوالے سے دیئے گئے اعداد کے مطابق ۲۰۰۸ء میں کل ۶۷۸۰ بچوں کو مجرم قرار دیا گیا جن میں ۴۲۵۱ نو عمر لڑکے تھے اور لڑکیوں کی تعداد ۲۵۲۹ تھی۔ ملتان میں ۱۰۴۱ نو عمر' گجرانوالہ میں ۸۲۰' لاہور میں ۷۴۹' سیالکوٹ میں ۷۰۱' راولپنڈی میں ۶۹۹' فیصل آباد میں ۵۹۸' کراچی میں ۵۱۶' پشاور میں ۴۷۵' لاڑکانہ میں ۴۷۸' حیدرآباد میں ۴۱۵ اور سکھر میں ۱۸۹ مقدمات درج کئے گئے۔

TheNews Human Rights and Legal Aid) (۶۹)

ماؤں کے ساتھ معصوم قیدی:

صوبہ سندھ کی کراچی، لاڑکانہ، حیدرآباد اور سکھر کی جیلوں میں کل ۱۴۱ عورتیں قید ہیں جن میں سے ۹۱ عورتوں کے مقدمات زیر سماعت ہیں جبکہ ۴۲ قیدی عورتوں کے ساتھ ۴۲ بے گناہ بچے بھی قید ہیں۔ کراچی اور لاڑکانہ کی جیلوں میں ۱۷، ۱۷ قیدی عورتیں ہیں جبکہ ۶ حیدرآباد میں اور ۲ سکھر جیل میں قید ہیں۔

جیلوں میں معصوم قیدی

ا۔	کراچی جیل	۱۷
۲۔	لاڑکانہ جیل	۱۷
۳۔	حیدرآباد	۶
۴۔	سکھر	۲

Source: SPARC 2008

نوعمر مجرموں کی عدالت میں پیشی کا جائزہ:

کراچی کی نوعمر قیدیوں کی جیل میں ۱۹۸ قیدیوں میں سے صرف ۳ کو مجرم قرار دیا گیا ہے جبکہ ۱۹۵ قیدی عدالتوں میں پیش کیے جانے کے منتظر ہیں۔ حیدرآباد کی نوعمر قیدیوں کی جیل میں ۴۸ کمسن قیدیوں میں سے صرف تین کو مجرم قرار دیا گیا ہے باقی عدالتوں میں پیش کیے جانے کے منتظر ہیں۔ سکھر کی جیل میں ۴۰ قیدیوں میں سے ۶ کو مجرم قرار دیئے گئے ہیں باقی عدالتوں میں پیش کیے جانے کے منتظر ہیں۔ لاڑکانہ جیل میں ۳ قیدی، خیرپور میں ۷ قیدی، جیکب آباد میں ۳ قیدی، بدین میں ۲ قیدی اور شکارپور میں ۱۱ میں سے ۲ قیدی مجرم قرار دیئے گئے ہیں باقی عدالتوں میں پیش کیے جانے کے منتظر ہیں۔ صوبہ سندھ کی جیلوں میں کل ۳۱۲ نوعمر قیدیوں میں سے ۲۹۱ قیدی عدالتوں میں پیش کیے جانے کے منتظر ہیں۔

آزمائشی آزادی(Probation):

پروبیشن کے لفظی معنی آزمائشی مدّت کے ہیں اِس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ مخلص اور ناپختہ ذہن کے حامل افراد جو پہلی بار کسی جرم کا اتفاقیہ ارتکاب کرتے ہیں اور جب عدالت کو اطمینان ہوتا ہے آزمائشی مدّت کی رہائی ملزم کے لئے مفید ہوگی تو اُن کو جیل سے باہر رکھ کر اصلاح کی جاتی ہے اور ملزم کو بعض شرائط کے ساتھ معاشرے میں رہنے کی اجازت دی جاتی ہے پاکستانی جیلوں میں گنجائش سے زیادہ قیدیوں کو رکھنے کے مسئلے کے پیش نظر قانون کے مطابق پےرول کے تحت سزا معطّل کر کے آزمائشی آزادی دی جاتی ہے اور ایک پروبیشن آفیسر اِس دوران عدالت کے طرف سے دی گئی شرائط کے مطابق اُس کی نگہبانی کرتا ہے۔ اِس طرح وہ عادی مجرموں سے دور رہ کر عادی مجرم بننے سے بچ جاتا ہے۔ یہ سزا عادی مجرمین کو نہیں دی جاتی۔ پروبیشن آفیسر کی نگہبانی میں خود کو سدھارنے کا موقعہ دیا جاتا ہے۔ پروبیشن کا مقصد کسی مجرم کو سزا دیئے بغیر معاشرے کا اچھا فرد بنانا ہوتا ہے۔ اُس کو کچھ خاص ذمّہ داریاں سونپی جاتی ہیں۔

جنرل ایّوب خان کے مارشل لاٗ کے دوران پروبیشن آرڈیننس ۱۹۶۰(No.XLV) کے ذریعہ اِس حکم کو وفاقی سطح پر لاگو کیا گیا۔ پنجاب میں ۱۹۲۶ء میں چال چلن کی بنیاد پر آزمائشی آزادی کا قانون پاس کیا جا چکا تھا۔ پاکستانی حکومت نے اسے ۱۹۵۷ء لاگو کیا۔ آزادی کے بعد پنجاب اور سندھ میں چلڈرن ایکٹ ۱۹۵۲ء کے تحت یہ حکم لاگو کیا گیا۔ سندھ گورنمنٹ نے اپنے ایک گشتی مراسلے پی آر ایس/۹،۱۴۳/ ۸۷ کراچی مجاریہ ۲۰ جنوری ۱۹۸۲ء کے ذریعہ تمام ڈسٹرکٹ مجسٹریٹوں اور اور ایس پی صاحبان کو ہدایت دی ہے کہ وہ ایسے ملزمان کو پیرول پر رہا کر دیں اور اس کا آزادانہ استعمال کریں۔ پروبیشن کا عمل سزا سنانے سے قبل کا عمل ہے جبکہ پیرول کا عمل سزا سنانے کے بعد شروع ہوتا ہے۔

اصلاحی مراکز اور غیر سرکاری تنظیمیں

دینِ اسلام میں بچّوں کو سزا دینے کے بجائے اُن کی تادیب کی جاتی ہےجس کا مقصد اُن کی اصلاح کرنا ہوتا ہے تا کہ وہ دوبارہ کسی جرم کا ارتکاب نہ کریں۔ ہر فعل کا کوئی سبب ہوتا ہے۔ کوشش رکیہ کی جانی چاہئے

کے کسی بھی برے فعل کے سبب کو دور کردیا جائے تا کہ فعل جنم نہ لے سکے۔

اسلام میں فرد کی مثال ایک اینٹ کی سی ہے اور معاشرے کی مثال ایک دیوار کی سی ہے۔ جس کا مقصد صالح افراد پر مشتمل ایک صالح معاشرہ تشکیل دینا ہے۔ مغربی معاشرے کے بچّوں سے تعلق کے برعکس اسلام میں بچے کا تعلق والدین اور معاشرے سے مرتے دم تک رہتا ہے والدین کے بعد بچّے کی نگہداشت ایک معاشرے کی اجتماعی ذمّہ داری ہے۔

۲۰۰۷ء میں جیلوں میں نوعمر قیدیوں کی تعداد تقریباً ۴،۵۰۰ تھی جن میں سے ۳،۰۰۰ پر کوئی جرم عائد نہیں کیا جاسکا اور ۵۰۰، ایا ۲،۰۰۰ کو کئی ماہ گذر جانے کے باوجود عدالتوں میں پیش نہیں کیا جاسکا۔ یہ بات بالکل وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ پاکستان میں بچّے ہوں یا بڑے سب کے ساتھ براسلوک کیا جاتا ہے لیکن بچّے جو مستقبل کے معمار ہوتے ہیں اُن کے ساتھ براسلوک نئی نسلوں کو تباہ کرنے کے مترادف ہے۔ کم سن مجرموں کو جیل بھیجنے کے بجائے اصلاح کی غرض سے تادیب خانوں میں رکھا جاتا ہے۔ کم سن مجرموں کی اصلاح کی غرض سے بنائے جانے والے تادیب خانوں کو اصلاحی مرکز کہتے ہیں۔ چند کا ذکر درج ذیل ہے۔

کمسن مجرموں کی اصلاح، اُن کی تعمیری نشو ونما کے لئے ادبی مجلّوں، ریڈیو اور ٹی وی پر اصلاحی پروگراموں کے ذریعے کی جاسکتی ہے نیز سماجی اصلاحی ادارے کمسن مجرمان کی حقیقی معنوں میں اصلاح کا بہترین کردار ادا کرسکتے ہیں اور دنیا کے دیگر ممالک کی طرح پاکستان میں بھی اصلاحی ادارے کام کر رہے ہیں جن کے کردار کو وسعت دینے کی ضرورت ہے اور حکومت کو اُن کا ساتھ دینا چاہیئے جو ایمانداری سے اِس نیک کام میں مشغول ہیں۔

دارالامان، کراچی:

پاکستان وجود میں آنے سے قبل حکومت انڈیا نے ۱۹۲۴ میں بمبئی چلڈرن ایکٹ کے نام سے ایک قانون پاس کیا جس کے تحت ۱۹۳۷ میں کراچی چلڈرن ویلفیئر سوسائٹی کا قیام عمل میں آیا۔ مصاحبہ فارم میں حاصل کئے گئے کوائف کے مطابق یہ ادارہ کراچی شہر کے وسط میں فیڈرل بی ایریا میں ہے۔ جس میں ایک خاتون

آفیسر بحیثیت سپرنٹنڈنٹ اور دوسری خاتون آفیسر بحیثیت کیس ورکر کام کرتی ہے اور اِس ادارے میں خصوصاً اُن خواتین کو رکھا جاتا ہے جنہیں عدالت اُن کے حوالے کرتی ہے۔ اِس ادارے میں ساکن تقریباً تمام خواتین کے مقدمات عدالت میں زیرِ سماعت ہوتے ہیں اور سماعت کے بعد اگلی پیشی تک خواتین کو دوبارہ دارالامان لے آیا جاتا ہے۔

ادارے میں درج ذیل وجوہات کی بنا پر ملزم خواتین کو دارالامان میں رکھا جاتا ہے:

۱۔ بے گھر اور بے سہارا خواتین جنہیں معاشرے میں زندگی گذارنے کے لئے مختلف فنون کی تربیت دی جاتی ہے

۲۔ کسی رضا کار فلاحی تنظیم کی طرف سے گھریلو کشیدگی کے سبب گھر چھوڑنے والی خواتین کو تحفظ کے لئے

۳۔ عدالت کے حکم سے معتوب کی جانے والی خواتین کو ایک معینہ مدّت کے لئے رکھ کر رشتہ داروں کے حوالے کردیا جاتا ہے۔

۴۔ ناپسندیدہ عناصر یا ناگہانی آفات کی شکار ایسی خواتین جنہیں اپنے گھر میں پناہ نہ مل سکے۔ ادراہ ایسے گھر والوں سے مصالحت کی کوششیں بھی کرتا ہے۔ بے گھر خواتین کی شادی کا انتظام بھی کرتا ہے۔

۵۔ سات سال تک کی عمر کے بچّوں کو ماں کے ساتھ رہنے کی اجازت ہوتی ہے۔

جب عدالت کی طرف سے کسی خاتون کو رہا کردیا جاتا ہے یا والدین یا شوہر کے ساتھ جانے کی اجازت مل جاتی ہے تو اُسے ادارے سے رخصت کردیا جاتا ہے۔ ادراہ میں مقیم خواتین کو اپنے قیام کے دوران مندرجہ ذیل سہولتیں فراہم کی جاتی ہیں:

۱۔ ناشتہ اور دونوں وقت کا کھانا

۲۔ کپڑوں کی کٹائی اور سلائی سکھانا

۳۔ سوئیٹر بننا اور دیگر گھریلو دستکاری کے ہنر سیکھنا اور

۴۔ اچار، مربّے اور چٹنی وغیرہ بنانا شامل ہے۔

ریمانڈ ہوم اینڈ سرٹیفائڈ اسکول:

اب اِس ادارے کا پورا نام ریمانڈ ہوم اینڈ سرٹیفائڈ اسکول ہے۔ سوالنامے میں حاصل کی گئی معلومات کے مطابق ۱۹۲۴ء میں بمبئی چلڈرن ایکٹ کے نام سے قانون پاس کیا گیا اور اِس قانون کے تحت ۱۹۳۷ء میں کراچی چلڈرن ویلفیئر سوسائٹی کا قیام عمل میں آیا اور سندھ چلڈرن ایکٹ ۱۹۵۵ء کے تحت ریمانڈ ہوم وجود میں آیا۔ اِس قانون کا مقصد بے راہ روی کے شکار بچّوں کے لئے ایسے اصلاحی ادارے قائم کرنا ہے جن میں اُن کو تعلیم وتربیت اور رہنے سہنے کی سہولت حاصل ہو۔ سروے کے مطابق ریمانڈ ہوم میں اِس وقت ۶ سے دس سال تک کے ۱۴ نوعمر لڑکے ہیں اور انہیں جیب کاٹنے، چوری کرنے، ڈاکہ ڈالنے اور قتل کے الزام میں رکھا گیا ہے۔ اِن سب کے کیس عدالتوں میں زیرِ سماعت ہیں۔ ابتدا میں یہ ادارہ پرانی نمائش پر تھا لیکن ۱۹۵۵ء میں ناظم آباد میں منتقل ہوگیا۔ سماجی بہبود کی نظامت کے مقصد کے لئے شروع میں یہ ادارہ حکومت سندھ کے ماتحت تھا لیکن ۱۹۶۰ء میں حکومت پاکستان نے اِس ادارے کا نظم ونسق اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ برّصغیر میں پہلی بار بچّوں کے لئے علیحدہ عدالتوں کا قیام عمل میں آیا اور قید کی متبادل پروبیشن (آزمائشی آزادی) کے لئے پروبیشن آفیسرز مقرر کیئے گئے۔ ریمانڈ ہوم میں ۱۸ سال سے کم عمر کے بے راہ روی کے شکار بچّوں کو رکھا جاتا ہے اور اگر کوئی معقول شخص کسی بچّے کی نگہداشت کے لئے تیار ہو تو بچّے کو ۱۴ سال کی عمر میں رہا کردیا جاتا ہے۔

بورسٹل اصلاحی مراکز:

JJSO۔۲۰۰۰ کی دفعہ ۴ کے مطابق ہر صوبائی حکومت کو اپنے ہیڈ کوارٹر میں نوعمر قیدیوں کے لئے فوراً بورسٹل اصلاحی مرکز کا قیام عمل میں لانا اور اُس کی ضروری دیکھ بھال کرنا لازم ہے۔ بورسٹل سے مراد کم سن مجرموں کی سزا کا خاص اصول یا طریقہ ہے۔ نیز سیکشن ۲ (سی) کے مطابق بورسٹل انسٹی ٹیوشن سے مراد ایسی جگہ ہے جہاں بچّوں کو رکھ کر اُن کی ذہنی، روحانی، اور نفسیاتی ترقّی کے لئے تعلیم وتربیت کا انتظام کرنا ہے۔ نیز ہر ملزم بچے کو رہنے سہنے، نہانے دھونے وغیرہ کی مناسب سہولتیں مہیا کرنا لازم ہیں۔

بورسٹل اصلاحی مراکز میں اُن مجرموں کو بھیجا جاتا ہے جو عادی مجرم بننے کی جانب مائل ہوں اور اُن پر

تنبیہات کا کوئی اثر نہ ہوتا ہو۔ بورسٹل اصلاحی مرکز ایک اچھی ورک شاپ ہوتی ہے جہاں مجرموں کو نصیحتوں کے ذریعے اور ساتھ ہی ساتھ اُنہیں ہنر مند بنا کر، تعلیمی اور صنعتی نیز کھیل وتفریحات میں مشغول رکھ کر جرائم سے باز رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ریفارمیٹری یا اصلاحی ادارے میں جس مجرم کی اصلاح نہ ہو سکے اُسے بھی بورسٹل اصلاحی مرکز میں منتقل کر دیا جاتا ہے۔

پنجاب کے مرکز لاہور میں کوئی بورسٹل انسٹی ٹیوشن موجود نہیں ہے صرف بھاولپور اور فیصل آباد میں دو بورسٹل انسٹی ٹیوشن ہیں۔ پشاور جو سرحد کا مرکزی شہر ہے کوئی بورسٹل انسٹی ٹیوشن نہیں ہے۔ البتہ پشاور۔ ہری پور اور بنوں میں بورسٹل انسٹی ٹیوشن قائم کرنے کی منظوری دے دی گئی ہے۔ سندھ میں ایک بورسٹل انسٹی ٹیوٹ حیدرآباد میں اور نوعمر قیدیوں کے لئے ایک ریمانڈ ہوم اور ایک یوتھ آفنڈرز انڈسٹریل ہوم کراچی میں موجود ہے۔ بلوچستان میں نوعمر قیدیوں کو بڑے مجرموں سے علیحدہ رکھنے کا کوئی انتظام موجود نہیں ہے۔ المیئے کی بات یہ ہے کہ اِن انسٹی ٹیوٹس میں جیل کا اسٹاف بچّوں کے ساتھ سلوک سے ناواقف اور غیر تربیت یافتہ ہے لھذا اُن کے ساتھ وہ ہی برا سلوک ہوتا ہے جو بڑے مجرموں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ جیل میں اُن کیساتھ جو سلوک کیا جاتا ہے وہ ناقابلِ بیان ہے۔ نیز جیل سے باہر آنے کے بعد یا تو وہ پختہ مجرم بن جاتے ہیں اور اگر وہ اچھی زندگی بسر کرنا چاہیں تو معاشرہ انہیں قبول نہیں کرتا۔

ریفارمیٹری یا اصلاحی اسکول:

اِن مراکز کا قیام ریفارمیٹری اسکول ایکٹ مجریہ ۱۸۹۷ء کے تحت عمل میں آیا۔ اِن مراکز میں ۱۰ سال سے ۱۵ سال تک کے نوعمر مجرمین کو ۱۸ سال کی عمر تک رکھا جاتا ہے۔ ریفارمیٹری اسکول میں بھیجنے کا مقصد بھی اِن نوعمر بچّوں کو عادی مجرموں کے برے اثرات سے محفوظ رکھنا ہوتا ہے۔ اُن کو یہاں تعلیم و تربیت کے ذریعے اچھا شہری بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

ریفارمیٹری اسکول میں ایسے کمسن مجرموں کو رکھا جاتا ہے جن پر کسی کا کنٹرول نہ ہو یا اُن کا کوئی وارث نہ ہو۔ البتہ پہلی بار جرم کے مرتکب کمسن جوان جس کے بارے میں یہ گمان ہو کہ وہ آئندہ بھی جرم کا ارتکاب کر سکتا ہے اُس کو ریفارمیٹری اسکول میں نہیں رکھا جاتا۔ نیز ایسے کم سن مجرموں کو بھی نہیں رکھا جاتا جن کی عمر دس برس

سے کم ہو یا جو کسی ذہنی یا نفسیاتی بیماری میں مبتلا ہو۔

- اگر کمسن مجرم ۱۰ یا ۱۱ سال کا ہو تو اُس کو ۵ یا ۷ سال تک
- اگر کمسن مجرم ۱۲ سال کا ہو تو اُس کو ۶ سال تک
- اگر کمسن مجرم ۱۳ یا ۱۴ سال کا ہو تو اُسکو ۴ سال تک
- اگر کمسن مجرم ۱۵ سال کا ہو تو اُس ۳ سال تک کے لئے ریفارمیٹری مرکز میں رکھا جاتا ہے۔ ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے کہ اُس کی اصلاح کی جاسکے اور اسے ہنر مند بنایا جاسکے۔

عورتوں کی جیل:

سینٹرل جیل کراچی سے متصل ویمن جیل میں قید ۸۳ عورتوں کے ساتھ ۱۷ معصوم بچوں کے ماتھے پر تحریر ہے کہ اُن کو اپنے گناہ تک کا علم نہیں ہے پھر بھی وہ اپنے نا کردہ گناہوں کی سزا کاٹ رہے ہیں۔ صوبہ سندھ کی خواتین کی جیلوں میں ۱۴۱ خواتین قید ہیں اور اُن کے ساتھ کل ۴۲ معصوم بچے بھی اسیر ہیں:

	جیل کا نام	بچوں کی تعداد
۱۔	ویمن جیل کراچی	۱۷
۲۔	ویمن جیل لاڑکانہ	۱۷
۳۔	ویمن جیل حیدرآباد	۶
۴۔	ویمن وارڈ سکھر	۲

اِن بے گناہ اسیروں کے لئے علیحدہ سے کوئی فنڈ موجود نہیں ہے صرف شیر خوار بچوں کے لئے حکومت دودھ کا انتظام کرتی ہے۔ اُن کے لئے کھیل کود کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ ویمن جیلوں کا دیگر جیلوں کی طرح بڑا مسئلہ گنجائش سے زیادہ قیدیوں کو ٹھونسنا ہے۔ نیز خواتین اور اُن کے بچوں کے ساتھ جیلوں میں برے سلوک کا سامنا کرنا ہوتا ہے۔ اور قانون کے رکھوالے چھوٹی معصوم بچیوں اور بچوں کو اپنی ہوس کا نشانہ بناتے ہیں۔ جسے تحریری کرنے سے قلم عاجز ہے۔ قانون کے ایسے اہلکار پر خدا کا قہر ضرور نازل ہوگا۔ انشاءاللہ

سوسائٹی برائے تحفّظ حقوقِ اطفال:

یہ سوسائٹی ایک رضا کار تنظیم ہے جس کے مقاصد وہ ہی ہیں جو اقوامِ متّحدہ کے حقوقِ اطفال کے کنونشن میں دیئے گئے ہیں۔ یہ سوسائٹی بچّوں کے حقوق کے تحفّظ کیلئے بہت کام کر رہی ہے اور ہر سال باقاعدگی کے ساتھ انگریزی زبان میں ایک جرنل (The State of Pakistan's Children) نکالتی ہے جس میں پاکستانی بچّوں کے حقوق سے متعلق اعداد و شمار اور اُن پر ہونے والے مظالم پر تفصیلی مقالات شائع کرتی ہے۔ اِس مقالے میں دیئے گئے اعداد و شمار اِس سوسائٹی کے جرنل ۲۰۰۸ سے لئے گئے ہیں۔ نیز جیلوں اور دیگر اصلاحی تنظیموں سے بھی اعداد و شمار حاصل کئے گئے ہیں اور سب اِس مقالہ نگار کے شکریئے کے مستحق ہیں۔

بے راہ روی کے اسباب کا جائزہ

ماں باپ کے لئے قدرت کا سب سے حسین عطیہ ماں کی پُر شفقت گود میں مسکراتا ہوا بچّہ ہوتا ہے۔ وہ دل ہی دل میں اپنے لختِ جگر کو بڑا آدمی بننے کے خواب دیکھتے ہیں اور اُن والدین کی خوش نصیبی قابلِ رشک ہوتی ہے جن کے بچّے اپنے والدین کی توقّعات پر پورا اترتے ہیں۔ اِس کے برعکس بہت سے بچّے مختلف وجوہات کی بنا پر اپنی کم سنی کی عمر میں بے راہ روی کا شکار ہو جاتے ہیں اور غیر قانونی سرگرمیوں میں ملوّث ہو کر جیل کی سلاخوں کے پیچھے چلے جاتے ہیں اور وہاں اُن کے ساتھ جو سلوک قانون کے رکھوالے اور مجرم پیشہ قیدی کرتے ہیں اُن کو سن کر ہر شریف آدمی کے رونگھٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

کمسِن جوانوں کی بے راہ روی کا پہلا سبب خواتین کی اکثریت کا ناخواندہ ہونا اور دینی علم سے بے بہرہ ہونا ہے کیونکہ بچّے کی پہلی معلّمہ ماں ہوتی ہے اور اسلامی تعلیمات کے مطابق بچّے کی تعلیم و تربیت' اسلامی بیادوں پر' ماں کی گود سے شروع ہوتی ہے۔ حدیثِ مبارکہ یہ ہے کہ: طلب العلم

فریضة علی کلّ مسلمین و المسلمات جس کا مفہوم یہ ہے کہ علم کی طلب یا علم کا حاصل کرنا ہر مسلامان مرد اور عورت پر فرض ہے۔ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ہمارے مذہبی راہنما کی اکثریت اور جیسا کے اُن طالبان کے رویئے سے ظاہر ہے جو سرحد میں بچیوں کے مدارس کو بم سے آڑا رہے ہیں' کہ وہ بچیوں کو دینی تعلیم کے علاوہ دیگر علوم میں عورتوں کی فضیلت تسلیم نہیں کرتے اور مردوں اور عورتوں کے لئے علم کی فضیلت بیان کر کے بجائے ایک دوسرے کو کافر' مرتد اور مشرک کہنے پر زیادہ زور دیتے ہے۔ اِس سلسلے میں مردوں کی سوچ میں تبدیل لانا بہت ضروری ہے۔

اقوام متحدہ کا اعلامیہ ۱۹۹۰ء یہ لازم قرار دیتا ہے کہ:

''کسی ملک کی ہمہ جہت ترقی' دنیا کی فلاح و بہبود اور عالمگیر امن کے لئے ضروری ہے کہ مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین کی تعلیم پر توجہ دی جائے اور ہر معاملے میں مردوں کے ساتھ اُن کی شرکت کو لازمی بنایا جائے''۔

جرائم اور بچّوں کے ساتھ جنسی' جسمانی مظالم کے پیچھے مسلسل بڑھتی ہوئی غربت' دہشت گردی' گلی کوچوں میں ہونے والے واقعات اور نا مناسب بنیادی سہولتیں کمسن جوانوں کی بے راہ روی کے چند اسباب ہیں۔ بچّے ارادی اور غیر ارادی طور پر دہشت گردی کے لئے استعمال کئے جارہے ہیں کیونکہ اُن کے ذہن کو تبدیل کرنا اور قابو پانا زیادہ آسان ہوتا ہے۔ چند دیگر اسباب کو مختصر طور پر پیش کیا جارہا ہے۔

مغربی دنیا میں ایسے بچّوں کو پرابلم چائلڈ کہا جاتا ہے یعنی ایسا بچّہ جو والدین کے لئے مسئلہ بن گیا ہو۔ اِن میں ہر طرح کے بے راہ رو بچّے شامل ہوتے ہیں خاص طور پر وہ بچّے جو معاشرے میں بدنظمی یا غیر قانونی حرکتوں میں ملوث ہو کر جیل کی سلاخوں کے پیچھے چلے جاتے ہیں۔ اور جیل سے باہر آنے کے بعد معاشرے کی نظر میں نا قابلِ قبول ہوتے ہیں۔ وہ قانون کے رکھوالوں کے لئے دل میں نفرتیں لیکر باہر آتے ہیں اور جب معاشرہ انہیں ٹھکرا دیتا ہے تو وہ عادی مجرم بن جاتے ہیں۔

ماہرین کے نظریات:

۱۔ ماہرِ عمرانیات ہیرالڈ اے فلپس (Herald A. Philips) نے اپنی مشہور تصنیف Contemporary Social Problems میں بچّوں اور نوعمر جوانوں کی بے راہ روی کو ایسے معاشرتی قوانین کی خلاف ورزی کا نتیجہ قرار دیا ہے جن کو معاشرتی تائید حاصل ہو اور جو ناپختہ ذہن کے کم عمر جوانوں سے سرزد ہوں۔ اِس بے راہ روی میں جھوٹ بولنا، چوریاں کرنا، گھروں اور اسکولوں سے بھاگنا، جنسی بے راہ روی میں مبتلا ہونا اور قوانین کی چھوٹی موٹی خلاف ورزیاں شامل ہیں۔

۲۔ ماہرِ عمرانیات سدر لینڈ (Sutherland) نے اپنی مشہور تصنیف (Contemporary Social Problems) میں نوجوانوں اور بچّوں کی بے راہ روی کو ایک ایسا معاشرتی مسئلہ قرار دیا ہے جو گروہی سالیت کے ختم ہو جانے سے اور ابتدائی گروہوں میں تغیر کے سبب پیدا ہوتا ہے اور اِس بے راہ روی کو سدر لینڈ نے غربت، بے روزگاری اور ناقص تعلیمی اداروں کے پس منظر سے ابھرنے والا مسئلہ قرار دیا ہے۔

۳۔ جرائم کی تشخیص کے مشہور ماہر Ruth Cavan نے اپنی کتاب (Criminology) بچّوں اور نوجوانوں کی بے راہ روی کی وضاحت یوں کی ہے کہ جب کبھی ایسے بچّے جن کی عمر قانون طور سے مقرّر کردہ عمر سے کم ہو تو وہ ایسے افعال کے مرتکب ہوتے ہیں جو غیر قانونی ہوں اور بچّوں اور بڑوں میں یکساں ناپسندیدہ ہوں۔ بے راہ رو نوجوان کی عمر ہر ملک میں وہاں کے سماجی، معاشی حالات، عام سطح کی ذہانت کی بنیاد پر متعیّن کی جاتی ہے۔

۴۔ امریکن ایسوسی ایشن آف پیرول کنٹرول (American Association of Perole Control) نوعمر جوانوں کی بے راہ روی کی مندرجہ ذیل وجوہات بیان کی ہیں:

......ایسی بے راہ روی جس کا تعلق معاشرتی اصولوں اور قوانین کی خلاف ورزیوں سے ہوتا ہے۔

......ایسی بے راہ روی کا تعلق بچّوں اور نوجوانوں کی اپنے والدین کی نافرمانی اور اُن کے احکام کی خلاف ورزی سے ہوتا ہے۔

...... بے راہ روی کا تعلق اُن کی عادتاً گھر اور اسکولس بھاگ جانے سے ہوتا ہے۔

ڈی کے ٹائی سن (D. K. Tyson) نے بے راہ رو بچّوں پر تحقیق کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ بے راہ رو بچّے جانوروں سے بے رحمی سے پیش آتے ہیں' دوسرے بچّوں کو ڈراتے دھمکاتے ہیں' لڑائی جھگڑا کرتے ہیں اصول وقوانین کی نافرمانی کرتے ہیں' چوری کرتے ہیں' جھوٹ بولتے ہیں خود غرض ہوتے ہیں بہت ست اور رونے والے ہوتے ہیں۔ جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں اور خیالی پلاؤ پکانے والے ہوتے ہیں۔ دنیا کے دیگر مما لک کی طرح پاکستان میں بے راہ روی کی شرح بڑھتی جارہی ہے۔

ماہرینِ جرمیات کی نظر میں یہ کم عمر مجرم حالات' حادثات اور برے ماحول کے پیدا کردہ اثرات کا شکار ہوکر بے راہ روی اختیار کرتے ہیں۔ اُن کا ذہن نا پختہ اور جرم کی عادت بھی پختہ نہیں ہوتی لھذا اُن کی اصلاح ممکن ہے اور ان کو سدھارا جاسکتا ہے۔ ماہرینِ نفسیات اور عمرانیات اور تشخیصِ جرمیات کے لئے اپنے بچّوں کی بے راہ روی ایک سنجیدہ موضوع رہی ہے۔ ہر ایک نے اپنے اپنے تجربات کی روشنی میں معاشرے کے اِس سنجیدہ مسئلے پر تحقیق کے بعد بہت ساری وجوہات بیان کی ہیں جنہیں ہر بے راہ رو بچّے پر لاگو نہیں کیا جاسکتا:

۱۔ گھر اور گھر سے باہر کا ماحول
۲۔ غربت اور بے روزگاری
۳۔ بچّوں کے حقوق سے حکومت کی لاپرواہی

۴۔ ذہنی اور جسمانی نقائص

۵۔ معاشرتی انتشار

۶۔ آبادی میں تیزی سے اضافہ

گھر اور گھر سے باہر کا ماحول:

بچّوں کی بے راہ روی میں والدین کی عدم توجّہی کا بڑا ہاتھ ہے۔ بچّے کی پرورش، تعلیم و تربیت اور اُس کی شخصیت کی تعمیر میں سب سے اہم کردار خاص طور پر والدین، بہن بھائی یا دادا دادی ادا کر سکتے ہیں۔ والدین کا آپس میں سلوک اور بچّوں کے ساتھ ڈانٹ ڈپٹ اور مار پیٹ بچّوں کو متنفّر بنا دیتی ہے اور بہت سے بچّے گھروں سے بھاگ جاتے ہیں اور برے لوگوں کے ساتھ رہ کر برائیوں میں ملوّث ہو کر مجرم بن جاتے ہیں۔ کچھ والدین بے جا لاڈ پیار سے بچّے کو بگاڑ دیتے ہیں اور اُس کی ہر جائز اور ناجائز خواہش کو پورا کرتے ہیں اور اُن کو اُن کے حال پر چھوڑ دیتے ہیں۔

پہلے جب صبح بچّوں کی آنکھ کھلتی تھی تو وہ اپنے والدین کو نماز پڑھتے اور قرآنِ پاک کی تلاوت کرتے دیکھتے تھے اور رات کو سوتے وقت انہیں سبق آموز کہانیاں سنائی جاتی تھیں۔ اب ایسا نہیں ہوتا۔ آجکل تین چیزیں بچّوں کے اخلاق خراب کر رہی ہیں۔ ماں باپ بچّوں کے ساتھ بیٹھ کر ٹیلیویژن پر انگریزی اور ہندوستانی مخرّبِ اخلاق فلمیں دیکھتے ہیں۔ بچّے کی سماجی تربیت کی اہم ذمّہ داری میں والدین نے حصّہ لینا چھوڑ دیا ہے اور انہیں مذہبی مدارس اور اسکول میں داخل کر کے سمجھتے ہیں کہ انہوں نے اپنا فریضہ ادا کر دیا۔

غربت اور بے روزگاری:

پاکستان میں جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے نوعمر جوانوں کی بے راہ روی کی ایک بڑی وجہ غربت اور بے روزگاری ہے۔ پاکستان کا شمار غریب ممالک میں ہوتا ہے۔ یہاں کی فی کس آمدنی بہت کم ہے۔ والدین جب بچّوں کو لباس اور غذا اور تعلیم و تربیت کی سہولتیں فراہم نہیں کر سکتے تو بچّے کام میں لگا دیئے جاتے ہیں مثلاً اخبار فروخت کرنا، خوانچہ لگانا وغیرہ یا پھر وہ آوارہ گردی کرتے ہیں جو انہیں

جرائم کی طرف لے جاتی ہے۔۵۰۰ بچّوں پر کی گئی ایک تحقیق کے مطابق ۶۲ فی صد بے راہ روی کے شکار بچّوں کے والدین بے روزگار تھے۔

بچّوں کے حقوق سے حکومت کی لاپرواہی:

پاکستان کے معاشرتی مسائل بڑھتے ہی جارہے ہیں۔ اِن مسائل میں تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی اور خاندانی منصوبہ بندی کی ناکامی، گروہی عصبیّت اور مذہبی اور نسلی تعصبات نیز اور بچّوں کی صحت اور تعلیم سے لاپرواہی ہے۔ حکومت کے اہلکاروں کی رشوت خوری اور امتحانات میں دھاندلی کروانے کی وجہ سے تعلیم کا معیار پست سے پست تر ہوتا جارہا ہے۔ بچّوں کے لئے نصابی کتابیں مہیّا نہ کرنے اور بچّوں کی کثیر تعداد کا تعلیم سے بے بہرہ رہنے کی ذمّہ داری حکومت کی ہے جس پر نہ تو کوئی توجہ دی جاتی ہے اور نہ ہی بجٹ میں اضافہ کیا جاتا ہے۔ حکمران صرف اُن باتوں پر توجہ دیتے ہیں جن سے اُن کو مالی فائدہ ہو۔

ذہنی اور جسمانی نقائص:

ماہرین نفسیات نے بے راہ روی کے شکار بچّوں اور جوانوں کا عمیق مشاہدہ کرنے کے بعد یہ انکشاف کیا کہ کچھ بچّے پیدائشی طور پر یا کسی حادثے کی وجہ سے جسمانی یا ذہنی کمزوری یا بیماری کے سبب بے راہ روی کا شکار ہوجاتے ہیں۔ وہ اپنے ہم عمر بچّوں میں احساسِ کمتری مبتلا ہوکر ناپسندیدہ حرکتیں شروع کردیتے ہیں۔ اِس میں اُن کے جذبات اور احساسات کا دخل بھی ہوتا ہے۔ اُن کے اعصابی نظام میں نقص پیدا ہوجاتا ہے اور وہ اپنے ہم عمروں سے حسد کرنے لگتا ہے اور ٹھیس پہنچانے والی باتیں اُس کو لڑنے جھگڑنے پر مجبور کردیتی ہے۔ بعض بچّے سکون کے لئے نشہ کرنے لگ جاتے ہیں۔

معاشرتی انتشار:

جب کسی حکومت کے قائدین راشی' ڈاکواور قاتل ہوں تو یقیناً اُن کے ماتحت ادارے بھی اُن ہی جیسے ہوں گے کیونکہ ہر ماتحت اپنے افسر کے لئے جو رشوت جمع کرتا ہے اُس میں اپنا حصّہ شامل کر لیتا ہے۔۔اُن میں سے کسی کو معاشرے کی فلاح و بہبود سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی اور جب سماجی ادارے صحیح طور پر اپنے فرائض انجام نہیں دیتے' تعلیمی ادارے اپنے طلبا تک تعلیم کو مؤثر انداز میں علم منتقل نہیں کرتے اور اسی طرح عدالتیں اور قانونی ادارے بچّوں کو تحفظ اور پرسکون مستقبل کی ضمانت دینے میں ناکام رہتے ہیں تو ملک میں انتشار کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ ہمارے قائدین جوانوں کو سیاست میں ملوث کر کے علمی اداروں میں طلبا کو لڑوانے اور اُن کی تعمیری صلاحیتوں کو برباد کر کے تخریب کار بنانے میں مشغول ہیں۔تعلیمی ادارے ہوں یا قانون کے رکھوالے سب کے سب رشوت خوری میں مبتلا ہیں۔ عدالتوں کے احکام کی نافرمانی کی جاتی ہے۔ملک میں قانون کا نام لینا قانون کی توہین ہے۔چونکہ عدالتیں کرپٹ ہیں اور اُن کے احکام کوٹھکرادیا جاتا ہے۔ حال ہی میں ہماری عدالت نے فیصلہ کیا کہ شکر کی قیمت ۴۰ روپے فی کلو مقرر کی جائے لیکن ۵۵ روپے سے شروع کرنے کے بعد ہر ماہ ۵ روپے کا اضافہ کیا گیا اور اب شکر ۷۰ روپے فی کلو فروخت ہو رہی ہے۔ ہمارا میڈیا بھی کرپٹ اور بلیک میلر ہے اُن کا پولس اور فوج کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔

آبادی میں تیزی سے اضافہ:

کسی ملک کی آبادی کی شرح ملکی وسائل کے مقابلے میں زیادہ ہو جائے اور قائدین اقتصادیات سے نابلد ہوں تو اُس ملک کا ہر شعبہ انتشار کا شکار ہو جاتا ہے۔ کثرتِ اولاد والدین کو اُن کی صحیح دیکھ بھال اور تعلیم و تربیت سے محروم کر دیتی ہے۔اچھی صلاحیتیں غربت کے بوجھ تلے دب کر ختم ہو جاتی ہیں۔ جہالت کا گراف بھی بڑھتا جا رہا ہے۔اسلامائیزیشن کے حامی علماٗ ہر مسئلے کو اسلامی رنگ دیکر ملک میں فساد پھیلاتے ہیں۔دینی مدارس میں زیادہ تر غریب بچّے ہی جاتے ہیں اور اُن کے ذہنوں

کو خراب کر کے دوسروں کی عبادت گاہوں اور نمازیوں کو بم سے اڑانے کا درس دیا جانے لگا ہے۔ ملک کی بڑھتی ہوئی آبادی کو روکنے میں حکومت بری طرح ناکام ہے۔غریبوں کے پاس کوئی تفریح نہیں ہے اور نہ ہی وہ منصوبہ بندی پر عمل کرتے ہیں۔دیہاتوں میں غربت اور جہالت کی وجہ سے آبادی بڑھ رہی ہے اور شہروں میں اُن کے بچے بھیک مانگتے نظر آتے ہیں۔

بابِ سوّم

تحقیق کا طریقہ کار / حکمتِ عملی

عربی زبان میں لفظِ تحقیق سے مراد کسی چیز کی حقیقت کو آشکار کرنا ہوتا ہے جبکہ انگریزی زبان میں اس کے لئے لفظ ریسرچ استعمال کیا جاتا ہے یعنی جو بات تلاش کی جا چکی ہے اُس کے حقائق کو مزید کھول کر بیان کرنا یا اُس میں اقتضائے زمانہ کے لحاظ سے نئی معلومات یا مسائل کے حل کو ٹھوس بنیادوں پر ثابت کرنا جو آئندہ ریسرچ کرنے والوں کے کام آسکے۔ تحقیقی کام دو طرح سے کیا جاسکتا ہے؛

۱۔ بلواسطہ تحقیق میں محقق کو پہلے سے موجود معطیات اور معلومات پر انحصار کرنا ہوتا ہے جو دراصل اُس کی اپنی تحقیق کو آگے بڑھانے میں معاون ثابت ہوتی ہے۔

۲۔ بلاواسطہ تحقیق میں محقق نئی یا اضافی معلومات کو بذاتِ خود تحقیقی طریقہ کار کو استعمال میں لا کر مواد اور معطیات اکھٹا کرتا ہے تاکہ اُن کا تجزیہ کر کے کسی نتیجے پر پہنچ سکے اور اپنی سفارشات کو مرتب کر سکے۔

تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی، تکنیکی ترقیات کی وجہ سے معاشرے میں تیزی سے رونما ہونے والی تبدیلیاں اور پیچیدہ سماجی مسائل کے اثرات بچّے سے لے کر بوڑھے تک سب پر اپنے گہرے اثرات مرتب کرتا ہے۔

وسعتِ مطالعہ:

الیکٹرونک کی نئی ایجادات کی وجہ سے جرائم کا دائرہ عالمگیر وسعت کا حامل ہے۔ جس کے لئے انٹرپول کی مدد لینا پڑتی ہے۔ سماج میں تغیر و تبدل اور نئی ایجادات نے مجرموں کو سائنسی نوعیت کے جرائم کرنے میں بہت مدد دی ہے۔ چھری یا خنجر کے مقابلے میں ٹی ٹی سے زیادہ آسانی سے ڈاکہ ڈالہ جاسکتا ہے۔ اب تالہ توڑا نہیں جاتا بلکہ اسے جلا کر کاٹ دیا جاتا ہے۔ جسطرح جاسوسی کے طریقہ کار میں اضافہ ہو رہا ہے اُسی طرح جرائم میں

نت نئے طریقے وجود میں لائے جارہے ہیں۔ پہلے جاہل یاان پڑھ جنہیں کام نہیں ملتا تھا چوری یاڈاکہ ڈالتے تھے۔اب پڑھے لکھے لوگ جدید ٹیکنولوجی کے وجود سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سائنٹیفک اور منظم طریقوں سے جرائم کاارتکاب کرتے ہیں۔ پہلے مجرم جرم کرکے بھاگتا تھااب اسکوٹراور کار کے ذریعے واردات کرکے روپوش ہوجاتے ہیں۔

دائرہِ تحقیق:

تحقیقی مطالعہ میں دائرہِ تحقیق کونظر میں رکھنالازم ہوتا ہے۔محقق کواپنی استعداداور وسائل کےلحاظ سے تحقیقی دائرے کاتعین کرنا ہوتا ہے۔اِس تحقیقی مقالے میں کوشش کی گئی ہے کہ پاکستان میں ۱۸سال سے کم عمر ملزم رمجرم نوجوانوں کاہمسایہ مما لک کے حالات سے کیا جائے۔مثلاً

UNICEF , The State of World's Children 2009 کے مطابق ۲۰۰۷ء میں ۱۸سال سے کم عمر نوجوانوں کی تعداد کی کیفیت کچھ یوں تھی:

پاکستان --	۷۰,۶۰۹	ہزار	
بنگلہ دیش--	۶۴,۴۸۶	ہزار	
انڈیا --	۴۴,۶۴۶	ہزار	
افغانستان--	۱۵,۵۲۶	ہزار	نوجوان تھے۔

درجِ بالااشاریات سے ثابت ہے کہ پاکستان میں ۱۸سال سے کم عمرنوجوانوں کی تعدادسب سے زیادہ ہے۔لٰھذا پورے ملک سے معطیات جمع کرناایک مشکل کام تھااِسی طرح کسی ایک صوبے مثلاً سندہ کاڈیٹا جمع کرنا بھی محقق کی رسائی سے بالا تھالٰھذ زیرِنظر تحقیقی مقالے کوشہر کراچی تک محدود رکھا گیا ہے۔اورصرف کراچی میں نوعمر جوانوں کی جیل سے ڈیٹا جمع کیا گیا۔

نمونہ بندی

ڈیٹا اور معلومات اکھٹا کرنے کا بہترین طریقہ تو یہ ہی ہے کہ دائرہ تحقیق میں موجود سب افراد سے معلومات حاصل کر کے تجزیہ کیا جائے جو ایک ناممکن العمل بات ہے۔ لھٰذا نمونہ بندی کو قابلِ عمل حد تک محدود رکھنا پڑتا ہے۔ اگر کائنات universe بہت سے چھوٹے چھوٹے طبقات پر مشتمل ہو تو چند نمونے لیکر اُن میں سے ایک نمونے کی تشکیل کی جاتی ہے۔ اِس تحقیقی مقالے میں نمونہ سازی کا یہ ہی طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔

طریقہ حصولِ معطیات:

کسی تحقیقی مقالے کے لئے معطیات کے حصول کے طریقے کو ''آلۂ تحقیق'' کہا جاتا ہے ہر محقق اپنے مطلوبہ مقصد کو حاصل کرنے کے لئے کوئی بھی طریقہ استعمال کر سکتا ہے۔ لیکن سوالنامہ کی مدد سے جمع کئے گئے اعداد و شمار اور معلومات کو زیادہ مفید اور مستند شمار کیا جاتا ہے۔ لھٰذا سوالنامہ تیار کیا گیا اور سوالنامے کی صحت کو پرکھنے کے لئے ۴ سے پانچ جوانوں سے سوالنامہ پُر کرایا گیا۔ اور اُس سے غیر ضروری سوال نکال کر اور چند ضروری سوالات شامل کر کے نیا سوالنامہ تیار کیا گیا۔

کراچی میں نوعمر جوانوں کی جیل کے ڈیٹا بیس سے ڈیٹا جمع کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ وزارتِ داخلہ کی اجازت کے بغیر جیلوں کے انچارج سے ملنا ناممکن العمل بات ہے۔ لھٰذا وزارتِ داخلہ سے اور اُس کے بعد آئی جی پولیس اور پھر سپرنٹنڈنٹ جیل کی وساطت سے Office of the Superintenent Youthful Offenders IndustrialSchool, Karachi تک رسائی حاصل کی گئی۔ یہ ایک لمبا پروسیس تھا۔ لیکن اُن کی ہمکاری سے جو معطیات حاصل کی گئیں اُن کے مطابق ۱۶۲ کم سن جوان انڈسٹریل اسکول میں موجود تھے اور ۲۰ ایسے ملزمان تھے جن کے کیس زیرِ سماعت تھے لیکن ۱۸ سال سے زیادہ عمر ہوجانے کی وجہ سے اُن کو ۱۲ فروری ۲۰۱۰ء کو بڑی جیل منتقل کر دیا گیا۔

کم سن بچوں کی جیل سے جو اعداد و شمار موصول ہوئے ان کے مطابق بچوں کو درج ذیل الزامات میں پکڑا گیا ہے:

۴۰	۴۳/۳۹۲	ڈکیتی / چوری کا الزام
۲۹	۱۳ڈی	اسلحہ کی چوری یا موقع پر اسلحہ برآمد ہونا
۱۳	۱۳/۴ایف	منشیات بیچتے ہوئے پکڑے گئے
۱۲	۳۴/۳۰۲	قتل اور اقدام قتل
۱۰	۱۶/۹اے	ملزم کی نشاندہی پر اسلحہ برآمد کرنا
۰۶	۳۲۴/۳۵۳	سرکاری کام میں مداخلت / قتل کرنے کا ارادہ کرنا
۰۴	۳۴/۳۲۴	ارادۂ قتل
۰۴	۱۸۳/اے	کسی ادارے میں چوری کرنا
۴۱	–	۳۹۲ (ڈکیتی)، ۶۹سی (چرس بیچنا)، ۱۳ڈی (اسلحہ برآمد) ۳۸۹ (موبائل چھیننا)، ۳۸۰ (چوری)، ۳۹۳ (ناکام ڈکیتی) ۳۵۳/۸۹ (پولیس مقابلہ)، ۳۶۵ (اغوا برائے تاوان) ۹۲ (اسکوٹر چھیننا) اور ۴۴۸ (پلاٹ پر قبضہ)

تجزیاتی طریقہ برائے معطیات:

معطیات جمع کر کے تجزیہ کیا گیا ہے۔ تجزیہ کرنے کے لئے سادہ فیصد تقسیم اور جدول کا طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔ محقق نے بذاتِ خود جیل جا کر سوالنامے پر کئے۔ البتہ ایک سب انسپکٹر ہر وقت موجود رہا لھذا جیل کے اندر کے ماحول کے بارے میں جو جوابات دیئے گئے اُن میں خوف کی وجہ سے سچائی کم نظر آئیگی۔

بابِ چہارم
معطیات کا تجزیہ

جدول نمبر ا

تقسیم جواب دہندگان بلحاظِ عمر

عمر کا دورانیہ	تعداد	فی صد
۱۳ تا ۱۴	۱۶	۱۶
۱۵ تا ۱۶	۳۲	۳۲
۱۷ تا ۱۸	۵۲	۵۲
کل	۱۰۰	۱۰۰

تجزیہ: درجِ بالا جدول میں جواب دہندگان نوعمر قیدیوں میں :

۱۔ سب سے زیادہ قیدی وہ ہیں جن کی عمریں ۱۷ تا ۱۸ کے درمیان ہیں جو کل تعداد کا ۵۲ فی صد ہے

۲۔ ۱۵ تا ۱۶ سال کے نوعمر قیدیوں کی تعداد ۳۲ ہے۔ جبکہ

۳۔ ۱۳ تا ۱۴ سال کے قیدیوں کی تعداد سب سے کم ہے یعنی ۱۶ فی صد ہے

اِس جدول سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ ۱۵ سے ۱۸ سال کی عمر کے بچّوں میں جرم کے زیادہ رجحانات پائے جاتے ہیں۔

جدول نمبر۲

تقسیم جواب دہندگان بلحاظِ صوبہ:

صوبے کا نام	تعداد	فی صد
سندھ	۳۶	۳۶
پنجاب	۲۴	۲۴
سرحد	۲۴	۲۴
بلوچستان	۱۲	۱۲
غیر ملکی	۰۴	۴۰
کل	۱۰۰	۱۰۰

تجزیہ:

اِس جدول سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ کراچی ایک چھوٹا پاکستان ہے جس میں پاکستان کے تمام صوبوں کے لوگ آباد ہیں۔

۱۔ غیر ملکیوں سے مراد افغانی بچّے ہیں جو پاکستان میں غیر قانونی طور پر داخل ہوئے اور انہوں نے یہ کام اپنی پیٹ بھرنے کے لئے اور پولیس کے ہتّھے چڑھ گئے۔

۲۔ اِس جدول کی رو سے سب سے زیادہ قیدیوں کا تعلق سندھ، پنجاب اور سرحد سے ہے جو کل تعداد کا ۸۴ فی صد ہے۔

۳۔ بلوچستان سے تعلق رکھنے والے قیدی دراصل کراچی ہی کے قدیم باشندے ہیں۔

جدول نمبر ۳

تقسیم جواب دہندگان بلحاظِ تعلیم:

تعلیم	تعداد	فی صد
اَن پڑھ	۴۰	۴۰
پرائمری	۳۲	۳۲
مڈل	۲۴	۲۴
سیکنڈری	۴	۴
کل	۱۰۰	۱۰۰

تجزیہ:

اِس جدول سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ:

۱۔ کراچی کی نوعمر قیدیوں کی جیل میں زیادہ تعداد اُن کمسن جوانوں کی ہے جواَن پڑھ ہیں جو کل تعداد کا ۴۰ فی صد ہیں۔

۲۔ اُس کے بعد اُن کی تعداد زیادہ ہے جو پرائمری تک پڑھے ہوئے ہیں......

۳۔ جبکہ مڈل کی تعداد اُس سے اور سب سے کم تعداد اُن کی ہے جو سیکنڈری کے طالبعلم ہیں۔

۴۔ ۱۶ فی صد نے بتایا کے وہ اسکول جاتے تھے۔

۵۔ البتہ ۳۶ فی صد نے کہا کہ اُن کو پڑھنے کا شوق ہے۔

اِس جدول کی روح یہ ہے کہ اگر بچّوں کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کردیا جائے تو انہیں جرم کا ارتکاب کرنے سے بچایا جاسکتا ہے۔

جدول نمبر ۴

تقسیم جواب دہندگان بلحاظِ کنبہ:

کنبے کے افراد	تعداد	فی صد
والدین	۶۴	۶۴
ماں	۲۴	۳۲
باپ	۰۴	۰۴
بہن بھائی	۰۸	۰۸
کل	۱۰۰	۱۰۰

تجزیہ:

اِس جدول سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ جیل میں:

۱۔ زیادہ تعداد اُن کمسن جوانوں کی جن کے ماں باپ حیات ہیں تو پھر ایسی کیا مجبوری تھی کہ اُن کو جیل جانا پڑا۔

۲۔ ۲۴ فی صد اپنے والد سے محروم ہیں تو یقیناً وہ روزگار کے لئے نکلے ہوں گے اور پولیس کے ہتّھے چڑھ گئے۔

۳۔ ۱۶ فی صد کم سن قیدیوں نے بتایا کہ وہ اپنے دوستوں کے ساتھ رہتے ہیں۔ یہ گھر سے بھاگے ہوئے بچّے ہیں اور جن دوستوں کے ساتھ رہتے ہیں وہ بھی آوارہ گرد یا کسی گروہ کے لئے کام کرنے والے ہو سکتے ہیں۔

۴۔ ۱۲ فی صد نے بتایا کہ وہ اپنے بھائی یا بہن کے ساتھ رہتے ہیں۔

جدول نمبر ۵

تقسیم جواب دہندگان بلحاظِ گرفتاری :

گرفتاری کا سال	تعداد	فی صد
۲۰۰۸	۱۲	۱۲
۲۰۰۹	۳۸	۳۸
۲۰۱۰	۵۰	۵۰
کل	۱۰۰	۱۰۰

تجزیہ:

اِس جدول سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ کم عمر جوانوں میں جرائم کا رجحان بتدریج بڑھتا جا رہا ہے۔

۱۔ ۲۰۰۸ میں جرائم میں ملوث جوانوں کی تعداد صرف ۱۲ فی صد تھی جو

۲۔ ۲۰۰۹ میں بڑھ کر ۳۸ فی صد ہو گئی اور

۳۔ ۲۰۱۰ میں یہ تعداد بڑھکر ۵۰ فی صد ہو گئی۔

۲۰۰۹ء میں ۲۰۰۸ء کے مقابلے میں ۲۰۰ فیصد سے زیادہ اضافہ ہوا۔

جب کہ ۲۰۱۰ء میں ۲۰۰۸ء کے مقابلے میں ۳۰۰ فیصد اضافہ ہوا۔

جدول نمبر ٦

تقسیم جواب دہندگان بلحاظِ اقدامِ جرم:

کیا یہ پہلا جرم ہے؟	تعداد	فی صد
جی ہاں	٦٦	٦٦
جی نہیں	٢٤	٢٤
عادی مجرم	٨	٨
کُل	١٠٠	١٠٠

تجزیہ:

اِس جدول سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ:

١۔ کم عمر جوانوں میں جرائم کے رجحان کا تناسب ٦٦ فی صد ہے جو حکومت کے لئے خطرے کی گھنٹی بن سکتا ہے۔

٢۔ ٢٤ فی صد کا کہنا یہ تھا کہ انہوں نے کوئی جرم نہیں کیا وہ بے گناہ ہیں اور پولیس نے غلط الزام لگا کر جیل میں ڈال دیا ہے۔

٣۔ ٨ فی صد قیدیوں نے اقرار کیا کہ وہ ایک سے زیادہ جرم کر چکے ہیں۔

جدول نمبر ۷

تقسیم جواب دہندگان بلحاظِ عدالت میں پیشی :

عدالت میں پیشی	تعداد	فی صد
جی ہاں	۸۸	۸۸
جی نہیں	۱۲	۱۲
کُل	۱۰۰	۱۰۰

تجزیہ:

اِس جدول سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ:

۱۔ ۸۸فی صد کم عمر جوانوں کو عدالت میں پیش کیا جا چکا ہے۔

۲۔ صرف ۱۲فی صد عدالت میں پیش ہونے کے منتظر ہیں۔

جدول نمبر ۸

تقسیم جواب دہندگان بلحاظِ عدالتی فیصلہ:

عدالتی فیصلہ	تعداد	فی صد
مجرم قرار دیا ہے	۲۴	۲۴
جی نہیں	۷۲	۷۲
فیصلے کے منتظر ہیں	۴	۴
کُل	۱۰۰	۱۰۰

تجزیہ:

اِس جدول سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ

۱۔ ۷۲ فی صد کم عمر جوانوں کو کسی ثبوت کے بغیر گرفتار کیا گیا ہے۔ اِس لئے عدالت نے اُن کو مجرم قرار نہیں دیا۔ لین افسوس کی بات یہ ہے کہ پولیس نے اُن کو آزاد نہیں کیا ہے۔

۲۔ صرف ۲۴ فی صد ملزم جوانوں کو عدالت نے اُن کی مجرم قرار دیا۔ جبکہ

۳۔ ۴ فی صد عدالت کے فیصلے کے منتظر ہیں۔

جدول نمبر۹

تقسیم جواب دہندگان بلحاظ حکّام کا رویّہ :

حکّام کا رویّہ کیسا ہے؟	تعداد	فی صد
اچھا ہے	۸۵	۸۵
برا ہے	۱۵	۱۵
کل	۱۰۰	۱۰۰

تجزیہ:

اِس جدول سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ:

۱۔ ۸۵فی صد جیل کے حکّام کے رویہ سے مطمئن ہیں جبکہ تحقیقی رپورٹوں کی روشنی میں یہ ایک ناممکن بات ہے۔س کی وجہ ظاہر ہے کہ جوانان سے سوالنامہ پُر کرواتے وقت ایک سب انسپکٹر موجود تھا

۲۔ صرف ۱۵فی صد نے جرأت کے ساتھ کہا کہ اُن کے ساتھ برا سلوک کیا جاتا ہے لیکن تفصیل بتانے سے انکار کر دیا۔

لھذا اِن معطیات میں صداقت کی جھلک کم نظر آ ئیگی۔

جدول نمبر ۱۰

تقسیم جواب دہندگان بلحاظ جیل میں دی گئی سہولیات:

کیا آپ مطمئن ہیں؟	تعداد	فی صد
جی ہاں	۹۰	۹۰
جی نہیں	۹۰	۱۰
کُل	۱۰۰	۱۰۰

تجزیہ:

اِس جدول سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ:

۱۔ ۹۰ فی صد جیل کے حکّام کے رویہ سے مطمئن ہیں جبکہ اِس سے قبل کیا ابواب میں دیئے گئے جدول میں دیئے گئے حقائق سے پتہ چلتا ہے کہ جیلوں میں اصل گنجائش سے زیادہ قیدی بھرے ہوئے ہیں۔

۲۔ صرف ۱۰ فی صد نے جرأت کے ساتھ کہا برا ہے لیکن تفصیل بتانے سے انکار کر دیا۔ اُس کی وجہ ظاہر ہے کہ سوالنامہ پُر کرواتے وقت جیل کا انسپکٹر موجود تھا۔ لٰہذا اِن معطیات میں صداقت کی جھلک کم نظر آئیگی۔

جدول نمبر ۱۱

تقسیم جواب دہندگان بلحاظ تعلیم و تربیت؛

تعلیم و تربیت	تعداد	فی صد
ہنر سیکھتے ہیں	۸۰	۸۰
اسکول جاتے ہیں	۲۰	۲۰
کُل	۱۰۰	۱۰۰

تجزیہ:

اِس جدول سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ

۱۔ ۸۰ فی صد جوانوں کے لئے ہنر: کمپیوٹر، پلمبر، درزی، ویلڈنگ کا کام سیکھ رہے ہیں جبکہ

۲۔ جبکہ ۲۰ فی صد کے لئے اسکول کی پڑھائی کا انتظام بھی ہے۔

۳۔ اُن میں سے ۶۵ فی صد جوانوں کو قرآن پڑھنا سکھایا جاتا ہے۔

بابِ پنجم

خلاصہ، نتائج، بحث وسفارشات

سینیٹ اسٹینڈنگ کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق اِس وقت پاکستان میں ڈیڑھ لاکھ بچّے گلی کوچوں میں غیر محفوظ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ یقیناً اُن میں سے کچھ چھوٹے موٹے جرم کی وجہ سے پکڑے جاتے ہیں اور اُن کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا۔ ۲۰۰۸ء ڈیلی ٹائمز کی نومبر ۴ کی اشاعت کے مطابق جوانوں کے ایک گروپ نے ایسے ۲۰۰ بچوں کا ڈیٹا جمع کیا تو معلوم ہوا کہ اُن میں سے ۷۰ فی صد کے والدین حیات ہیں۔ ۱۴ فی صد بچّوں کا باپ یا ماں نہیں ہے۔ ۱۰ فیصد بچّے یتیم تھے۔ ۴۰ فی صد بچّوں کے بہن بھائیوں کی تعداد ۶ تا ۱۰ ہے۔ ۸۸ فی صد بچّوں نے مار پیٹ سے تنگ آ کر گھر کو خیر باد کہہ دیا تھا۔ ۲۲ فی صد بچّوں کو کھانا نہیں دیا جاتا تھا۔ ۱۴ فی صد بچّوں کو بید کی چھڑی سے مارا جاتا تھا۔ ۹ فیصد کو گھونسوں سے اور ۷ فی صد کو لاتوں سے مارا جاتا تھا۔

سینیٹ اسٹینڈنگ کمیٹی کی رپورٹ

گھر کا ماحول:

شادی ایک ابدی بندھن ہے۔ یہ ایک ایسا قلعہ ہے جس کے ذریعے معاشرے کو اخلاقی گراوٹ سے محفوظ رکھا جانا مقصود ہے۔ شادی خواہشات نفسانی کو لگام عطا کرتی ہے۔ وجود کو پاکدامنی، وفاداری اور سچائی کے زیور سے آراستہ کرتی ہے۔ بیشک انسانی مراتب میں پاکدامنی، نیک چال چلن اور دلوں کو ملانے والی صفات یعنی وفاداری اور سچائی سے زیادہ عظیم الشان کوئی عمل نہیں ہو سکتا۔ شادی کا مقصد یہ ہے کہ ایسی اولاد پیدا ہو جو زمین پر خدا کا ذکر کرے، اس کی بتائی ہوئی راہ پر چلے، ہر شئے میں اسکی تجلّی کا مشاہدہ کرے۔

یہ بات جاننا ضروری ہے کہ بچّوں میں مجرمانہ ذہنیت کن وجوہات کی بنا پر پیدا ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر بچّے میں سیکھنے کی صلاحیت رکھی ہے اس لئے بچّہ اوائلِ عمر ہی سے اپنے والدین کے جبلّی خصائل کو عموماً اُن کا طرز گفتگو، چال ڈھال اور دینی احکام کی پابندی اور بری عادتیں مثلاً سگریٹ نوشی یا جھوٹ بولنا سیکھ لیتا ہے۔ نیز بچّہ اپنے اردگرد کے ماحول اور ہمسائے کے بچّوں کی عادات اور اطوار بھی اپنا لیتا ہے کیونکہ وہ بھی بڑوں

کی طرح اپنے احساسات اور خواہشات کی تکمیل کا خواہشمند ہوتا ہے۔ اسلیئے یہ معاشرے اور خاص طور پر والدین کا فرض ہے کہ وہ اپنے بچّے کے رجحانات پر گہری نظر رکھیں تا کہ انکا بچہ جرائم کی طرف راغب نہ ہونے پائے۔

بچّوں کے ذہن کو تعمیری یا تخریبی بنانے یا بگاڑنے میں والدین' معلّمین' ماحول اور میڈیا اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ہر گھر میں شادی کا ثمر اولاد ہوتی ہے۔ بچّے خود کو اپنے والدین سے منسوب کر کے ایک نفسیاتی سکون محسوس کرتے ہیں۔ اسی طرح والدین ایک سعادتمند اور با اخلاق بچے کے والدین ہونے پر فخر کرتے ہیں۔ اس تعلق سے جو اعتماد جنم لیتا ہے اور عزت و احترام اجاگر ہوتا ہے وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔

ادب جو سرور اخلاق ہے اس کا حصول اکتسابی علم کے حصول سے افضل ہے اور اس سعید عمل کا آغاز ماں کی گود سے شروع ہوتا ہے بلکہ اس سے قبل ماں کے پیٹ سے شروع ہو جاتا ہے۔ اس دوران ماں باپ کے درمیان محبت و الفت اور بچے کی صحت و سلامتی اور نیک و سعادتمند ہونے کے لئے خدا سے لو لگانا لازم ہوتا ہے۔ گھر میں رونما ہونے والے اچھے یا برے ماحول کے اثرات بچے پر ہوتے ہیں۔ جب بچہ علم و ادب دونوں سے آراستہ ہو تو وہ معاشرے کے لئے مینارۂ نور ثابت ہوتا ہے۔ بچہ حالت جنین سے لیکر عوالم بعد الموت کے سفر تک کئی مراحل سے گذرتا ہے۔ موجودہ دور میں نفسیات کے میدان میں اور خاص کر بچوں کی تعلیم و تربیت پر کافی تحقیقی کام ہو چکا ہے۔ زندگی کا ہر مرحلہ ایک اہم خصوصیت کا حامل ہوتا ہے۔ بچے بڑوں سے ذہنی استعداد' جسمانی ساخت اور توانائی' فکری اور علمی لحاظ سے بالکل مختلف ہوتے ہیں۔ ہر مرحلے میں گھر' ہمسائے اور اسکول کے ماحول کی وجہ سے اور خاص طور پر تعلیم و تربیت کی وجہ سے بچے کی ذہنی سطح' یعنی اس کی سوچ اور احساسات میں تبدیلی واقع ہوتی رہتی ہے۔ کیونکہ خوش طینت اور آداب و اخلاق کے زیور سے آراستہ بچہ اگر چہ نا خواندہ ہو اُس تعلیم یافتہ بچے سے بہتر ہوتا ہے جو بے ادب' گستاخ اور بد چلن ہوتا ہے۔ بیشک اچھے اخلاق اور کردار کا حامل بچہ فائدہ رساں ہوتا ہے جبکہ بد اخلاق بچہ فاسد اور سماج کے لئے مضر ثابت ہوتا ہے۔ اِس کام میں ماں باپ کے بعد معلّمین بہت اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اُن میں قوم کی خدمت کا جذبہ ہونا چاہئے۔

گھر سے بھاگنے کی وجوہات:

بے شمار واقعات میں سے صرف چند کا ذکر کرنا کافی ہوگا۔

۱۔ ۹ سالہ تنویر نے بتایا کہ میں ماں باپ کے روز روز کے جھگڑوں سے تنگ آ کر گھر سے بھاگا اور اب بھیک مانگنے والے بچّوں کے ساتھ گذارا کرتا ہوں۔

۲۔ ۱۲ سالہ شاہد نے بتایا کہ میرا سوتیلا باپ مجھے بلاوجہ مارتا تھا میں اُس سے نفرت کرتا ہوں۔ میں راتیں پارک میں بسر کرتا ہوں گلو Glue کا نشہ کرتا ہوں اور رات کو پارک میں سونے والوں کی جیبیں کاٹتا ہوں۔ میں خوش ہوں کہ میں کسی کو جوابدہ نہیں ہوں۔

۳۔ ۱۴ سالہ عمران نے بتایا کہ اُس کا سوتیلا باپ پولس آفیسر ہے۔ میں اُس کے لئے شراب تیار کرتا تھا اور نشہ آور چیزیں اور شراب بیچتا تھا۔ ایک دن میں یہ کام نہ کرسکا تو اُس نے مجھے بہت بے دردی سے مارا۔ میں ۱۰ سال کی عمر سے گھر سے بھاگا ہوا ہوں۔

۴۔ ۱۳ سالہ سلمان نے بتایا کہ میرا باپ نشہ کرتا تھا ایک دن میں بھیک مانگنے نہیں گیا تو اُس نے مجھے بہت مارا اور میری ماں نے بھی اُس کا ساتھ دیا۔ مجھے سر میں سخت چوٹ آئی اور میں گھر سے بھاگ آیا۔

۵۔ ۹ سالہ اکمل نے بتایا کہ وہ گھر سے بھاگ کر اپنے دوست حبیب کے ساتھ ایک شخص کے ساتھ کمرے میں رہنے لگے۔ ایک رات اُس نے مجھ سے کہا کہ یا تو تم کو میرے ساتھ سونا ہوگا یا بھیک مانگنا ہوگی۔

۶۔ گینگ مافیا بھی بچّوں کو اپنے قابو میں رکھے ہوئے ہے۔ ایک ۱۲ سالہ بچّے اللہ رکھا نے بتایا کہ لاہور کی چوبرجی پر ایک شخص نے اُس کو پکڑ لیا اور کہا کہ وہ اُس کے لئے بھیک مانگے ورنہ وہ اُس کی ٹانگیں توڑ دے گا۔ اب وہ اُس کے لئے بھیک مانگتا ہے۔

۷۔ ۹ سالہ سونیا نے بتایا کہ اُس کا باپ دل کا مریض ہے اور اُس کی ماں اُسے مجبور کرتی ہے کہ وہ بھیک مانگے ورنہ ہم سب بھوک سے مرجائیں گے۔

۸۔ ۱۹۹۹ء سے ۲۰۰۷ء کے دوران ملک کے چاروں صوبوں نے جسمانی سزا کی ممانعت کا قانون پاس کیا لیکن مئی ۲۰۰۸ء وہیاڑی میں ایک استاد نے اپنے ۷ سالہ نابینا شاگرد عاطف کو سبق یاد نہ کرنے پر مار مار کر پنکھے سے الٹا لٹکا دیا اور وہ تھوڑی دیر بعد ہلاک ہوگیا۔ جنوری ۲۰۰۸ء میں حیدرآباد کے سول ہسپتال میں ایک ۱۴ سالہ بچّے نے استاد کی مار سے دم توڑ دیا۔

ایک اسٹڈی Initiator Human Development Foundation(2008) کے مطابق گلی کوچوں

میں پھرنے والے ۹۰ فی صد بچے جنسی ہوس کا شکار رہتے ہیں۔ ۳۳ فی صد بچوں نے بتایا کہ پولس والے انہیں اپنی ہوس کا نشانہ بناتے ہیں جبکہ ۲۲ فی صد نے بتایا کہ سیاسی، سماجی اور دینی پارٹیوں کے افراد اُن کے ساتھ بدکاری کرتے ہیں۔ اِن کے علاوہ، اجنبی افراد، گینگ لیڈرز، دکاندار اور ڈرائیور بھی اُن کو ہوس کا نشانہ بنانے میں شریک ہیں۔(۷۰).

Online International new network July 1, 2008 www.onlinenews.com.pk

اساتذہ کا سلوک:

احادیث مبارکہ کے مطابق علم کا حصول تمام مسلمان مرد اور عورتوں پر فرض قرار دیا گیا ہے۔ پس یہ ایک مقدس فریضہ ہے کیونکہ ہر وہ حکم یا کتاب جسکا تعلق خدا سے ہے وہ مقدس ہے۔ یعنی وہ شخص جو بچوں کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کرتا ہے یا استاد دراصل ایک مقدس فریضہ انجام دیتا ہے۔ اس کے لئے خدا کے نزدیک بڑا اجر ہے۔ لیکن اسے یہ کام خدا کے حکم کی اطاعت سمجھ کر کرنا چاہئے اس کے دل میں بچوں کے لئے سچا پیار ہونا چاہئے ایک اچھے معلّم کی یہ ذمّہ داری ہے کہ اسکول میں شاگردوں کے لئے ایک آئیڈیل کا رول یا کردار ادا کرے اور تمام بیرونی اثرات سے مبرّا ہوں۔ معلّم کو بذات خود حامل اخلاق حسنہ ہونا چاہئے۔ اس میں یہ صلاحیت ہونی چاہئے کہ وہ اپنے ہر شاگرد میں مکنون انسانی کمالات کے بیجوں کو باثمر درخت بنا سکے۔ اسے چاہئے کہ وہ ہر بچے کو اخلاقی ہیرے جواہر کی کان سمجھے اور شاگردوں کی مدد کرے تا کہ وہ ان جواہر کے خزانے سے عالم انسانی کی خدمت کر سکے۔

تعلیمی معیار کی پستی کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ استاد اور شاگرد کے مابین ذہنی ہم آہنگی نہیں ہے۔ یہ بات درست ہے کہ ٹیلیویژن، کمپیوٹر اور موبائل کی وجہ سے شاگردوں میں تعلیم سے عدم دلچسپی کا رجحان بڑھتا جا رہا ہے ۔ خاص طور پر ٹائم ٹیبل کے آخری اوقات میں شاگرد پڑھنے کے موڈ میں نہیں ہوتے۔ ہنسنا، بولنا، اور اچھا وقت

Online International new network July 1, 2008(۷۰)

گذارنا ہر طالبعلم کا حق ہے لیکن اِس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اپنے اصل مقصد سے دور ہو جائیں اس لئے استاد کو چاہئے کہ وہ پیار سے سمجھائیں اور جسمانی سزائیں دینے سے اہتراز کریں۔

حکومت کی غفلت:

ترقی پذیر ممالک میں معاشرے کا بیشتر حصّہ غریب افراد پر مشتمل ہوتا ہے۔ ایک خدیث مبارکہ کے مطابق رسولِ پاک نے فرمایا کہ غریب گمراہی کے قریب تر ہوتا ہے۔ یہ فطری بات ہے کہ جب انسان مالی طور پر پریشان ہو تو پیٹ پالنے کے لئے وہ مجبوراً جرم کر بیٹھتا ہے۔ بچّوں کے حقوق کے حوالے سے ماں باپ اور معلمین کے بعد سب سے زیادہ ذمہّ داری حکومت پر ہوتی ہے۔ لیکن ہماری حکومت بچّوں کے حوالے سے کچھ نہیں کر رہی۔

حکومت کا سب سے اہم فرض لوگوں کی جان و مال کی حفاظت کرنا ہے۔ اگر حکومت اپنے فرائض میں غفلت برتے گی تو جرائم میں اضاہ یقینی ہے۔ جرائم پر قابو نہ پانے کی حکومت کی کمزوری یا چشم پوشی جرائم میں اضافے کا باعث بنتی ہے۔

ہمارے قائدین کو صرف اپنی فکر ہے۔ گذشتہ کسی حکومت نے بچّوں کی تعلیم و تربیت کے سلسلے میں کچھ نہیں کیا۔ ساٹھ سال کے عرصے میں ۳۰ کے قریب تعلیمی پالیسیاں بن چکی ہیں لیکن اُن پر عمل کبھی نہیں کیا گیا یا شور کر کے بیچ میں چھوڑ دیا گیا۔ حکومت پر آج کے دن سب سے اہم ذمہ داری میڈیا کو اخلاقی دائرے میں رکھنا ہے۔ یہ بات سب تسلیم کرتے ہیں کہ ہماری نئی نسل کو خراب کرنے میں میڈیا بہت برا کردار ادا کر رہا ہے۔

بے قابو میڈیا:

۱۔ کمپیوٹر کی ایجاد نے دنیا کو مختصر کر دیا ہے اور کاموں میں بہت تیزی آ گئی ہے لیکن ہر اچھی چیز کا غلط استعمال تباہ کن ہوسکتا ہے۔ شہروں میں بے شمار انٹرنیٹ کیفے موجود ہیں جن میں چھوٹی عمر کے بچّوں سے لے کر بڑی عمر تک کے افراد گھنٹوں بیہودہ ویب سائٹ دیکھتے ہیں اور اپنے وجود میں ہیجان پیدا کرتے اور غلط کاریوں

میں مبتلا ہوتے جارہے ہیں۔ ۲۰۰۳ء میں حکومت نے ۸۰ ہزار گستاخانہ ویب سائٹوں میں رکاوٹ پیدا کی تھی۔ لیکن راولپنڈی اور اسلام آباد میں تقریباً ہر کمپیوٹر پر فحش ویب سائٹ کھولے جاتے ہیں۔(۷۱)

Daily Times, October 30, 2008

ٹیلیویژن:

۲۔ گھر بیٹھے دنیا بھر کی معلومات کا خزانہ بہم پہنچا سکتا ہے۔ دنیا میں ہونے والی نئی نئی ایجادات، طوفان اور زلزلوں کی خبریں، فلاحی اور امدادی کاموں کی روداد اور شہر شہر کی خبریں دیکھنے کا بہترین وسیلہ ہے۔ لیکن اُسے بھی بے مہار چھوڑ دیا گیا ہے۔ ٹی وی چینلوں کی بھرمار ہے۔ اور کیبل والے مخرّبِ اخلاق فلمیں اور ڈرامے دکھاتے ہیں جو ماں باپ بچّوں کے ساتھ بیٹھ کر دیکھتے ہیں اور پھر اسکول میں اور محلّے میں اُس پر عمل درآمد کرتے ہیں۔ جن سے پورا معاشرہ واقف ہے۔ بچّے پڑھائی کو چھوڑ کر ہر فلم اور ڈرامہ دیکھنا چاہتے ہیں۔

موبائل فون:

۳۔ رابطے کا ایک بہت مفید اور آسان ذریعہ ہے لیکن اسکول جانے والے بچّوں کے ہاتھوں اِس کے غلط استعمال کی خبریں عام ہیں۔ بچّے گھنٹوں موبائل پر بات کرتے ہیں، ایس ایم ایس بھیجتے اور کھیلتے نظر آتے ہیں اور بعض بچّے اپنے مجرم پیشہ دوستوں پر بھروسہ کرکے اپنا موبائل فون دیکر حوالات میں چلے جاتے ہیں۔

ایک طرف بڑے گھرانے کے زیادہ تر ماں باپ اپنے بچّوں کی ہر جائز اور ناجائز خواہش کو پورا کر کے لاشعوری طور پر اسے بری راہ پر چلنے کا عادی بنانے میں مدد بہم پہنچاتے ہیں۔ یا بعض والدین اپنے بچوں کو اپنے جیسا ہی دیکھنا چاہتے ہیں یا اپنے جیسا بنانا چاہتے ہیں جس کی وجہ سے والدین اور بچوں میں اختلافی کشمکش پیدا ہوجاتی ہے۔ مثلاً بعض ڈاکٹر والدین اپنے بچے کو ڈاکٹر بنانا چاہتے ہیں اور یہ فکر بعض اوقات ناخوشگوار حادثات کا باعث بن جاتی ہے اور ایک ذہین بچہ اپنے اُس پسندیدہ مضمون میں سند لینے سے محروم رہ جاتا ہے جس مضمون کی تعلیم کی اس میں زیادہ استعداد ہوتی ہے بچہ والدین کی اطاعت تو کرتا ہے لیکن مضمون کی

Daily Times, October 30, 2008(۷۱)

استعداد نہ ہونے کے باعث وہ اس تعلیمی میدان میں پیچھے رہجاتا ہے۔

دوسری طرف وہ غریب بچے ہیں جن کے والدین نہ تو اُن کو پڑھوا سکتے ہیں اور نہ ہی اُن کا پیٹ بھر سکتے ہیں۔ جو مختلف وجوہات کے سبب گھروں سے بھاگ کر گلی کوچوں کو اپنا گھر بنالیتے ہیں فٹ پاتھوں پر سوتے ہیں اور مختلف طریقوں سے اپنا پیٹ بھرتے ہیں۔ بھیک مانگتے ہیں، جوتے چمکاتے ہیں، پھول بیچتے ہیں، مٹھائی کی دکانوں پر کام کرتے ہیں، جنسی کاروبار کرتے ہیں اور چھوٹے موٹے جرائم کرتے ہیں......غرض یہ کہ انہیں کوئی تحفظ حاصل نہیں ہوتا اور نہ ہی کسی ذمہ دار شخصیت کی جانب سے کوئی راہنمائی ملتی ہے۔(۷۲)

Iqbal, M.W.2008. Street Children in Pakistan, Child Abuse Review (17) (20)

سدِّ باب کے لئے سفارشات

اللہ تعالی نے تمام جاندار اور بے جان اشیاء کے جوڑے بنائیں ہیں تا کہ ان میں اضافہ ہو۔

سورۂ النساء میں اللہ تعالی فرماتا ہے:

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرتے رہو۔ جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے جوڑے پیدا کئے اور ان سے کثیر تعداد میں مرد اور عورتیں پیدا کیں۔

مذکورہ بالا آیت میں اللہ تعالی نے ایک سماجی حکمت عملی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ نسل انسانی میں اضافہ اور تسلسل خدا کی طرف سے مقرر کردہ قواعد وضوابط کے ماتحت ہے اور انکا مقصد انسانی نسل کو اخلاقی اور جسمانی طور پر محفوظ رکھنا ہے۔

خدا نے اپنی عبادت کرنے والوں کی آبادی میں اضافہ کرنے کے لئے نکاح کے خدائی عطا کردہ نظام پر عمل پیرا ہونا لازم قرار دیا ہے۔ اولاد خدا کی طرف سے ایک نعمت اور انسان کے مقصدِ تخلیق کی بنیاد ہے۔ عالمی ادارے یونیسیف کے سروے The State of the World's Children 2008 کے مطابق پاکستان میں

Iqbal, M.W.2008. Street Children in Pakistan, Child Abuse Review (17) (20)(۷۲)

ہر

سال تقریباً ساڑھے چار ملین بچے پیدا ہوتے ہیں جن میں سے ۴ لاکھ ۵ سال کی عمر تک پہنچنے سے قبل مر جاتے ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اِن بچوں کی موت کا ذمّہ دار کون ہے؟ ایسا کیوں ہوتا ہے؟

چونکہ اس مقالے کا عنوان نو جوانوں کے جرائم کا بڑھتا ہوا رجحان ہے لھٰذا نابالغ، کمسن، بالغ اور نو جوانوں کے علاوہ دیگر اقسام کے مجرمین کے بارے میں ماہرین جرمیات کی تحریروں سے موضوع پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ کیونکہ اگر کمسن مجرموں کی اصلاح پر توجہ نہ دی جائے اور جیل میں ان کو صاف ستھرا علمی اور اخلاقی ماحول مہیّا نہ کیا جائے تو وہ عادی مجرموں کے ہتّھے چڑھکر یا کسی لالچ یا مجبوری کی وجہ سے جرم کرتے ہیں اور مسلسل پکڑے جانے کے بعد خطرناک مجرم بن سکتے ہیں۔

ماں باپ کے فرائض

والدین فطری طور پر اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی اولاد کے لئے نیک خواہشات اور ان کی فلاح و بہبود کے لئے ہمیشہ دعا گو رہنا چاہئے اور یہ دعا کرتے رہنا چاہئے:

ترجمہ: اے ہمارے رب ہمیں اپنی ازواج واولاد کی طرف سے آنکھوں کو ٹھنڈک
عطا فرما اور ہمیں متقیوں کا امام بنا۔

ایک اور مقام پر ارشادِ ربّانی ہے: اور میرے لئے میری اولاد کی اصلاح فرمادے۔ اِن آیات پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اولاد کی جانب پوری توجہ دینے اور انکی اصلاح کی کوشش کرنا ماں باپ کا اوّلین فرض ہے۔ ماں باپ کی محبّت بچے کی روحانی غذا ہے۔ ان کو یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ بچّے کو اسکول میں داخلہ دلوانے کے بعد ان کی ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے جبکہ بلوغت کی عمر تک بچّوں پر گہری نظر رکھنا لازم ہے۔
یہ بات مسلّم ہے کہ گھر کا ماحول اور والدین کا بچّوں کے ساتھ رویّہ بچّوں کی سیرت و کردار کی تشکیل میں ایک نمایاں کردار ادا کرتا ہے۔ لھٰذا والدین کو اس بات کا احساس دلانا اور انہیں اپنے مقدّس فریضے سے آگاہ و آمادہ کرنا نہایت ضروری ہے۔ ماں باپ پر لازم ہے کہ وہ اولاد کی پرورش دین داری کی بنیاد پر کریں کیونکہ اگر

اولاد اس سے محروم رہ جائے تو وہ ماں باپ کی اطاعت سے جو کہ ایک مقام پر اطاعتِ الٰہی ہے غافل رہ جائیگی اور جب وہ بڑے ہو کر ان کے ساتھ جو سلوک کریں گے وہ ان کے لئے پشیمانی کا باعث ہو سکتا ہے۔ لھذا ماں باپ گھر میں بچّوں کے سامنے جھگڑا نہ کریں' غیر شائستہ کلمات ادا نہ کریں یا مکروہ اشیأ کا استعمال نہ کریں۔ بچے کی تعلیم و تربیت کا آغاز خوفِ خدا کی بنیاد پر کریں۔ خود اور بچّوں کو نماز' روزے اور اسلامی شعار کا پابند بنائیں' بڑوں کا احترام کریں۔ جب تک گھر میں بزرگ کھانے کا آغاز نہ کریں کھانے کو ہاتھ نہ لگائیں۔ ان کے سامنے روحانی کینسر یعنی جھوٹ سے اجتناب کریں۔ غیبت یا مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے پرہیز کریں۔

بچّوں کی درست راہ نمائی کے لئے اساتذہ کے ساتھ ماں باپ کا تعاون نہایت لازمی ہے۔ اسلام نے معلّمی کو ایک کاروباری پیشے کے بجائے ایک مقدّس فریضہ سمجھ کر ادا کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔

امام غزالی علیہ رحمہ فرماتے ہیں:

'ایک استاد کا اپنے شاگرد کے ساتھ وہ ھی تعلّق ھوتا ھے جو کسی ستون کا اپنے سائے سے ھوتا ھے. اگر ستون ھی خم زدہ ھو تو اس کا سایہ کبھی سیدھا نہیں پڑ سکتا'

ماں باپ کے بعد اساتذہ پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنے شاگردوں کی درست سمت کی طرف راہنمائی کریں اور اس مقدّس فریضے کے تقدّس کو پامال نہ کریں اور کسبِ حلال کو مدّ نظر رکھیں۔ اساتذہ کو بھی علمی' اخلاقی اور روحانی اصولوں کا قابلِ تقلید نمونہ ہونا لازم ہے۔

بچّوں کی تعلیم و تربیت کے سلسلے میں والدین کو درج ذیل چند نقاط ذہن میں رکھنا لازم ہیں:

ا۔ بچہ اگر کوئی اچھا کام کرتا ہے تو اسے نہ ٹوکیں بلکہ اس کے کام کو سراہیں اور شاباش کہیں اور اُس کے رجحان کا مشاہدہ کریں۔

ب۔ بچّے کو ہر وقت نصیحت کرنے یا ڈرانے دھمکانے کے بجائے مناسب وقت پر محبت سے سمجھا دیں۔

ج۔ بچّوں میں خود اعتمادی پیدا کریں اور اسے خود فیصلہ کرنے دیں پھر راہنمائی کریں۔

د۔ انکے سامنے اپنا اعلیٰ کردار پیش کریں اور ان کا آئی ڈیل بننے کی کوشش کریں۔

ھ۔ ہر روز صبح بچّے کے ٹائم ٹیبل اور تمام ضروری کتابوں کو بیگ میں رکھنے میں مدد کریں

و۔ اسکول سے آنے کے بعد بچّے سے ضرور پوچھیں کہ آج کیا پڑھایا گیا ہے

اور ڈائری ضرور پڑھیں۔

ز۔ والدین کو اگر اپنے بچے عزیز ہیں تو ان کو چاہیئے کے وہ ٹیچر پیرنٹ میٹنگ میں ضرور شرکت کریں کیونکہ ہر استاد بڑی لگن سے اپنے علم کو بہترین انداز میں اپنے شاگردوں کے ذہنوں میں منتقل کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن کچھ ایسی رکاوٹیں بھی ہوتی ہیں جو والدین کے تعاون کے بغیر دور کرنا ناممکن ہوتی ہیں۔

ح۔ ایک اہم بات جو والدین کے گوش گذار کرنا لازم ہے اور وہ یہ ہے کہ بچّوں پر اسکول کے بعد پڑھائی مثلاً ٹیوشن وغیرہ کا زیادہ بوجھ نہ ڈالیں۔ ہر ۴۵ منٹ کے بعد ذہن کو تازہ دم کرنا لازم ہوتا ہے۔ بچّہ تازہ ذہن کے ساتھ زیادہ بہتر تعلیم حاصل کر سکتا ہے۔

والدین محترم کی توجہ موجودہ دور کی تین جدید ایجادات کی طرف مبذول کرانا بھی لازم ہے جنکی وجہ سے بچّوں کا اخلاق بے حد متاثر ہو رہا ہے۔ یعنی ٹیلیویژن، کمپیوٹر اور موبائل ٹیلیفون۔ والدین اپنے بچّوں کو غیر اخلاقی ڈرامائی تشکیل، عریانیت اور دہشت گردی پر مبنی فلموں سے دور رکھیں۔ کمپیوٹر کی افادیت کے ساتھ اس کی خرابیاں بھی کم نہیں ہیں۔ میٹرک تک تو بچّوں کو اسکول میں جس حد تک کمپیوٹر کی تعلیم دی جاتی ہے وہ کافی ہے۔ گھر پر کمپیوٹر کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر گھر میں کمپیوٹر ہے تو والدین کو نظر رکھنی چاہیئے کہ بچّہ کیا کر رہا ہے خدانخواستہ کو مخرّب اخلاق ویب سائٹ سے لطف اندوز تو نہیں ہو رہا۔ کمپیوٹر کا زیادہ استعمال چھوٹے بچوں کی آنکھیں خراب کر سکتا ہے۔ گردن اور ریڑھ کی ہڈی کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ بچّوں کو اسکول میں موبائل فون نہ لے جانے دیں۔ کیونکہ بچّے اسکا ناجائز استعمال کرتے ہیں فوری رابطے کی ضرورت ہو تو وہ تعلیمی ادارے کا فون استعمال کریں۔

والدین اس بات کا مشاہدہ کر سکتے ہیں کہ:

- کہ ایسی باتیں جو ان کے چہروں پر مسکراہٹ تک نہیں لاسکتیں ان پر بچہ کھلکھلا کر ہنستا ہے یا ماں کہانی سناتے وقت یہ مشاہدہ کر سکتی ہے کہ بچے کے چہرے پر تیزی کے ساتھ خوشی اور غم، سکون اور تجسس کے اثرات نمایاں ہوتے رہتے ہیں۔
- دنیاوی حقیقتیں بچوں کے نزدیک بڑوں سے مختلف ہوتی ہیں وہ کہانیوں کی خیالی باتوں پر یقین کر لیتا ہے۔ مثلاً جادوگرنی کا جھاڑو پر اڑنا، جادو کا گھوڑا اور چاند پر

بیٹھی بڑھیا سب اس کو حقیقی لگتے ہیں لیکن عمر بڑھنے کے ساتھ اس کے ذہن میں جنم لینے والی حقیقتیں بدلتی رہتی ہیں۔

- مثلاً بچہ دیوار پر اپنی امی کے سائے کو حیرانی سے دیکھتا ہے یا جب وہ شرارت کرتا ہے اور اس کو ڈانٹا جاتا ہے تو اس کی خوشی غم میں بدل جاتی ہے اور اس کے سمجھ میں نہیں آتا کہ اسے کیوں ڈانٹا گیا ہے۔
- بچہّ جو اچھے اور برے میں تمیز نہیں کرسکتا وہ اپنی خواہش کے مطابق اپنی پسند کی ہر چیز حاصل کرنا چاہتا ہے۔

لھذا بچوں کے ساتھ والدین کا روّیہ اعتدال پر مبنی ہونا چاہیۓ۔ بچوں کی کچھ خواہشات ایسی ہوتی ہیں جنھیں پورا کیا جانا چاہیۓ جبکہ بعض خواہشات جو بچے کے لئے نقصان کا باعث ہوسکتی ہیں ان کو پورا کیا جانا بچے اور والدین دونوں کے لئے پریشانی کا باعث ہوسکتا ہے۔ والدین کے انتہا پسند رویۓ دو طرح کے ہوسکتے ہیں:

- والدین کو بچے کی ہر جائز اور ناجائز خواہش کو پورا نہیں کرنا چاہیۓ یہ روّیہ ایک باغی اور ہٹ دھرم بچے کو پروان چڑھاتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنے والدین تک سے بغاوت پر آمادہ ہوجاتے ہیں۔ یہ رویّہ بچے کو جرم کرنے پر اُکسا سکتا ہے چوری کرنے پر مجبور کرسکتا ہے۔ والدین کو جھوٹا وعدہ نہیں کرنا چاہیۓ اس طرح وہ بچے کے دل کو ٹھیس پہنچانے اور ان میں بے حسی پیدا کرنے کا باعث بن جاتے ہیں۔

جب خدا بچے عطا فرمائے تو والدین کو چاہیۓ کہ وہ اپنی دینی معلومات' صلاحیتوں اور حلال کمائی کے ذریعہ خود کو ان کی بہترین تعلیم وتربیت کے لئے وقف کردیں اُس کی تعلیم کا آغاز خوفِ خدا کی بنیاد پر شروع کریں اور خود احکامِ الٰہی پر سختی سے عمل کریں۔۔ تاکہ وہ چمن الٰہی کے سدا بہار پھول اور شجر حیات کے بہترین پھل ثابت ہوں۔ عالم انسانی کے خدمت گذار ہوں اور عرفان الٰہی کی راہ پر گامزن ہوں۔ بیشک والدین کے حقوق وفرائض میں سب سے افضل عمل یہی ہے۔ اُن کو سونے کا نوالہ کھلائیں لیکن شیر کی آنکھ سے دیکھیں اور اُن کو اُن کے حال پر نہ چھوڑ دیں۔

اساتذہ کے فرائض:

تعلیم وتربیت کے تکون کا دوسرا اہم رکن اساتذہ ہیں۔ اساتذہ کو بچّوں کی نفسیات سے آگاہ ہونا چاہئے اور بچّوں کو پڑھانے کے لئے خصوصی تربیت کا حامل اور اُن کو بچّوں کی تعلیم دیتے وقت یہ احساس ہونا چاہئے کہ وہ ایک مقدّس وظیفہ انجام دے رہے ہیں اور انہیں ایک کمرشیل استاد ہونے کے بجائے ایک شفیق استاد ہونا چاہئے اُن کو بچّوں کو معاشرتی بیماریوں سے بچانے میں ایک اہم رول ادا کرنا چاہئے۔ اکتسابی علوم کی تدریس کے ساتھ ساتھ ان کے کردار کو اعلیٰ اخلاق سے سنوانے میں استاد اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔ استاد بچّوں کا رول ماڈل ہوتا ہے اور بچّوں کی نظر میں جو استاد کہتا ہے وہ ہی درست ہوتا ہے۔ اچھا استاد اپنے شاگردوں میں جارئم سے پاک شعور بیدار کر سکتا ہے۔ اسلام میں تعلیم کو سب سے زیادہ اہمیت دی گئی ہےلیکن ایسی تعلیم جس میں سیرت کی تعمیر ہو اور اعمال صالحہ پیدا ہوں تب ہی جرائم کا خاتمہ ممکن ہو سکتا ہے۔

حکومت کے فرائض:

پوری قوم کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنا حکومت کا فرض ہے۔ بچّوں کی تعلیم وتربیت اور اُن کو صحت مند تفریح فراہم کرنے کی ذمّہ داری بڑی حد تک حکومت پر عائد ہوتی ہے۔۔ بچّوں کے لئے پارک، کھیل کے میدان، کتب خانے اور تفریح گاہیں فراہم کرنا بھی حکومت کی ذمّہ داری ہے۔

اقوامِ متّحدہ کی ایجنسی انٹرنیشنل چلڈرن ایمرجنسی فنڈ (۱۹۹۸) کے مطابق کئی ممالک میں ابھی تک اِس بات کو تسلیم کیا جاتا ہے کہ بچّوں کو مارے بغیر مؤدّب نہیں بنایا جا سکتا۔ کمیشن برائے حقوقِ بشر اور دیگر عالمی تنظیموں نے پاکستان میں ایک غیر مؤثر تعلیمی نظام اور اساتذہ اور والدین کے طریقۂ تعلیم کے پیشِ نظر ایک تعلیمی ایمرجنسی کا اعلان کیا ہے۔ دنیا کے ممالک کے مقابلے میں پاکستان کے تعلیمی نظام کو اپنے شہریوں کو تعلیم سے آراستہ کرنے کی اہلیت کے لحاظ سے انتہائی غیر مؤثر قرار دیا ہے۔ لھٰذا

۱...... پاکستان میں بچّوں کے حقوق کے تحفّظ کے لئے ایک جامع اور مؤثر اقدام کی ضرورت ہے۔
۶۰ سال مختلف مسائل کے حل کے لئے قراردادیں پاس ہوتی رہیں لیکن اُن پر کبھی عمل درآمد نہیں کیا گیا۔ ملک میں سیکنڈری اسکول تک تعلیم مفت اور عام ہونی چاہئے۔ بجٹ میں ہتھیاروں

اورفوجوں پراخراجات کم کر کے اسے بچّوں کی تعلیم وتربیت پر خرچ کیا جانا چاہیے۔
گلی کوچوں میں پھرنے والے بچّوں کے لئے بہبودِاطفال کا ایک بااختیارادارہ ہونا چاہیے۔
جس کے پاس تمام تھانوں اور رفاہی اداروں میں موجود ملزم رمجرم بچّوں کی فوری اور مکمّل تفصیل موجود ہواور اُس کی ذمہ داری یہ ہو کہ وہ:

۱۔ ہرشہر میں لاوارث بچّوں کے لئے ہوسٹل تیار کریں جن میں بچّوں کی تعلیم وتربیت اور صحت اور دیگر حقوق کی نگہبانی کا بہترین انتظام ہوتا کہ اُن کو اچھا شہری بننے کی تربیت دی جا سکے۔
۲۔گھروں سے بھاگے ہوئے بچّوں کو اُن کے ماں باپ تک پہنچانے کی کوشش کرے۔
۳۔بچّوں سے بھیک منگوانے والے یا جنسی کام کروانے والوں کو پکڑ کر اذیّت ناک سزا دلوائے۔

۴۔ماں باپ اوراُن استادوں کے لئے سزا تجویز کرے جو بچّوں کو مار پیٹ کر تربیت کرنا درست سمجھتے ہیں۔
۵۔پولس کے راشی،شرابی،اور ناپاک ذہنیت کے اہلکاروں کو محکمہ سے نکال دینا چاہیے۔
۶۔بچّوں کو جیلوں میں سڑنے سے بچانے کے لئے اُن کو جلد سے جلد عدالت میں پیش کر کے فیصلہ صادر کر کے بڑے مجرموں اور پولس والوں کی ہوسناکیوں سے بچائے۔اگر پولیس ۲۴ گھنٹے میں چھوٹے چھوٹے الزامات میں پکڑے جانے والے بچّوں کو کسی عدالت کے سامنے پیش نہ کر سکے تو انہیں تنبیہ کر کے یا نقد جرمانہ کر کے ماں باپ کے حوالے کردے۔پولس جن بچّوں کو بغیر الزام کے پکڑ لیتی ہے اوراُن پر جرم ثابت نہ ہو تو اُس پولس والے کو سخت سزا دلوائے۔
۸۔بچّوں کو پکڑنے کے بعد اصل مجرموں کو تلاش کیا جائے جو اُن سے جرم کراتے ہیں اور اُن کو سزا دی جانی چاہیے۔
۹۔بچّوں کے لئے خصوصی عدالتیں،جج صاحبان اور وکلأ ہونے چاہئیں جو اُن کو جیل جانے سے قبل جیل کی برائیوں سے بچا سکیں۔

کثرتِ آبادی اور غربت:

کثرتِ آبادی اور غربت کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ کیونکہ زیادہ بچّوں کو پالنا پوسنا اور اُن کی تعلیم و تربیت خاص طور پر دیہات کے ان پڑھ والدین کے لئے ایک مشکل کام ہوتا ہے۔ اِس تحقیقی مقالے میں بچّوں کی بے راہ روی کے باب میں دیئے گئے واقعات سے ثابت ہو جاتا ہے کہ جیلوں میں کمسن مجرموں کی ۹۰ فی صد سے زیادہ تعداد کا تعلّق بہت ہی غریب یا متوسّط طبقے کے بچّوں سے ہے جو جیل سے مجرم بن کر نکلتے ہیں اور نفسیاتی طور پر اُن کے ساتھ جیل میں یا جیل سے باہر جو سلوک کیا گیا ہوتا ہے وہ اُن کو انتقام پر مجبور کر دیتا ہے۔ حکومت کو کثرتِ آبادی پر کنٹرول کرنے کی مؤثر حکمتِ عملی تیار کرنا چاہیئے

عدلیہ کے پاس قوّہ اجرائیہ کی ضرورت

فاضل جج جناب خلیل رامدے کے مطابق ''ہماری عدالتیں صرف فیصلے کرتی ہیں لیکن اُن پر عمل درآمد نہیں کیا جاتا'' Daily Dawn, 3 June 2010 اُس کی وجہ یہ ہے کہ اُن کے پاس قوّہ اجرائیہ نہیں ہے اور جب تک اُن کے پاس قوّہ اجرائیہ نہیں ہوگی اُن کے فیصلے بے اثر رہیں گے۔ کیونکہ جرائم میں ملوّث لوگوں کی اکثریت بڑے لوگوں کی ہوتی ہے جو بیوروکریٹ ہیں، وزراٗ اور دولت مند لوگ ہیں کروڑوں اور اربوں کا جرم کرتے ہیں اور لاکھوں دے کر چھوٹ جاتے ہیں۔ اربوں روپیہ لوٹ کر ملک سے باہر لے جاتے ہیں۔ اُن کو ملک سے بھاگنے میں حکومت کے ادارے اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

اِس طرح بڑوں کے بچّے جیل نہیں جاسکتے چاہے وہ کچھ بھی کریں۔ ایک ضمیر فروش وکیل پیسے لیکر بڑے آدمی کے قاتل بچّے کو جیل جانے سے قبل ضمانت کروالیتا ہے اور جج صاحبان کو پیسے دیکر کیس جیت لیتا ہے۔ یہ لوگ جھوٹے لوگوں سے قرآن پر قسم لیکر جھوٹ بلواتے ہیں اور اُن کے والدین غنڈوں سے دھمکیاں دلوا کر یا پیسے دیکر کیس ختم کرواسکتے ہیں۔ لھٰذا حکومت کو عدالتوں کے فیصلوں پر عملدرآمد کرنے کی حکمتِ عملی تیار کرنے کی ساتھ ساتھ انصاف کے نظام کو بھی درست کرنا ہوگا۔ سپریم کورٹ اِس وقت ایک بے بس ادارہ ہے شریف جج صاحبان اگر کوئی فیصلہ کردیں تو صدر اُس کو ختم کرسکتا ہے۔ ایک بڑا بزنس مین یا سیاستدان بینک سے اربوں روپیہ لے کر ہڑپ کر جاتا ہے اور حکومت سے سفارش کروا کر معاف کروالیتا ہے اور اگر کوئی غریب چند ہزار بنک

کا قرض ادا نہ کر سکے تو اُس کو جیل بھجوا دیا جاتا ہے۔

لٰھذا سپریم کورٹ کو ایک اعلیٰ اختیاراتی ادارہ ہونا چاہیے جس کے تحت ایک وزارتِ عدلیہ ہو جس کے دو بازو ہوں ایک مقننہ اور دوسری اجرائیہ۔ سپریم کورٹ کو پارلیمنٹ (جس میں زیادہ تر جاگیردار اور وڈیرے ہوتے ہیں جن کے کردار سے سب واقف ہیں اور جن میں سے اکثر ملک کے دستور سے ناواقف ہوتے ہیں) صدر اور وزیراعظم سے اختیارات میں بالا ہونا چاہیے۔ پاکستان ایک اسلامی مملکت ہے جسے عدل وانصاف میں سب سے ممتاز ہونا چاہیے۔ سپریم کورٹ کی نظر میں ایک عام آدمی اور صدر برابر ہونا چاہیے۔ سپریم کورٹ کے تحت اجرائیہ میں ایک مختار فورس ہو جو حکومت سے فیصلوں پر عمل کروائے۔

حوالجات (مراجع ومصادر)

(۱) القرآن۔ سورۃ الجاثیہ۔آیات ۱۲و۱۳ شاہ فہد قرآن شریف پرنٹنگ کمپلیکس، مدینہ منورہ ۱۴۱۰ھ ہجری مطابق ۱۹۹۰ء

(۲) القرآن۔ (سورہ نور آیت ۳۶) شاہ فہد قرآن شریف پرنٹنگ کمپلیکس، مدینہ منورہ ۱۴۱۰ھ ہجری مطابق ۱۹۹۰ء

(۳) القرآن (سورہ نجم آیت ۴،۵) شاہ فہد قرآن شریف پرنٹنگ کمپلیکس، مدینہ منورہ ۱۴۱۰ھ ہجری مطابق ۱۹۹۰ء

(۴) القرآن۔ (سورۂ تین آیت ۵) شاہ فہد قرآن شریف پرنٹنگ کمپلیکس، مدینہ منورہ ۱۴۱۰ھ ہجری مطابق ۱۹۹۰ء

(۵) القرآن۔ (الاسرار آیت نمبر ۷۰) شاہ فہد قرآن شریف پرنٹنگ کمپلیکس، مدینہ منورہ ۱۴۱۰ھ ہجری مطابق ۱۹۹۰ء

(۶) القرآن۔ (سورۂ ذاریات آیت ۵۷) شاہ فہد قرآن شریف پرنٹنگ کمپلیکس، مدینہ منورہ ۱۴۱۰ھ ہجری مطابق ۱۹۹۰ء

(۷) پرنس کے پوٹکن، تعاون وتعاضد۔Mutual Aid by Prince K.Potken' ۱۹۷۱ء

(۸) مارکیس دی بکاریہ 1964 ,'Essay on crime & Punishment

(۹) سورۂ مائدہ کی آیات ۲۸ تا ۳۱ کا اردو مفہوم شاہ فہد قرآن شریف پرنٹنگ کمپلیکس، مدینہ منورہ ۱۴۱۰ھ ہجری مطابق ۱۹۹۰ء

(۱۰) توریت: باب خروج میں آیات ۲۰ تا ۲۳ شاہ فہد قرآن شریف پرنٹنگ کمپلیکس، مدینہ منورہ ۱۴۱۰ھ ہجری مطابق ۱۹۹۰ء

(۱۱) فیروز اللغات فیروز سنز ص ۴۵۶ شاہ فہد قرآن شریف پرنٹنگ کمپلیکس، مدینہ منورہ ۱۴۱۰ھ ہجری مطابق ۱۹۹۰ء

(۱۲) القرآن۔سورۃ البقرہ کی آیات ۳۰ تا ۳۹ شاہ فہد قرآن شریف پرنٹنگ کمپلیکس، مدینہ منورہ ۱۴۱۰ھ ہجری مطابق ۱۹۹۰ء

(۱۳) القرآن: سورہ مائدہ کی آیات ۲۷ تا ۲۹ شاہ فہد قرآن شریف پرنٹنگ کمپلیکس، مدینہ منورہ ۱۴۱۰ھ ہجری مطابق ۱۹۹۰

(۱۴ القرآن: سورہ زخرف کی آیت ۴۳ شاہ فہد قرآن شریف پرنٹنگ کمپلیکس، مدینہ منورہ ۱۴۱۰ھ ہجری مطابق ۱۹۹۰ء

(۱۵) امام ابوالحسن الماوردی الاحکام السلطانیہ ص ۱۹۲ حوالہ از کتاب جرمیات، پروفیسر ثناءاللہ غوری، مکتبہ فریدی، کراچی ۱۹۹۳ء

(۱۶) امام ابوالحسن الماودی الاحکام السلطانیہ ص ۲۹۶ حوالہ از کتاب جرمیات، پروفیسر ثناءاللہ غوری، مکتبہ فریدی، کراچی ۱۹۹۳ء

(۱۷) خلیل جبران حوالہ از کتاب جرمیات، پروفیسر ثناءاللہ غوری، مکتبہ فریدی، کراچی ۱۹۹۳ء

(۱۸) مارکیس دی بکاریہ 1964 ,'Essay on crime & Punishment

(۱۹) پال ڈی ٹپان، کرائم جسٹس اینڈ کوریلیشن صفحہ ۱۰ Mc. Graw Hill co. New York ,1960

(۲۰) ایم پی ٹینڈن ۔ جیورس پروڈنس۔ ص ۳۲۵ حوالہ از کتاب جرمیات، پروفیسر ثناءاللہ غوری، مکتبہ فریدی، کراچی ۱۹۹۳ء

(۲۱) انسائیکلو پیڈیا آف برٹینیکا جلد سوم ص ۷۳۶

(۲۲) رتھ شونلی کیون، کرمنالوجی صفحہ ۴۷، امریکہ ۱۹۴۷ء

(۲۳)انسائیکلو پیڈیا آف امریکا جلد ہشتم ص ۹

S.T. Reid, Crime and Criminology, Dryden Press, Hinsdate il. USA' 1976 .(۲۴)

Cesare Lombroso, Crime, its causes & Remedies, Little Brown Co. USA 1911(۲۵)

Schafer and Khudten, Juvenile Delinquency, New York, 1970 (۲۶)

(۲۷) انسانی معاشرہ وجرائم ,سید اظہار حیدر رضوی اص ۳۴۰۔حوالہ از کتاب جرمیات 'پروفیسر ثناء اللہ غوری' مکتبہ فریدی' کراچی

(۲۸)مفہوم: معاشرہ اور جرائم اس سید اظہار حیدر رضوی۔حوالہ از کتاب جرمیات 'پروفیسر ثناء اللہ غوری' مکتبہ فریدی' کراچی ۱۹۹۳ء

S.T. Reid, Crime and Criminology, Dryden Press, Hinsdate il. USA' 1976 .(۲۹)

(۳۰)مفہوم از تشریح الجنائی الاسلامی اس عبدالقادر عودہ۔جلد اول صفحہ ۱۳۷۔حوالہ از کتاب جرمیات 'پروفیسر ثناء اللہ غوری'
مکتبہ فریدی' کراچی ۱۹۹۳ء

(۳۱) میڈیکل لیگل جرنل۔دسمبر ۱۹۶۴ء

(۳۲) جرنل آف کرمنل لاء اینڈ پولیس سائنس جلد نمبر ۴۶ صفحہ ۸۳۳

(۳۳) احمد صدیق۔کرمنالوجی' پرابلمز اینڈ پرسپکشن۔حوالہ از کتاب جرمیات 'پروفیسر ثناء اللہ غوری' مکتبہ فریدی' کراچی ۱۹۹۳ء

(۳۴) احمد صدیق کتاب 'جرمیات' صفحہ ۱۲۳۔حوالہ از کتاب جرمیات 'پروفیسر ثناء اللہ غوری' مکتبہ فریدی' کراچی ۱۹۹۳ء

(۳۵) میڈیکل لیگل جرنل۔دسمبر ۱۹۳۶ء

(۳۶) جرنل آف کرمنل لاء اینڈ پولیس سائنس ۔۱۹۵۶ء

(۳۷) جرنل آف کرمنل لاء اینڈ پولیس سائنس ۔۱۹۵۶ء

(۳۸)احمد صدیق کتاب کرمنالوجی' پرابلمز اینڈ پرسپکٹیو۔حوالہ از کتاب جرمیات' ثناء اللہ غوری' مکتبہ فریدی' کراچی ۱۹۹۳ء

(۳۹) علم جرائم از محمد اشرف ملک باب۔۴ Frontier Publiction, Peshwar

(۴۰) (Lecture by Manuel Lepoz Rey in 1961 on Social Defence, UNO)

(۴۱) احمد صدیق۔جرمیات صفحہ ۱۲۳۔حوالہ از کتاب جرمیات 'پروفیسر ثناء اللہ غوری' مکتبہ فریدی' کراچی ۱۹۹۳ء

(۴۲) القرآن۔سورۂ رعد آیہ ۱۱ شاہ فہد قرآن شریف پرنٹنگ کمپلیکس' مدینہ منورہ ۱۴۱۰ ہجری مطابق ۱۹۹۰ء

(۴۳) القرآن' سورۂ شوری آیہ ۳۰ شاہ فہد قرآن شریف پرنٹنگ کمپلیکس' مدینہ منورہ ۱۴۱۰ ہجری مطابق ۱۹۹۰ء

(۴۴)اسلامک جیورس پروڈنس از میاں رشید احمد خان صفحہ ۳۵۳۔حوالہ از کتاب جرمیات 'پروفیسر ثناء اللہ غوری' مکتبہ فریدی' کراچی

(۴۵)القرآن' سورۂ یوسف آیہ ۵۳ شاہ فہد قرآن شریف پرنٹنگ کمپلیکس' مدینہ منورہ ۱۴۱۰ ہجری مطابق ۱۹۹۰ء

(۴۶) القرآن سورۂ فجر آیہ ۲۸۔۲۷ شاہ فہد قرآن شریف پرنٹنگ کمپلیکس' مدینہ منورہ ۱۴۱۰ ہجری مطابق ۱۹۹۰ء

(۴۷) القرآن سورۂ والنازعات آیات ۴۰۔۴۱ شاہ فہد قرآن شریف پرنٹنگ کمپلیکس' مدینہ منورہ ۱۴۱۰ ہجری مطابق ۱۹۹۰

(۴۸) القرآن، سورۂ فجر آیہ ۲۸۔۲۷ شاہ فہد قرآن شریف پرنٹنگ کمپلیکس، مدینہ منورہ ۱۴۱۰ ہجری مطابق ۱۹۹۰ء

(۴۹) القرآن، سورۂ والنازعات آیات ۴۰۔۴۱ شاہ فہد قرآن شریف پرنٹنگ کمپلیکس، مدینہ منورہ ۱۴۱۰ ہجری مطابق ۱۹۹۰ء

(۵۰) رتھ شونلی کیون، کرمنالوجی صفحہ ۳۱۹، امریکہ ۱۹۴۷ء

(۵۱) رتھ شونلی کیون، کرمنالوجی۔ صفحہ ۳۷۷، امریکہ ۱۹۴۷ء

(۵۲) ورائیٹی آف ہیومن فزک۔ نیویارک ۱۹۴۰ء صفحہ ۷۵

(۵۳) ورنان فاکس، انٹروڈکشن ٹو کرمنالوجی۔ حوالہ از کتاب جرمیات، پروفیسر شاہ اللہ غوری، مکتبہ فریدی، کراچی ۱۹۹۳ء

(۵۴) تھیوریزان کرمنالوجی پاسٹ اینڈ پریزنٹ۔ سٹیفن شیفر نیویارک ۱۹۷۰ء

(۵۵) کلچر کانفلکٹ اینڈ کرائم۔ تھورسٹن سیلن صفحہ ۴۱

(۵۶) انٹروڈکشن ٹو کرمنالوجی۔ ورنان فوکس صفحہ ۳۶

(۵۷) اے کیس آف ہیومن انٹرسیکسولیٹی۔ پی اے جیکب اینڈ جے اے اسٹرانگ

(۵۸) The State of Pakistan\s Children 2008, SPARC

(۵۹) منزہ صدیقی ڈان اخبار کی رپورٹ میگزین Review

(۶۰) The State of Pakistan\s Children 2008, SPARC

(۶۱) The State of Pakistan\s Children 2008, SPARC

(۶۲) The Dawn Review April15-21, 1999)

(۶۳) The Dawn Review April15-21۔1999

(۶۴) Maisoon Hussain,Dec.21-27, 2000, The Review, DAWN

(۶۵) روئے منگوون "Colition to stop the US of Child Soldiers" کے کوآرڈینیٹر

(۶۶) ڈان ریویو ۱۵۔۲۱ اپریل ۱۹۹۹ء

(۶۷) ڈان ریویو میگزین۔ ۲۱ تا ۲۷ دسمبر ۲۰۰۰ء

(۶۸) نوعمروں کے لئے نظامِ انصاف کا آرڈیننس ۲۰۰۰ء sparc

(۶۹) TheNews۔ Human Rights and Legal Aid's Website

(۷۰) The Dawn Tuesday December 223-29, 2004

(۷۱) The Dawn Review, December 22, 2009

(۷۲) The News International, Saturday, August 12, 2006

BIBLIOGRAPHY

1. Ahmad Siddique, 1983. Criminology Problems & Perspections, Eastern Book Co. Lal Lakhnow Bagh, India
2. Bernard Lander, Towards understanding of Juvenile Delinquency, Columbia, University Press,New York, 1954
3. Cesare Lombroso, Crime, Its causes & Remedies, Littel Brown Co. Boston, USA, 1911
4. Collier's Encyclopedia. 1987. 'JuvenilDelinquency F.P. Colliers & Sons, (Pp 692-694).
5. Collier's Encyclopedia. 1987. 'Crime' F.P. Colliers & Son. (Pp437--438).
6. D.J. West, 1976.The Yound Offender, Penguin Vook Ltd.
7. Fehmida M. Ahmad, 2005, Sociology of Social Problems, Karachi
8. Haskell & Yablonsky, 1971, Crime & Delinquency, Houghton-Mifflin, Boston,

9.Human Rights Commission Reports, 1998 and 2001.

10.International News Network, www.onlinenews. com.pk/details.php?id=129834

11. Izhar Haider Rizvi, 1978. Society & Crimes, Maktb-e-Faridi, Karachi

12. John Williams, The Faily, God's Handiwork, Living Studies,Illinois, USA

13. Journal of Criminal Law and Police Science, 1956

14. Juvenile Justice System Ordinance (JJSO) 2000.

15. Manuel Lepoz Rey, Lecture on Social Defence by , 1961, UNO

16. M.J.Sethna, 1964, Society & Criminals, Kitab Mahal, Bombay, India.

17. Marchese di Beccaria. 1764.Essay on Crimes & Punishment ,Enlightmetnt Journal, Fr.

18. Medical Legal Journal , December 1964

19. Mian Rashid Ahmad Khan, 1977. Islamic Jurisprudence , Mirror Press, Karachi.

20. Mitchell. S.G.Klien. 1984.Law Court & Policy, Printess-HIl Englewood, USA

21. Muhammad Ashraf, 1997. Criminology, Chapter 4. Frontier Publication , Peshawar

22. Nasir A.Zahid,Justice (Rtd.) Prof.Akmal Waseem, The Province of Sindh as Case Study on the ProsecutionService.

23. N.V. Pran, Criminology & Penology, Central Law Agency, India

25. Ruth Shonli cavan. 1948.Criminology., Thomas Y Crowell, New york.

24. Paul W.Tapan. 1960. Crime justice & colrrection, Mc,Graw Hill Co. New York

25. Rashid Aziz and Rafiq Khan, unjst Justice System SPARC 2008

26. RLALH, Lawyer's Associatio for Human Rights and Legal Assistance, Lahore

27. Sanaullah Ghori, Criminology, 1993, Maktaba-e-Fridi, Karachi.

28. Stephen Shafer and Khudten. 1970.Juvenile Delinquency (an introduction), New York

29. Sutherland, Edwin H. 1924.Principles of Criminology, J.B.Lippincott Co. USA.

30. The Convention on the Rights of the Child.1989. Adopted by the UN General Assembly 20 November,New York

31. The Dawn Review, April 15-21, 1999

32. The Dawn Review, December 21-27, 2000

33. The Dawn Review, July20-26, 2000

34.The Dawn Review, July 5-11, 2001

35. The Dawn Tuesday December 223-29, 2004

36.The Dawn Review, December 22, 2009

37. The News International, Saturday, August 12, 2006

38.The Juvenile Court Law, 1974. California Welfare & Institution Code (Chapter-2)

39. Variety of Human Physics, 1940, New York

40. William Adrian Bonger. 1916. Criminology & Economic Condition

۸

وفاقی اردو یونیورسٹی

شعبۂ سماجی بہبود

سوالنامہ برائے جیلوں میں محبوس کم سن جوانوں کے کوائف

یہ تحقیقی سوالنامہ وفاقی اردو یونیورسٹی کے شعبۂ سماجی بہبود سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری کے حصول کے لئے تیار کیا گیا ہے۔ جواب دہندہ کو یقین دلایا گیا کہ اُس سے حاصل شدہ کوائف کو صیغۂ راز میں رکھا جائے گا۔

جیل کا نام...

کمسن مجرم کا نام...

ا۔ تعلیم.............................. ب۔ گرفتاری کی تاریخ..............................

ا۔ گرفتاری کے وقت عمر کا دورانیہ:

۱۳ تا ۱۴ ☐ ۱۵ تا ۱۶ ☐ ۱۷ تا ۱۸ ☐

۲۔ کہاں سے تعلق ہے:

سندھ ☐ پنجاب ☐ بلوچستان ☐ سرحد ☐ افغانستان ☐

۳۔ کہاں تک تعلیم حاصل کی ہے؟

اَن پڑھ ☐ پرائمری ☐ مڈل ☐ سیکنڈری ☐

۴۔ کنبے کے افراد کی تعداد:

والدین ☐ ماں ☐ والد ☐ بہن / بھائی ☐

ب

۵۔ گرفتاری کا سال

۲۰۰۸ ☐ ۲۰۰۹ ☐ ۲۰۱۰ ☐

۶۔ کیا یہ پہلا جرم ہے؟

جی ہاں ☐ جی نہیں ☐ عادی ہوں ☐

۷۔ کیا عدالت میں پیش کیا جا چکا ہے؟

جی ہاں ☐ جی نہیں ☐

۸۔ کیا عدالت نے آپ کو مجرم قرار دے دیا ہے؟

مجرم قرار دیا ہے ☐ جی ہاں ☐ منتظر ہوں ☐

۹۔ جیل کے حکام کا روّیہ:

اچھا ہے ☐ برا ہے ☐

۱۰۔ کیا جیل کی سہولتوں سے مطمئن ہیں؟

جی ہاں ☐ جی نہیں ☐

۱۱۔ کیا جیل میں پڑھایا/ ہنر سکھایا جاتا ہے؟

ہنر سیکھتے ہیں ☐ جی نہیں ☐

I

Respected Home Secretary
Government Sindh
Karachi

Subject: **Request to support in data collection**

Dear Sir/Madam,

This is to inform you that Mr. Muhammad Abdul Malik, Department of Social Work, Federal Urdu University or Arts, Sciences & Technology, Karachi is a candidate of Ph.D. His research title is **The causes of Juvenile delinquency and its reformation in Pakistan.** Now the time has come to collect primary data related to the subject:

It is therefore, requested to please provide him all types of relevant information and support in your institution, organization Agency.

I am very much confident that his Study will also be useful for your institution along with other social researchers Stakeholders and policy makers.

Your cooperation in this regard will be highly appreciated.

Yours truly

Department of Social Work
University of Karachi
KARACHI

Supervisor
Uzma Aziz
Professor
Department of Social Work
University of Karachi

16/6/09

12450
24/06
HS

1115
24/6/09.

AS (LE)
25/6

DS(LE)
26/6

No.HD (PRS-I) 11-357/09
HOME DEPARTMENT
GOVERNMENT OF SINDH

Karachi, dated the 04.07.2009 **200**

To,

The Inspector General of Prisons,
Sindh, Karachi.

SUBJECT: <u>REQUEST FOR DATA COLLECTION.</u>

I am directed to forward herewith Letter No. Nil dated Nil received form Department of Social Work, University of Karachi on the subject noted above.

2. It is requested kindly to support Prof. Muhammad Abdul Malik, Department of Social Work, University of Karachi in collecting the Data as per rules/ policies.

4/7/09

(SHAFIUDDIN)
SECTION OFFICER (PRISONS-I)
HOME DEPARTMENT

C.C to:

Prof. Muhammad Abdul Malik, Department of Social Work, University of Karachi.

111

OFFICE OF THE INSPECTOR GENERAL OF PRISONS SINDH
CAMP OFFICE AT CENTRAL PRISON KARACHI

NO.JB-1/ 7087/70 DATED: - 05/08/09

To,

The Superintendent,
Youthful Offenders Industrial School,
Karachi.

SUBJECT: **REQUEST FOR DATA COLLECTION.**

Enclosed please fine herewith a copy of Government of Sindh Home Department Karachi letter No.HD(PRS-I)11-357/09 dated 04.07.2009 alongwith its enclosure on the subject noted above.

You are directed to please take necessary action as per direction given in the letter ~~and sprit~~.

(MUSHTAQ AHMED SHAH)
QPM, PPM, PSP,
Inspector General of Prisons Sindh
Camp Office at Central Prison Karachi.

Copy forwarded for information to: -

1/- The Secretary Home Department Government of Sindh Karachi.
2/- The Deputy Inspector General of Prisons Karachi Region.
3/- Prof. Muhammad Abdul Malik, Department of Social Work, University of Karachi.

(MUSHTAQ AHMED SHAH)
QPM, PPM, PSP,
Inspector General of Prisons Sindh
Camp Office at Central Prison Karachi.

IV

Mr. Mumtaz Burney
D.I.G. Central Jail
Govt. of Sindh, Karachi

Subject: **Request to support in data collection**

Dear Sir/Madam,

This is to inform you that Mr. Muhammad Abdul Malik, Department of Social Work, Federal Urdu University or Arts, Sciences & Technology, Karachi is a candidate of Ph.D His research title is The causes of Juvenile delinquency and its reformation in Pakistan. Now the time has come to collect primary data related to the subject:

It is therefore requested to please provide him all types of relevant information and support in your institution, organization Agency.

I am very much confident that his Study will also be useful for your institution along with other social researchers Stakeholders and policy makers.

Your cooperation in this regard will be highly appreciated.

To Professor Abdul Malik.

We appreciate your visit and your feelings regarding betterment of juveniles.

Thanks.

(S. MUMTAZ AHMED BURNET), PSP
Deputy Inspector General of Prisons
Karachi Range

Yours truly

Supervisor
Dr. Shama Aziz
Chairman
Department of Social Work
University of Karachi

Professor
Department of Social Work
University of Karachi

V

S.S.P
Distt: East
Karachi Police

Subject: **Request to support in data collection**

Dear Sir/Madam,

This is to inform you that Mr. Muhammad Abdul Malik, Department of Social Work, Federal Urdu University or Arts, Sciences & Technology, Karachi is a candidate of Ph.D His research title is **The causes of Juvenile delinquency and its reformation in Pakistan.** Now the time has come to collect primary data related to the subject:

It is therefore requested to please provide him all types of relevant information and support in your institution, organization Agency.

I am very much confident that his Study will also be useful for your institution along with other social researchers Stakeholders and policy makers.

Your cooperation in this regard will be highly appreciated.

Yours truly

Reader.
Pl. provide necessary information as desired by the researcher.
23/11

Supervisor
Department of Social Work
University of Karachi
KARACHI

Usman
Professor
Department of Social Work
University of Karachi

11

Sheeba Shah
Superintendent of Police
Juvenile Jail.

Subject: **Request to support in data collection**

Dear Sir/Madam,

This is to inform you that Mr. Muhammad Abdul Malik, Department of Social Work, Federal Urdu University or Arts, Sciences & Technology, Karachi is a candidate of Ph.D His research title is The causes of Juvenile delinquency and its reformation in Pakistan. Now the time has come to collect primary data related to the subject:

It is therefore requested to please provide him all types of relevant information and support in your institution, organization Agency.

I am very much confident that his Study will also be useful for your institution along with other social researchers Stakeholders and policy makers.

Your cooperation in this regard will be highly appreciated.

Yours truly

Supervisor
Dr. Shama Aziz
Professor
Department of Social Work
University of Karachi

Department of Social Work
University of Karachi
KARACHI

SUPERINTENDENT
Special Police for Women
Karachi.

VII

TELEPHONE NO.9215789.

OFFICE OF THE
MEDICAL SUPERINTENDENT SERVICES HOSPITAL
AND CIVIL SURGEON KARACHI.
DATED THE 13TH **FEBRUARY 2010.**

NO. SHK/MED/211/- 870

To.

The Superintendent,
Youthful Offenders Industrial School,
Karachi.

SUBJECT: - **DETERMINATON OF AGE- UTP AKHTAR ALI S/O AIN-UL-HADI.**

Reference: - Your letter No.709/2010 dated 11-02-2010.

UTP Akhtar Ali S/O Ain-ul-Hadi was brought before undersigned on 11-02-2010, for determination of age, he has been examined/X-rayed in this hospital.

X-Rays Elbow + Wrist ap and Pelvis ap No. R-28 dated 11-02-2010, exposed in Services Hospital Karachi.

MARKS OF IDENTIFICATION.

1. Mole left cheek.
2. Mole left neck.

As per bony ossification and physical appearance the age of UTP Akhtar Ali S/O Ain-ul-Hadi is **between (18 & 19) Eighteen and Nineteen years.**

MEDICAL SUPERINTENDENT
SERVICES HOSPITAL AND CIVIL SURGEON
KARACHI.

CIVIL SURGEON
(GO... SINDH)

KS.
U/x process
15/2/10

TELEPHONE NO.9215789.

OFFICE OF THE
MEDICAL SUPERINTENDENT SERVICES HOSPITAL
AND CIVIL SURGEON KARACHI.
DATED THE 13TH **FEBRUARY 2010.**

NO. SHK/MED/**218**/- 977

To,

The Superintendent,
Youthful Offenders Industrial School,
K a r a c h i.

SUBJECT: - **DETERMINATON OF AGE- UTP DIRYAL @ SHAHRUKH S/O DAVID.**

Reference: - Your letter No.709/2010 dated 11-02-2010.

UTP Diryal @ Shahrukh S/O David was brought before undersigned on 11-02-2010, for determination of age, he has been examined/X-rayed in this hospital.

X-Rays Elbow + Wrist ap and Pelvis ap No. R-24 dated 11-02-2010, exposed in Services Hospital Karachi.

MARKS OF IDENTIFICATION.

1. Mole left mandible.
2. Scar at lateral angle of right eye.

As per bony ossification and physical appearance the age of UTP Diryal @ Shahrukh S/O David is **between (17 & 18) Seventeen and Eighteen years.**

MEDICAL SUPERINTENDENT
SERVICES HOSPITAL AND CIVIL SURGEON
KARACHI.

CIVIL SURGEON

KS.

The Superintendent
Remand Home,
Govt of Sindh.

Subject: **Request to support in data collection**

Dear Sir/Madam,

This is to inform you that Mr. Muhammad Abdul Malik, Department of Social Work, Federal Urdu University or Arts, Sciences & Technology, Karachi is a candidate of Ph.D His research title is **The causes of Juvenile delinquency and its reformation in Pakistan.** Now the time has come to collect primary data related to the subject:

It is therefore requested to please provide him all types of relevant information and support in your institution, organization Agency.

I am very much confident that his Study will also be useful for your institution along with other social researchers Stakeholders and policy makers.

Your cooperation in this regard will be highly appreciated.

Yours truly

S. Aziz

Supervisor
Dr. Shahna Aziz
Professor
Department of Social Work
University of Karachi

Chairperson, Department of Social Work, University of Karachi, KARACHI

Received.
20/6/08

SUPERINTENDENT
Remand Home Govt. of Sindh
Home Department, Karachi

POPULATION STATEMENT OF SINDH JAILS AS IT STOOD ON 23-11-2009.

Sr. No:	Name of Jail	Constructed	Authorised Capacity	Convicts		UTP	Superior Class			Foreigners			Juvenile		Total				Grant Total
				Ord:	Cond:		Conv:	UTP	Det:	Conv:	UTP	Det:	Conv:	UTP	Conv:	UTP	Det:	Civil	
1	C.P.Karachi	1899	1691	617	109	3343	18	18	0	18	25	10	0	0	762	3386	10	0	4158
2	C.P.Hyderabad	1894	1527	518	60	1159	2	2	0	3	37	2	0	0	583	1198	2	2	1785
3	C.P-I, Sukkur	1941	1498	414	46	1040	0	1	0	53	51	0	6	34	519	1126	0	0	1645
4	C.P-II, Sukkur	1904	550	25	0	404	0	0	0	8	53	0	0	0	33	457	0	0	490
5	C.P.Larkana	1985	410	167	20	1073	0	0	0	0	3	0	0	3	187	1079	0	0	1266
6	C.J.Khairpur	1949	526	186	0	768	0	0	0	0	0	0	0	7	186	775	0	0	961
7	D.J.Malir Karachi	1962	893	115	0	1837	0	0	0	28	44	553	0	0	143	1881	553	3	2580
8	D.J.Nawabshah	1916	100	1	0	218	0	0	0	0	2	0	0	0	1	220	0	0	221
9	D.J.Mirpurkhas	1956	75	0	0	152	0	0	0	0	0	0	0	0	0	152	0	0	152
10	D.J.Sanghar	1992	250	14	0	219	0	0	0	0	0	0	0	0	14	219	0	0	233
11	D.J.Jacobabad	1990	250	1	0	380	0	0	0	0	45	0	0	3	1	428	0	0	429
12	D.J.Dadu	2005	250	7	0	379	0	0	0	0	0	0	0	0	7	379	0	0	386
13	D.J Badin	2005	250	1	0	130	0	0	0	0	0	0	0	2	1	132	0	0	133
14	D.J Shikarpur	2005	250	7	0	252	0	0	0	0	0	0	9	2	16	254	0	0	270
15	D.J.N / Feroze	2009	250	3	0	49	0	0	0	6	0	0	0	0	9	49	0	0	58
16	Spl: P.Nara Hyd:	1942	300	8	0	266	0	0	0	2	0	0	0	0	10	266	0	0	276
17	Y.O.I.S.Karachi	1993	350	0	0	0	0	0	0	8	38	10	3	195	11	233	10	0	254
18	Y.O.I.S.Hyd	2008	150	0	0	0	0	0	0	1	15	0	3	45	4	60	0	0	64
19	W.J.Karachi	1998	250	14	1	47	0	0	0	14	7	0	0	0	29	54	0	0	83
20	W.J.Larkana	1987	110	13	0	15	0	0	0	0	0	0	0	0	13	15	0	0	28
21	W.J.Hyderabad	2002	150	7	0	13	0	0	0	0	0	0	0	0	7	13	0	0	20
22	W.W.CP-II Sukkur		30	1	0	9	0	0	0	0	0	0	0	0	1	9	0	0	10
	Grand Total:-		10110	2119	236	11753	20	21	0	141	320	575	21	291	2537	12385	575	5	15502

Convicts	2301
Condemneds	236
Undertrial Prisoners	12385
Detenues	575
Civil	5
Total: -	15502

Female Prisoners	
Convicts	49
Condemneds	1
Undertrial Prisoners	91
Detenues	0
Total: -	141

Babies with their mothers	
W.J Karachi	17
W.J Larkana	17
W.J Hyderabad	6
W.W CP-II Suk	2
Total	42

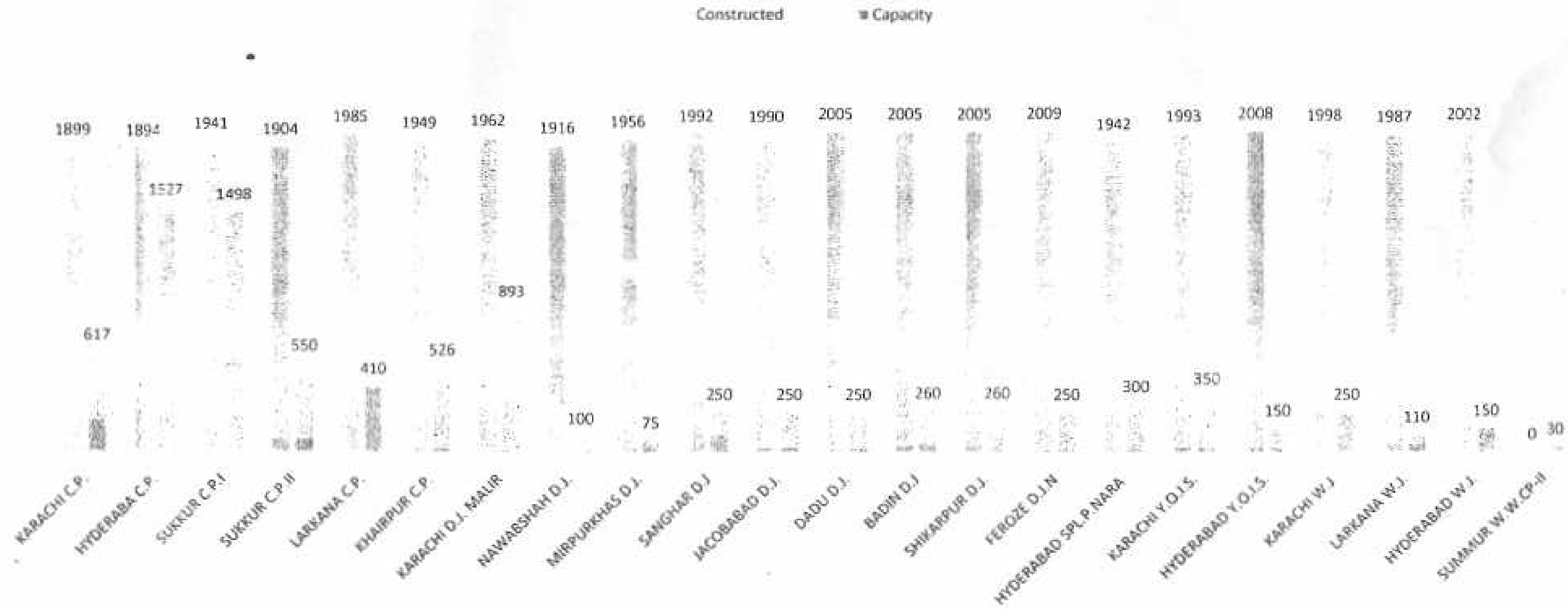
STATEMENT SHOWING CONDITIONS OF SINDH JAIL AS ON 23-11-2009

S. No	Name of Jail	Cons. Date	Capacity	Convicted	Undertrial	Detained	Juvenile	Grand Total	Remarks
13	BADIN D.J	2005	260	1	132	0	3	133	
12	DADU D.J.	2005	250	7	379	0	7	386	
15	FEROZE D.J.N	2009	250	9	49	0	0	58	
2	HYDERABA C.P.	1894	1527	583	1198	2	0	17854	2 CIVIL
16	HYDERABAD SPL.P.NARA	1942	300	10	266	0	0	276	
21	HYDERABAD W.J.	2002	150	7	13	0	0	20	
18	HYDERABAD Y.O.I.S.	2008	150	4	60	0	48	64	
11	JACOBABAD D.J.	1990	250	1	428	0	4	429	
1	KARACHI C.P.	1899	617	762	3386	10	0	4158	
7	KARACHI D.J. MALIR	1962	893	143	1881	553	0	2580	3 CIVIL
19	KARACHI W.J.	1998	250	29	54	0	0	83	
17	KARACHI Y.O.I.S.	1993	350	11	233	10	198	254	
6	KHAIRPUR C.P.	1949	526	86	775	0	7	961	
5	LARKANA C.P.	1985	410	187	1079	0	3	1266	
20	LARKANA W.J.	1987	110	13	15	0	0	28	
9	MIRPURKHAS D.J.	1956	75	0	152	0	0	152	
8	NAWABSHAH D.J.	1916	100	1	220	0	0	221	
10	SANGHAR D.J	1992	250	14	219	0	14	233	
14	SHIKARPUR D.J.	2005	260	16	254	0	11	270	
3	SUKKUR C.P.I	1941	1498	519	1126	0	40	1645	
4	SUKKUR C.P.II	1904	550	33	457	0	0	490	
22	SUMMUR W.W.CP-II	0	30	1	9	0	0	10	
	GRAND TOTAL		**10110**	**2537**	**12385**	**575**	**312**	**15502**	**5 CIVIL**

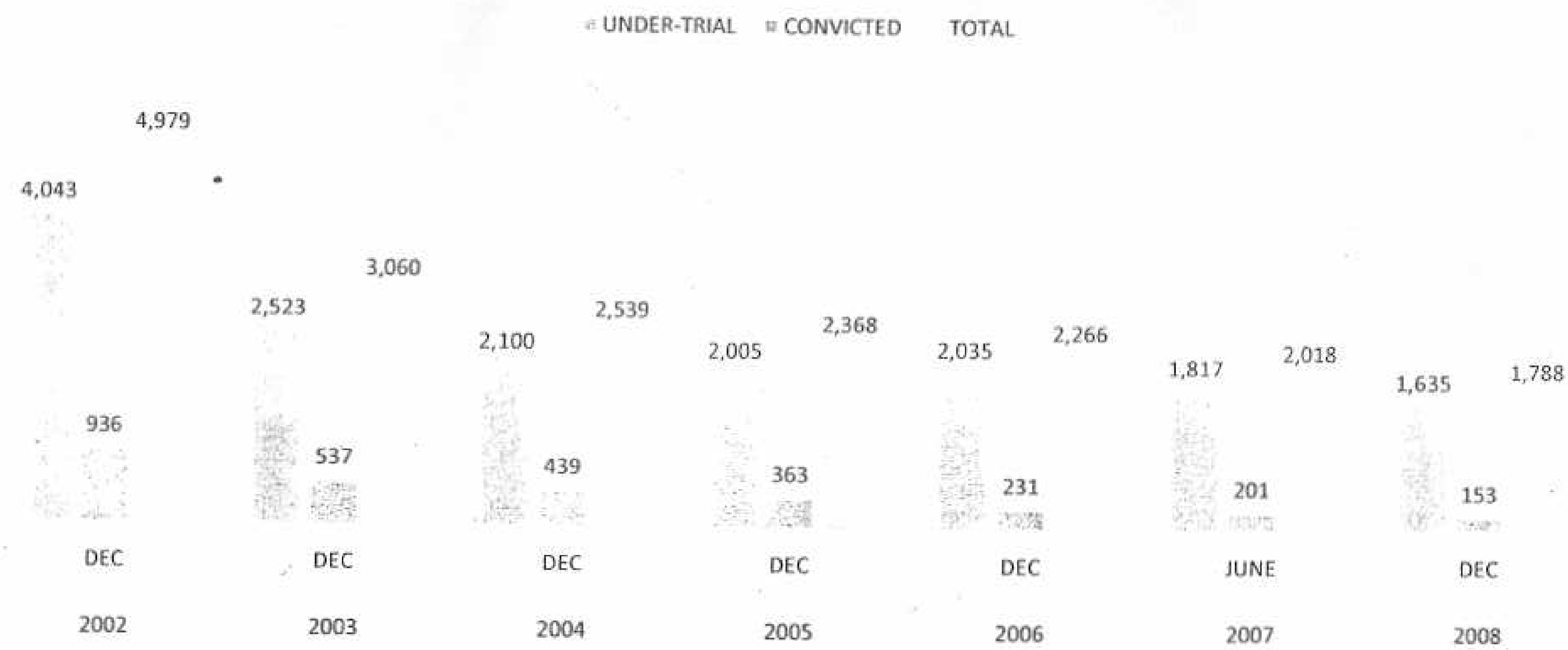
Source: Karachi Prison

२१

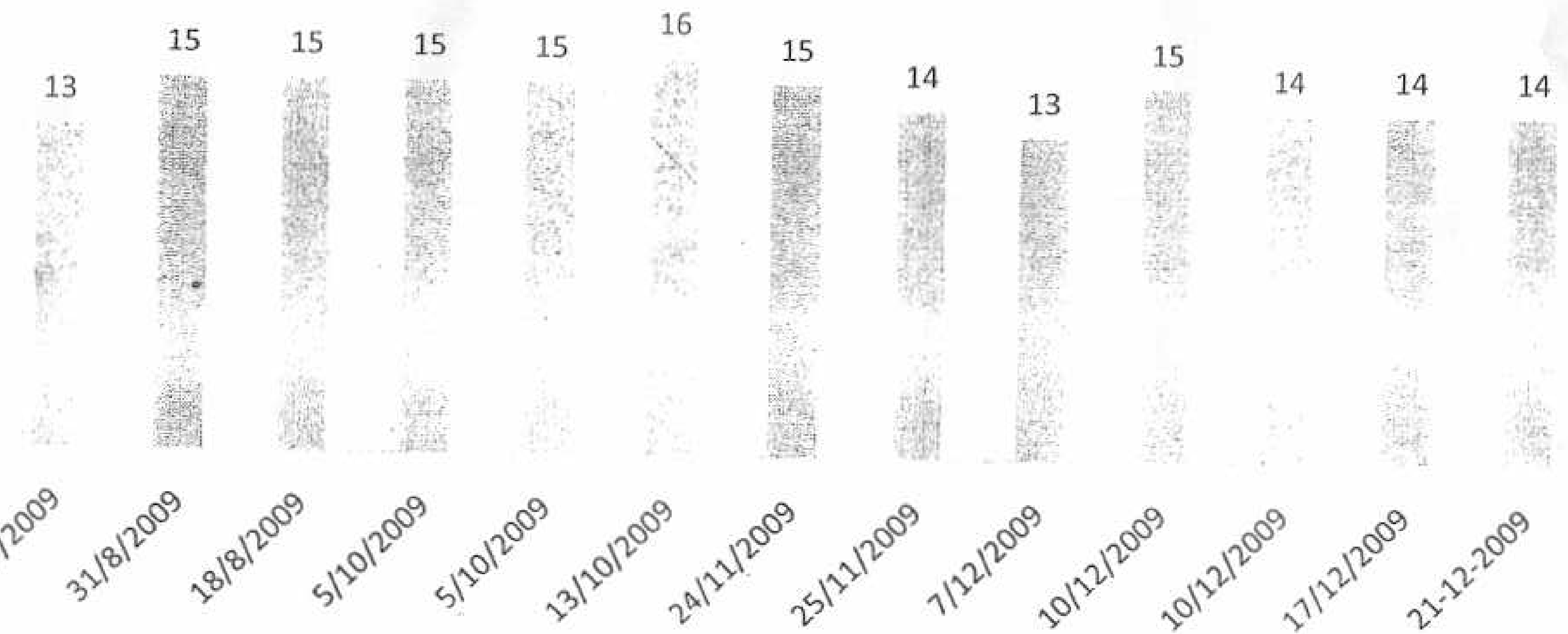
YEARS-WISE JAILSCONSTRUCTION IN SINDH THEIR WITH CAPACITY

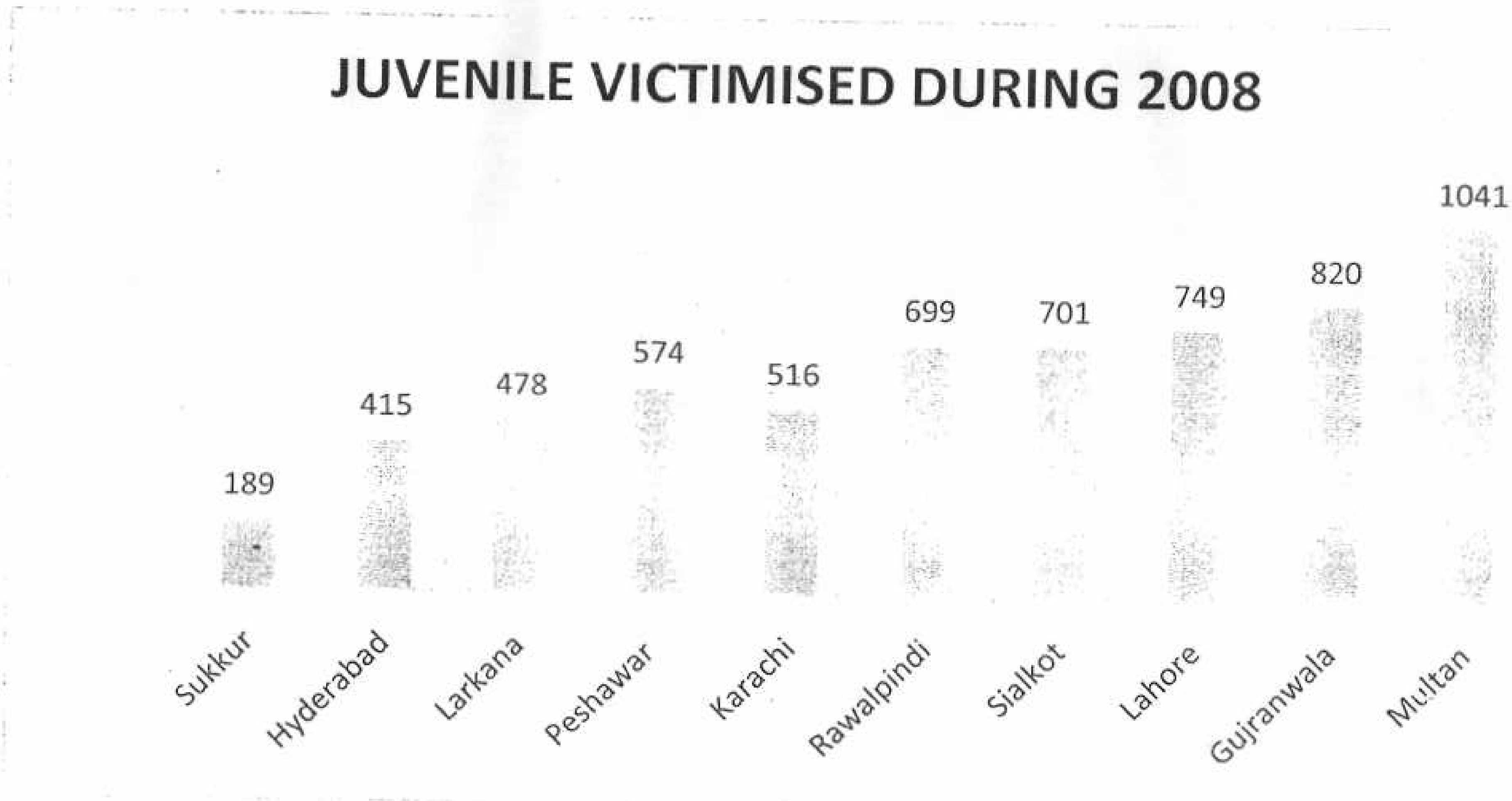


JUVENILE IN PAKISTANI PRISONS 2002-2008

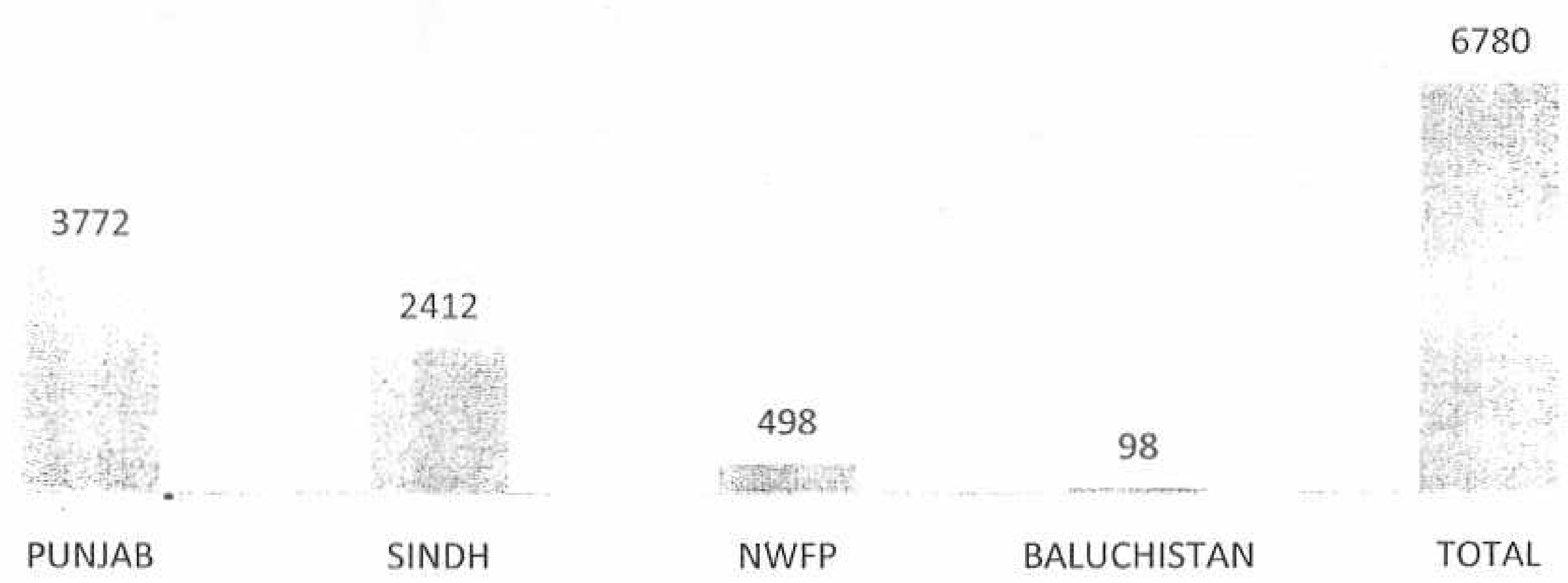


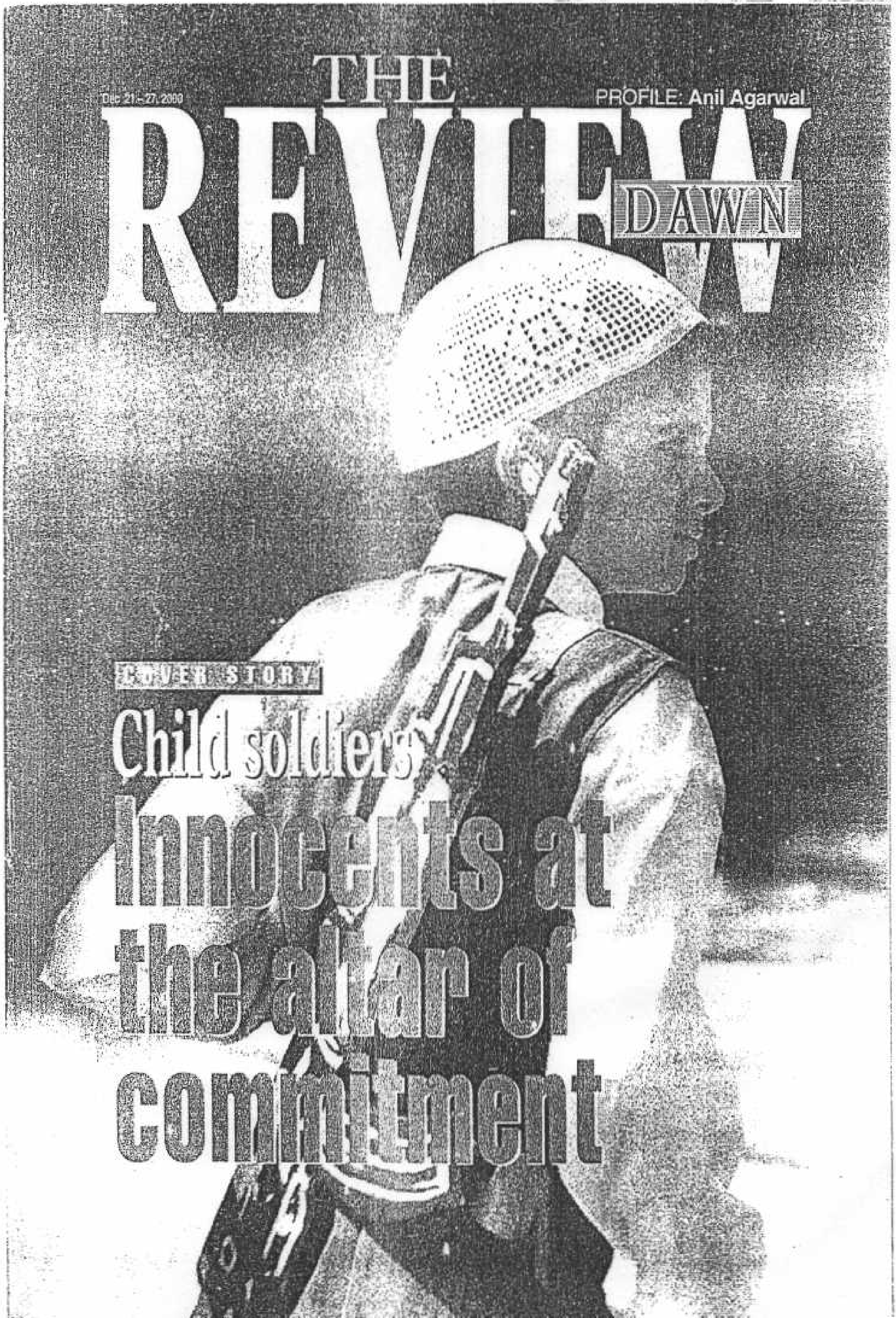
Youthful offenders in Remand Home with Age on the date of arrest




JUVENILE VICTIMISED DURING 2008
189
415
478
574
516
699
701
749
820
1041
Sukkur
Hyderabad
Larkana
Peshawar
Karachi
Rawalpindi
Sialkot
Lahore
Gujranwala
Multan

PROVINCE-WISE BREAK-YP OF VIOLENCE AGAINST CHILDREN IN 2008




Dec 21 – 27, 2000
THE
REVIEW
DAWN
PROFILE: Anil Agarwal
COVER STORY
Child soldiers:
Innocents at the altar of commitment



Children facing a bleak future

The only outings that these small girls have is when they are taken out by some charity organizations. These organizations facilitate urban prisons, avoiding the rural ones. Through many years of living in jail with their mothers, these young girls lose any link with their relatives, community and their fathers

Usually it is the poor sister-in-law or the father, who is left to tend for the children, which they are generally unable to do so, or just don't care enough, and eventually send their children to prison to be with their mothers.

These families don't realize that the children grow up in a very unhealthy environment, physically and mentally. The fact that there are criminals at work, like intermediaries, pimps, procurers, and others, who all try to benefit themselves from the helplessness of the imprisoned women. It doesn't matter to these criminals how difficult it may be for a mother to commit crimes for a few loaves of bread, which partially feeds their children.

The most tragic aspect that a girl faces inside the prison is how not to let her whole personality get crushed under the weight of the rotten system of law enforcement, corruption and collusion. No matter how heinous the crimes these mothers may have committed, the terrible side of the whole thing is how the tiny minds of their children are affected by the corruption prevailing in the prison.

Shahnaz, seven, looks a pale, thin child. She is small in stature and stands beside two other girls of diminutive physique. "I hate being inside these huge walls, where we are beaten up if we are playing, eating, sleeping or sitting," she said.

"Our mothers have nothing to do but to pull each other's hair and clothes. There's not a single minute of silence in between. Our minds have become sick of hearing abusive language, being stung by the echo of slapping and kicking, and listening to the wardens' growling. Each day, I get up wishing somehow to get out of this hell and discovering the world waiting outside," said Shahnaz.

Such children face conflicts in their minds at every level; parents quarrelling on domestic issues, mothers who are either separated or divorced, or charged for Hudood Ordinance, which continuously keeps the child in a traumatic condition. These children lose parents or families, watch their homes get destroyed, suffer displacement, experience insecurity and find themselves in totally alien environs as they are left lonely and destitute.

The growing child abuse during the past many years has threatened the life of the girl child whether outside or inside the prisons. These young girls are exposed to violence, rape, acid throwing, burning and death.

Rabia, eight, and her five year old sister were sexually abused after the police, under the charge of *Zina*, arrested their mother. All the five children of Parveen were with her relatives, as her husband was also put into prison under a kidnapping offence.

"I can still feel those harsh hands running over my body, touching my private parts, and that rough male grip, not giving me any chance to shout for help. That devil humiliated my soul. It didn't end there; he then raped my younger sister. She has scars all over her body. No one was there to help us," added Rabia expressionlessly.

After the imprisonment of their parents, Rabia, along with her sister and brothers, went to live at some relative's house, who then brought them to the Karachi Women Prison, to be locked up with their mother.

Parveen herself was trafficked to Pakistan at the age of 11. She was sold to a Baloch for Rs60,000, who shared her with other village friends. She describes herself being



A mother looking after two children in jail

3,480 child prisoners rotting in Pakistan's jails, 49 of them faced the death sentence. The only other country to surpass Pakistan's figures is the US. At the end of 1998 some 73 juvenile offenders were on death row. The HRCP report claimed that in 1998, 14-year-old Bashir Ahmed and the 16-year-old Zafar Iqbal were sentenced to death. A Special Court for the Suppression of Terrorist Activities punished the former on charges of rape, while the latter was given the sentence for murder. Both are detained in the Bahawalpur Juvenile Jail.

The Juvenile Justice System Ordinance 2000, which abolishes the death penalty for people under the age of 18 at the time of the offence, came into force on July 1, 2000. The ordinance does not take into account some 50 persons currently under death sentence who are below the age of 18, nor does it provide for a review of such cases. On the one hand Pakistan has readily appeased the international community by abolishing the death penalty for child offenders. However, on the other, it remains mum in the face of the ruling of the Shariah Court where the president of the country can no longer commute the death sentence in cases heard under the *Qisas* and *Diyat* law. Under this law, the sentenced person's only hope for a pardon depends upon the victim's family and the acceptance of *diyat* (blood money) as compensation. Such a system of justice does make the ratification of the CRC redundant, or for that matter, the Juvenile Justice System Ordinance 2000.

Nonetheless, the government sees the situation quite differently and is adamant that it implements the CRC, if only in spirit. For this purpose, the government has established a National Commission for Child Welfare and Development (NCCWD) whose primary objective is to give recommendations to improve jail conditions and to make the juvenile offenders useful citizens of the society after their release.

For the first time after the promulgation of the Juvenile Ordinance 2000, a prisoner below the age of 18 is legally acknowledged as a child. Furthermore, the provisions of the ordinance states universal set of courts throughout the country. Besides barring death penalty, the ordinance has also prohibited the use of handcuffs, unless strictly necessary, for juvenile convicts; setting up of exclusive courts for children; separate prison cells (presently, children are herded along side adults in the same jails); offence carrying 10 years of punishment bailable for children under the age of 15, and prohibition of the publication of juvenile court's proceedings in the media slandering the child.

According to the latest statistics, there are 4,000 child prisoners in Pakistan and only half of them are convicted; rest of them are still awaiting trial. Other than two juvenile jails in Karachi and Bahawalpur, child prisoners are locked up with adults, making it impossible for a child to leave the cell psychologically balanced. Till a separate prison is constructed, a child offender might have to suffer the additional traumas of possible sexual molestation and physical abuse by fellow inmates.■

International standards

The following six instruments cited are international treaties, binding on all states parties to them.

A: International Covenant on Civil and Political Rights (ICCPR): 'Sentence of death shall not be imposed for crimes committed by persons below 18 years of age'.— (Article 6(5)).

B: Convention on the Rights of the Child: 'Capital punishment nor life imprisonment without possibility of release shall be imposed for offences committed by persons below 18 years of age'.— (Article 37(a)).

C: America Convention on Human Rights: 'Capital punishment shall not be imposed upon persons who, at the time the crime was committed, were under 18 years of age'. — (Article 4(5)).

D: Geneva Convention relative to the Protection of Civilian Persons in Time of War of 12 August 1949 (Fourth Geneva Convention): 'In any case, the death penalty may not be pronounced against a protected person who was under 18 years of age at the time of the offence.' (Article 68).

E: Protocol Additional to the Geneva Convention of 12 August 1949, and relating to the Protection of Victims of Non-International Armed Conflicts (Additional Protocol II): 'The death penalty shall not be pronounced on persons who were under the age of 18 years at the time of the offence'. — (Article 6(4)).

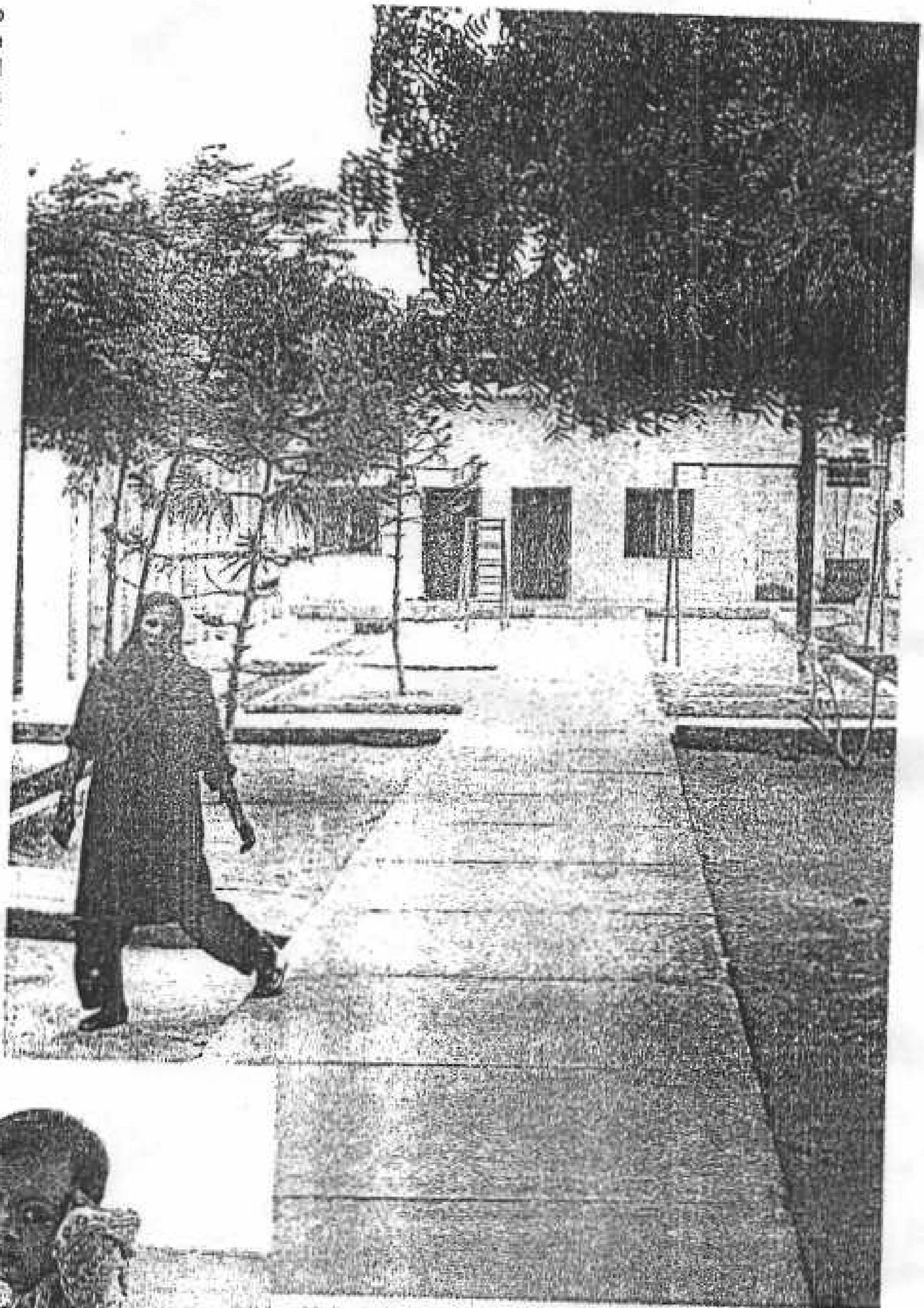
F: Safeguards Guaranteeing Protection of the Rights of Those Facing the Death Penalty (UN Economic and Social Council resolution 1984/50, adopted on 25 May 1984 and endorsed by the United Nations General Assembly in resolution 39/118 of 14 December 1984): 'Persons below 18 years of age at the time of the commission of the crime shall not be sentenced to death'. — Sheherbano Khan ■

state is responsible to ensure that the rights of the child are protected, and every kind of means is employed by the government to guarantee their inviolability. The need to extend particular care to the child has been stated in the Geneva Declaration of the Rights of the Child of 1924, and in the Declaration of the Rights of the Child adopted by the General Assembly on November20, 1959. The same is recognized in the Universal Declaration of Human Rights, in the International Covenant on Civil and Political Rights (in particular in articles 23 and 24), in the International Covenant on Economic, Social and Cultural Rights (in particular in article 10) and in the statutes, as well as the relevant instruments of specialized agencies and those international organizations which are concerned with the welfare of children.

As of October 2000, 191 states were parties to the Convention on the Rights of the Child. The only two states, which have not ratified, are Somalia and the United States of America. The Fourth Geneva Convention was also ratified by 188 states, making them parties, as of October 2000, that 'the death penalty must not be used against civilian child offenders in occupied territories who are protected by that convention'.

Even though Pakistan ratified the Convention in 1990, on November 15, 1992, 11 prisoners were hanged in the Punjab, including a boy reportedly aged 17. Five years later, on September 30, 1997, Shamun Masih was hanged in Hyderabad for an armed robbery and triple murder committed in 1988 when he was only 14 years old. He had been in detention for nine years following his arrest in August 1988. His family implored the court that he was too young to have known the gravity of the crime, but Shamun Masih's age at the time of committing crime was not considered for clemency.

In the annual report published by the Human Rights Commission of Pakistan (HRCP), out of a total of



Above: A long way to freedom



Left: Waiting to be free